جدید طرزِ بیان اور عملی مشقوں کے ساتھ

عقائدِ اسلام کا خوبصورت مجموعہ

# تفہیم الفقہ

جلد ۱

تالیف

خادم القرآن الکریم

(مفتی) محمد نعیم

(رئیس)

مرکز الافتاء و الارشاد

گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی

مکتبۃ النور کراچی

جدید طرز بیان اور عملی مشقوں کے ساتھ

عقائد اسلام کا خوبصورت مجموعہ

# تفہیم الفقہ

جلد اوّل

تالیف

مفتی محمد نعیم

رئیس مرکز الافتاء والارشاد غرفۃ السالکین
گلستان جوہر بلاک ۱۲ کراچی

نام کتاب: ______ تفہیم الفقہ

نام مؤلف: ______ مفتی محمد نعیم

برائے رابطہ: ______

طبع اول: ______ مئی ۲۰۱۴ء

طبع دوم: ______ ۲۰۱۵ء

طبع سوم: ______ جنوری ۲۰۱۶ء

طبع چہارم: ______ جنوری ۲۰۱۷ء

طبع پنجم: ______ اگست ۲۰۱۷ء

طبع ششم: ______ جنوری ۲۰۱۸ء

طبع نہم: ______ اگست ۲۰۲۰ء

طبع دہم: ______ جنوری ۲۰۲۱ء

طبع گیارھویں: ______ اپریل ۲۰۲۱ء

طبع بارھویں: ______ جون ۲۰۲۱ء

مرکز الافتاء والارشاد

نوٹ

اہل علم حضرات یہ کتاب مسجد یا مدرسہ میں تدریس کے لیے "مرکز الافتاء والارشاد" غرفۃ السالکین کراچی سے بلا معاوضہ ھدیۃً حاصل کرسکتے ہیں۔

# دعائیہ کلمات

## شیخ المحدثین، استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

## مہتمم جامعہ فاروقیہ وصدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ
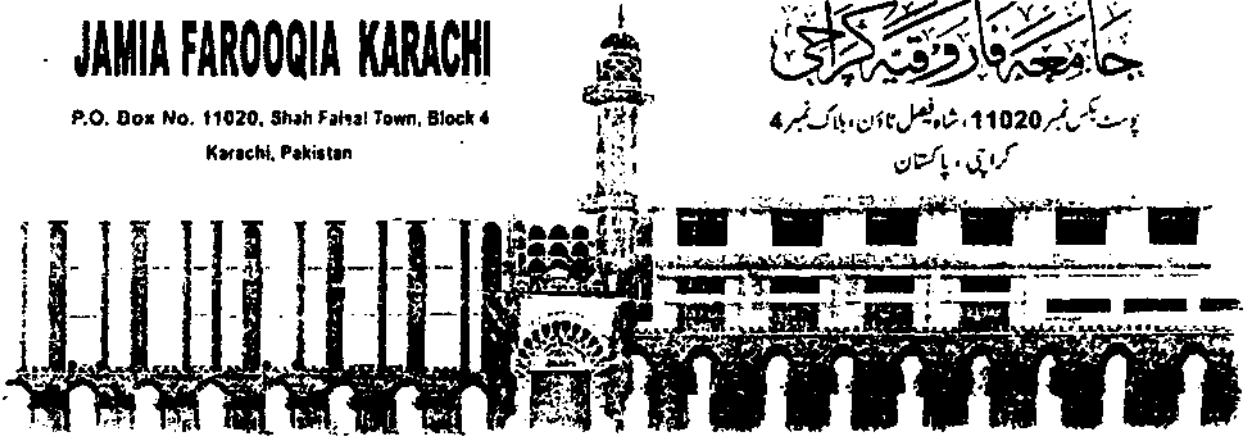
وبعد! حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی تصانیف فضائل ایمان، تفہیم الفقہ ۳ جلدیں تقریظ کے لیے احقر کو ملی، کتابوں کا مطالعہ اپنی معذوری اور مجبوری کی وجہ سے مکمل تو نہیں کیا جاسکا، لیکن جتنا کچھ بن پڑا، اس سے یہ واضح ہوا کہ ہر کتاب مفید ہے اور مفتی محمد نعیم صاحب زادت معالیہم نے ماشاء اللہ اپنی خداداد صلاحیت کا بہترین استعمال کیا ہے۔ اللھم زد فزد آمین.

دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مفتی صاحب، کی خدمات کو حسنِ قبول سے نوازیں اوران کی مذکورہ کتابوں کی افادیت میں خوب خوب اضافہ فرمائیں۔ آمین

سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ/۶ ستمبر ۲۰۱۴ء

Tel: +9221- 4571132, 4573865, 4599168, Fax: +9221- 4571525 e-mail: info@farooqia.com URL: www.farooqia.com
Phase II, Mufti Mahmood Road, (Formerly) Hub River Road, Karachi. Pakistan Tel: 7094208 فیز II، شارع مفتی محمود (سابقہ حب ریور روڈ) کراچی

# دعائیہ کلمات

## مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

## صدر جامعہ دارالعلوم کراچی


بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رفیع عثمانی
رئيس الجامعة لدار العلوم كراتشي والمفتي بها
كراتشي ١٤ ـ باكستان
عضو مجلس الفكر الإسلامي لجمهورية باكستان الإسلامية

Muhammad Rafi Usmani
Mufti & President
Darul-Uloom Karachi, Pakistan
Member Council of
Islamic Ideology pakistan


التاریخ ۵ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ مطابق ۲/ اگست ۲۰۱۴ء

الرقم ——————

عزیز محترم مفتی محمد نعیم صاحب، حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ جو راحت نامہ بھی ہے ملا، اور ساتھ ہی آپ کی تالیف ''تفہیم الفقہ'' کی تین جلدیں بھی ملیں، سرسری نظر ایک جلد پر ڈالنے سے اندازہ ہوا کہ ماشاء اللہ آپ نے یہ کام کافی محنت سے کیا ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے زیادہ سے زیادہ قارئین کے لیے نافع بنائے اور آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

البتہ بزرگوں کی جن اردو یا عربی کتب سے آپ نے استفادہ کیا ہے ان کے حوالے کہیں نظر نہیں آئے، اگر آئندہ اشاعت میں اس کا لحاظ رکھا جائے تو مناسب ہوگا، اللہ تعالیٰ آپ کو تمام مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے۔

والسلام

(مفتی) محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

# دعائیہ کلمات

## سیّدی واستاذی فقیہ الامت عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب حفظہ اللہ ورَعاہٗ
## صدر جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد

**بحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم، امابعد!**

انسان کی نجات کا دارومدار صرف اور صرف ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے بچے کو ماں کی گود سے لے کر یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم تک ایمان کے بارے کچھ نہیں سکھایا جارہا، بلکہ اس کے برعکس ایمان سوز باتیں ذہن میں پڑنے کے مواقع قدم قدم پر ہیں۔ بنیادی ایمانیات کے بارے میں ذہنوں میں شکوک وشبہات عام ہیں۔

آج کے جوان میں ایمان مخالف شکوک وشبہات کی بنیادی وجوہ یہ ہیں:

(۱) یہود ونصاریٰ کی صحبت اور ان سے تعلیمی روابط کے اثراتِ بد۔

یہود ونصاریٰ تو اپنے جعلی دین سے برگشتہ ہیں، ہی آج دین سے ناواقف مسلمان بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سچے دین سے بیزار ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ"

(۲) اپنے دین سے جہالت۔

(۳) صحبتِ بد کی ظلمت۔

(۴) ذکر اور صحبتِ صالح کی نورانیت سے محرومی۔

سب سے پہلے نوجوانوں کو ایمان اور اعمال صالحہ کے علم سے مزین کرنے کی کوشش کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کے لیے ہر زمانہ میں علماء نے اپنی تصنیفات کے ذریعے اس ضرورت کو پورا کیا ہے۔

مولانا محمد نعیم صاحب زید مجدہم فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد و متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی و مسترشدِ خاص شفیق الامت حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب رحمہ اللہ وخلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ اعلیٰ علمی اور روحانی نسبتوں کے ماشاء اللہ جامع اور موفق من اللہ ہیں۔ ان کی تصنیف "تفہیم الفقہ" ماشاء اللہ جامع اور نافع کتاب ہے۔ خصوصاً درساً پڑھانے کے لیے نہایت موزوں کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کا نفع عام اور تام فرمائیں، آمین!

محمد طیب

خادم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ

Khalid Saifullah Rahmani

# پیش لفظ

(تفہیم الفقہ)

اسلامی علوم میں فقہ کو ایک خاص درجہ ومقام حاصل ہے؛ کیوں کہ یہ قرآن وحدیث کا نچوڑ، صحابہ کے فتاویٰ کا خلاصہ اور فقہاء کی مجتہدانہ کوششوں کا شاہکار ہے، یہ خالق کائنات کی مرضیات ومأ مورات کا بیان بھی ہے اور مخلوق کی ضروریات اور دشواریوں کا حل بھی، جس حکم کو جاننے اور سمجھنے کے لئے قرآن کی متعدد آیات اور سیکڑوں احادیث وآثار سے رجوع کرنا پڑتا اور بسا اوقات متعارض دلائل میں تطبیق پیدا کرنے اور قیاس کی مختلف جہتوں میں ترجیح دینے کے لئے دنوں نہیں، مہینوں آنکھ کا چراغ جلانا پڑتا، فقہاء چند سطور یا دو چار صفحات میں اس کا خلاصہ پیش کر دیتے ہیں؛ اس لئے کوئی شبہ نہیں کہ یوں تو تمام ہی علوم اسلامی کے خادمین امت کی شکریہ کے مستحق ہیں؛ لیکن فقہاء کا ان پر براہ راست احسان ہے اور ان کی کوششوں سے امت کے لئے قرآن وحدیث پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اسی لئے اس علم کی آبیاری میں تاریخ کی بہترین ذہانتیں خرچ ہوئی ہیں، عربی زبان میں فقہ اسلامی کی جو خدمت کی گئی ہے، اس کا تو کیا ذکر، ایک کتب خانہ کیا کئی وسیع وعریض کتب خانے بھی مل کر اس کا احاطہ نہ کر سکیں؛ لیکن اردو زبان میں بھی فقہ کے موضوع پر جو کام ہوا ہے، وہ اہمیت کے اعتبار سے بڑا قیمتی، مقدار کے اعتبار سے وسیع اور نوعیت کے اعتبار سے کثیر الاطراف ہے، اسی سلسلہ کی ایک قابل قدر کاوش وہ ہے، جو "تفہیم الفقہ" کے نام سے اس وقت میرے سامنے ہے، اس کتاب میں عقائد اور مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے اور جزئیات کی تنقیح اور حسن ترتیب نے اس کتاب کے حُسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

کتاب کے مؤلف حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب پاکستان کی مقبول دینی درسگاہوں میں سے ایک جامعہ اشرف المدارس کے شعبۂ افتاء کے استاذ ہیں اور متعدد تحقیقی کتابیں ان کے قلم سے آچکی ہیں، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس گراں قدر کوشش کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے لئے نفع کا باعث بنائے، مؤلف گرامی معاملات پر بھی اسی اسلوب میں قلم اُٹھائیں تو ایک بہتر کام تکمیل کو پہنچ جائے گا، ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(خادم: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ

۱۳؍جنوری ۲۰۲۰ء

• مدير المعهد العالي الإسلامي حيدرآباد • أمين عام مجمع الفقه الإسلامي (الهند) • سكرتير هيئة قانون الأحوال الشخصية الإسلامية لعموم الهند

• Director : Al Mahad Ul Aali Al Islami, Hyderabad. • General Secretary : Islamic Fiqh Academy, INDIA. • Secretary : All India Muslim Personal Law Board

Bait-ul-Hamd, H.No. : 16-182/1, Duba Colony, P.O. Pahadi Sharif, Hyderabad, 500 005 (A.P.) INDIA. Ph. +91 40 2002271 Mobile : +91 9959842747

Email : ksrahmani@yahoo.com, Website : www.khalidrahmani.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم


**Jamia-Uloom-Islamiyyah**

(University of Islamic Sciences)
Allama Muhammad Yousuf Banuri Town
Karachi - Pakistan.


**جامعۃ العلوم الاسلامیۃ**

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراتشی ۷۴۸۰۰ - پاکستان


Ref. No. ____________

Date: ۱۴۳۶/۶/۲۵
۲۰۱۵/۴/۱۵

عزیز القدر مولانا محمد نعیم صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تالیفات کا ایک سیٹ جس میں "تفہیم الفقہ" بھی شامل ہے، وصول پا کر مشکور اور مسرور ہوا۔ فجزاکم اللہ خیرا۔ تالیفات ملاحظہ کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ الحمد للہ ایک عالم دین کو علمی و عوامی دروس کے ذریعہ عوام الناس کی جس طرح خدمت کرنی چاہیے اس کی عمدہ مثال آپ نے پیش فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکت و ترقی نصیب فرمائے اور امت کی دینی رہنمائی کے مزید کاموں کیلئے حق تعالیٰ آپ کو توفیق بخشے۔

تعلیم الفقہ، مواد، اسلوب بیان اور موضوعات کی ترتیب کے اعتبار سے بہت مفید کوشش ہے۔ البتہ حصہ اول کا نام "تفہیم الفقہ" رکھنے کی بجائے اگر "تفہیم العقائد، تفہیم الکلام یا تفہیم الأصول" وغیرہ ایسا نام جو عقائد کی ترجمانی کرتا ہو، رکھا جائے تو زیادہ موزوں رہے گا، کیونکہ فقہاء، علم کلام کو فقہ کے بجائے مستقل موضوع قرار دیتے ہیں، البتہ معاصر کتب فتاویٰ کی ترتیب کے پیش نظر گنجائش بھی ہے، مگر اس کے ساتھ مجموعہ کا نام "تعلیم الفقہ" کی بجائے کچھ اور تجویز کیا جائے تو زیادہ اچھی ترجمانی ہوگی۔

فقط والسلام

(مولانا ڈاکٹر) عبد الرزاق اسکندر

مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی


P.O: Box: 3465 Karachi Code No. 74800, Phone: (0092-21) - 34913570 - 34912683 - 34915966 - 34123366 - 34121152
Fax: (0092-21) - 34919531, Karachi Pakistan. URL: www.banuri.edu.pk , E-mail: info@banuri.edu.pk

## دعائیہ کلمات

## شیخ العلماء والصلحاء حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم

## خلیفہ اجل قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ

## مکۃ المکرمہ

المكتبة الإمدادية

شارع ابراهيم الخليل المسفلة مكة المكرمة

لصاحبها عبد الحفيظ ملك عبد الحق

س.ت : ٤٠٣١٠٠٤٧٩٥ ت : ٥٤٧٠٢٨٧ ص.ب : ١٧٢٩

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد! حضرت مولانا مفتی ابو یوسف محمد نعیم مدظلہ العالی (رئیس دارالافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی اور خطیب جامع مسجد عسکری 5 ملیر کینٹ کراچی) نے اس سیاہ کار کو گذشتہ دنوں کراچی کی حاضری کے دوران دو جلدیں "تفہیم الفقہ" اول ودوم ارسال فرمائیں، ساتھ ہی ایک گرامی نامہ بھی ارسال فرمایا جس میں بہت خوبصورت انداز سے مطالبہ فرمایا کہ ان کی اس کتاب (دونوں جلدوں) کے بارے میں کچھ لکھ دوں۔ یہ ان کا اس سیاہ کار کے بارے میں حسن ظن کی بناء پر ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو اس بارے میں جزا خیر عطا فرمادیں اور اپنے نیک وصالح بندہ کے حسن ظن کے مطابق اس سیاہ کار کے ساتھ معاملہ فرمادے کہ وہ ستار وغفار اور رحیم وکریم ہے۔

اپنے مختلف مشاغل ومصروفیات کی وجہ سے مکہ مکرمہ پہنچ کر اس کتاب کے مطالعہ میں دیر ہوگئی جب اٹھائی تو سچی بات ہے کہ کتاب کی (دونوں جلدوں) کی حسن ترتیب وتنسیق اور تفہیم کے احسن انداز کی وجہ سے کئی گھنٹے تک لگاتار اس کا مطالعہ کرتا رہا اور مؤلف کریم کے لیے دل سے دعائیں نکلتی رہیں۔

ماشاء اللہ، خیر الکلام ما قل ودل کا صحیح مصداق پایا، اس انداز سے کہ کوئی کمی یا تشنگی بھی محسوس نہ ہو، ہر لحاظ سے مستند اور مدلل ثقہ معتمد علماء کرام وجمہور اھل السنۃ والجماعۃ کے مبارک مسلک وآراء گرامی کے مطابق کتاب کی دونوں جلدوں کو پایا، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی نعیم صاحب کو اپنی شایان شان اعلیٰ سے اعلیٰ درجات عطا فرمائیں اور اس سلسلہ مبارکہ کو جلد از جلد علی منوالہ تکمیل تک پہنچائیں۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی نظر آئی کہ یہ صرف طلبہ کرام اور علوم دینیہ کے محبین ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے طبقات مختلفہ کے لیے بہت مفید ان شاء اللہ ہوگی۔

اس لیے تمام پڑھے لکھے مسلمانوں مرد وعورتوں سے درخواست ہے کہ اس مبارک کتاب کو ضرور بضرور حاصل کرکے اس سے مستفید ومستفیض ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک کتاب کو اپنی بارگاہ کریمہ میں قبولیت سے نوازے، مؤلف کریم کے لیے صدقہ جاریہ مبارکہ بنائے اور جلد از جلد اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مخلوق کو زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسید رسلہ وخاتم انبیائہ سیدنا وحبیبنا وقرۃ اعیننا ونبینا ومولانا محمد النبی الامی الکریم وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

کتبہ الفقیر الی ربہ الکریم
عبد الحفیظ المکی ۔ مکہ مکرمہ

کتبہ الفقیر الی ربہ الکریم
عبد الحفیظ المکی۔ مکہ مکرمہ
شب اتوار 6 ربیع الاول 1436ھ
بمطابق 28 دسمبر 2014ع

## دعائیہ کلمات

## استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

### مفتی جامعہ دار العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

آپ کا تعارفی مکتوب اور تفہیم الفقہ اول ودوم موصول ہوئے، عرصہ تک بندہ کو دیکھنے کا موقعہ نہ ملا، آج 9 ذوالحجہ 1435ھ کو کچھ موقعہ ملا تو بندہ نے جستہ جستہ مقامات سے اس کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ مجموعی طور پر اس کو جامع اور مفید پایا اور تمرینات سے اس میں مزید فائدہ بڑھ گیا، دل سے دعا ہے اللہ پاک اس کو قبول فرمائیں اور مسلمانوں کے لیے اسکو زیادہ سے زیادہ نافع بنائیں آمین۔

بندہ عبد الرؤف سکھروی
1435/12/9ھ

*Hafiz*
***Fazal-ur-Rahim***
*Ashrafi*
( ) Vice Chancellor: Jamia Ashrafia
( ) Director Education: Jamia Ashrafia
( ) Patron: Ummul Qura Institute Lahore
( ) Patron: Ashrafia Girls College Lahore

( ) نائب مہتمم وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، لاہور
( ) سرپرست معہد اُم القریٰ، لاہور
( ) سرپرست اشرفیہ گرلز کالج، لاہور

*Ref. #* ..................... *Dated* .....................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ۔

امابعد۔

من یرد اللہ بہ خیر ا یفقہ فی الدین (الحدیث)

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین میں سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

ایک مسلمان کو 24 گھنٹے کے پیش آمد، مسائل میں حلال وحرام، جائز وناجائز پاکی وناپاکی کا علم رکھنا انتہائی ضروری واہم ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اردو دان طبقے کیلئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بہشتی زیور تحریر فرمائی جو کہ اپنی نظیر آپ ہے۔

فی زمانہ اس کی اشد ضرورت تھی کہ آسان طرز تخاطب وعبارت میں فقہی مسائل کا مجموعہ تیار کیا جائے جس سے تمام طبقات بھرپور استفادہ کرسکیں۔

الحمد اللہ مفتی محمد نعیم صاحب نے یہ بیڑا اٹھایا اور حق ادا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جناب سے بہتر سے بہتر بدلہ اور جزائے خیر عطا فرمائے اور پوری امت مسلمہ کو استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محتاج دعاء
[دستخط]
حافظ فضل الرحیم اشرفی
نائب مہتمم وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، لاہور

13/9/2014

***Postal Address:*** House # 1, Jamia Ashrafia Ferozepur Road, Lahore - 54600
Ph: +92-42-37429591 Fax: +92-42-37552986 E-Mail: hfrahim@gmail.com Website: www.jamiaashrafia.org

# دعائیہ کلمات

## مفکر اسلام حضرت مولانا ابو عمار زاہد الراشدی صاحب مد ظلہم

## صدر مدرس جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل


صدر مدرس: جامعہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ
خطیب: مرکزی جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ
ڈائریکٹر: الشریعہ اکادمی کنگنی والا گوجرانوالہ

سیکرٹری جنرل: پاکستان شریعت کونسل
کنوینر: رابطہ کمیٹی تحریک انسداد سود پاکستان
سینئر نائب صدر: ملی مجلس شرعی پاکستان

Website www.alsharia.org    Email zrashdi@hotmail.com    Phone +92 301 4904020


باسمہ سبحانہ

محترم مولانا مفتی محمد نعیم صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی؟

تفہیم الفقہ کی دونوں جلدیں میں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں بلکہ میں نے اسے ایک اچھی اور مفید کاوش سمجھتے ہوئے اپنے پوتوں کی لائبریری کی زینت بنایا ہے، آپ نے بھجوا کر کرم فرمایا، آپ نے عقائد و احکام کو سمجھانے کے لیے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ آج کے حالات اور ضروریات کے مطابق بہت مفید ہے اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت آپ کی اس محنت کو قبولیت سے نوازیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے نفع بخش بنائیں۔

آمین یارب العالمین۔

شکریہ

والسلام

شکریہ! والسلام

[دستخط]

ابو عمار زاہد الراشدی

مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

**Hafiz**
**M. Anwar-ul-Haq Haqqani**
• Ustazul Hadith Jamia Dar-ul-uloom-e-Haqqania
• Naib Muhtamim Akora Khattak Nowshera
• Central Vice President
Wifaqul Madaris-ul-Arabia Multan Pakistan

حافظ محمد انوار الحق حقانی
ایم۔اے (پنجاب)
استاذ الحدیث و نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ صوبہ خیبر پختونخواہ
مرکزی نائب صدر وفاق المدارس العربیہ ملتان۔ پاکستان

حوالہ نمبر ________________　　　　مورخہ ________________

نحمده ونصلي على رسوله الكريم امابعد

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ من یرد اللہ بہ خیرا یفقهه في الدين یعنی اللہ تعالیٰ جس کسی کے ساتھ بھی خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس پر دین کی باریکیاں کھول دیتا ہے۔ دین اسلام ایک عالمگیر دین ہے جو کہ انسانی زندگی کے تمام جزئیات پر محیط ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ، کوئی لمحہ، کوئی حالت خواہ خوشی کی ہو یا غمی کی ایسی نہیں جس میں دین اسلام کی رہنمائی موجود نہ ہو۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو سیکھا اور سکھایا جائے کیونکہ اس کو سیکھنا ہر مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت کیلئے ایک اہم فریضہ ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة. علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

دین اسلام کی بنیاد دین کے اہم مسائل و احکام پر ہے جس میں عقائد سے لیکر عبادات تک کے تمام مسائل شامل ہیں۔ جن کا جاننا ہر ایک کیلئے لازمی ہے۔ آج امت مسلمہ جن ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہے اس کی سب سے اہم اور بڑی وجہ دین اسلام سے ناواقفیت اور اجنبیت ہے۔ آج مسلمان نے غیروں کے طور و طریقے اپنا کر اپنے دین کو اجنبی بنا دیا ہے۔ اور اپنی مقصد تخلیق کو بھلا دیا ہے کہ احکم الحاکمین ذات نے انسان کی تخلیق کا مقصد خود اپنے کلام میں بیان فرما دیا ہے کہ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون. کہ انسان اور جنات کو پیدا کرنے کا مقصد میری اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ اگر انسان اپنی دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرے تو ہر ہر قدم پر کامیابی سے ہم کنار ہوگا۔

زیر نظر کتاب بھی ان ہی احکام پر مشتمل ایک جامع تحفہ امت مسلمہ کو عطا ہوا ہے۔ ایک جید دینی شخصیت، ممتاز عالم دین حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ایک بے بہا کاوش جو ایک بہترین اور جدید طرز بیان پر مشتمل ہے۔

مذکورہ کتاب "تفہیم فقہ" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فقہ کا فہم و ادراک تو اسی طرح کتاب بھی بڑی آسان اور سہل انداز سے ترتیب دی گئی ہے۔ ہر موضوع کے آخر میں عملی مشق نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا ہے کیونکہ سوال و جواب سے بات بآسانی سمجھ میں آتی ہے۔ کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب تک سولہ بار چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو دین و دنیا کی ترقیات سے نواز کر ان کی مذکورہ کتاب "تفہیم فقہ" بشمول دیگر تالیفات و تصنیفات اپنے حضور شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

(شیخ الحدیث حضرت مولانا) حافظ محمد انوار الحق حقانی
نائب مرکزی صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان و نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ
موبائل: 0333-9104192
0333-9104194
فیکس: 0923-630922
فون: 0923-630793
0923-630340
0923-630341
E-mail: mhmdtaha786@gmail.com

## دعائیہ کلمات

## شیخ طریقت، ولی کامل حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب دامت فیوضہم

## خلیفہ مجاز قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم


MADRASSA ANWAAR-E-SAHABA
JAMIA MASJID SIDDIQ-E-AKBAR
ELAH ABAD CHUR HURPAL RAWALPINDI-26 Tel: 860372


بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلی آلہ واصحابہ الاتقیاء

اما بعد! مخدوم ومکرم حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب زید مجدہ نے مجھ بے علم وعمل کو اپنی مبارک تالیف (تفہیم الفقہ) پر دعائیہ کلمات تحریر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ کتاب کی علمی اور فقہی برکات پر اہل علم بزرگوں کی رائے اور کتاب کی مدارس میں داخل نصاب ہونے اور دیگر زبانوں میں تراجم کی خوش خبری سے اس کی افادیت واضح ہے، اہل علم کے علاوہ عام مسلمانوں کی بھی یہ ایک ضرورت ہے۔ واقعی یہ ایک مبارک کام ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے ایک ایسے بندے سے لے رہے ہیں جو علمی دنیا سے وابستگی کے ساتھ ساتھ روحانی دنیا سے بھی وابستہ ہیں، کتاب کے دونوں حصے ظاہری وباطنی خوبیوں سے مزین ہیں، اللہ جل شانہ قبول فرمائیں کہ اصل چیز قبولیت عند اللہ ہے، اللہ ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، اللہ جل شانہ حضرت مؤلف اور ہم سب کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح یریدون وجھہ اور یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا کے زمرے میں شامل فرمائے اور ہمیشہ ہمیں یہ مبارک کام نصیب فرماتے رہیں: وما ذالک علی اللہ بعزیز

فقط والسلام

فقیر محمد عزیز الرحمن عفی عنہ

26 ربیع الاول 1436ھ

# دعائیہ کلمات

## استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہم

## خادم علوم نبوی ودارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

**Mufti Ghulam Ur Rahman**
Khadim-e-Ulum-e-Nabvi & Darul Ifta
Jamia Usmania Peshawar.

مفتی غلام الرحمٰن
خادم علوم نبوی ودارالافتاء
جامعہ عثمانیہ پشاور

Date: 20-11-014
Ref No: 636

گرامی قدر جناب حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج بخیر!

آپکا مراسلہ اور دو جلدوں پر مشتمل ''تفہیم الفقہ'' کتاب کا انمول تحفہ موصول ہوا۔ علمی ومعلوماتی ہدایا کی ترسیل کے سلسلے میں آپ کی اس نوازش پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ مراسلہ سے آپ کی دینی وابستگی سے آگاہی پر دلی مسرت محسوس ہوئی۔ جامعہ اشرف المدارس میں دارالافتاء کی مسئولیت، امامت وخطابت اور تصنیف وتالیف سے گہری مناسبت خوش آئند خدمات ہیں۔ مزید براں تصنیفی خدمات سہارا بنا کر اندرونی اور بیرونی ملک ارباب علم کے ساتھ تعلق اور ان کی دیرینہ دعاؤں کا حصول آپ کا اپنے اکابر پر اعتماد کا بین ثبوت ہے۔ اس سلسلے میں مجھ جیسے سیہ کار کے ساتھ رابطہ اور اپنی تصنیف کے متعلق تأثرات طلب فرمانا بھی آپ کی وسعت ظرفی ہے۔

بہر حال ''تفہیم الفقہ'' ایمانیات، عقائد کے اہم احکام اور فقہ اسلامی کے ضروری مسائل کے بیان پر مشتمل آپ کی ایک عمدہ کاوش ہے۔ جس میں آپ نے سہل انداز اور عام فہم اسلوب اختیار کر کے قارئین کے لیے مسائل کا سمجھ آسان کرنے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ ازیں مسائل سمجھ کر ذہنی استحضار کے لیے ہر باب کے اندر مسائل ذکر کرنے کے بعد متعلقہ باب کے مطابق سوالات اور اہم مسائل کا صحیح اور غلط پہلو لکھ کر صحیح اور غلط کے نشانات کے ذریعہ قاری کے سمجھ کے جانچ پڑتال کے لیے عملی مشق کا اضافہ بھی کتاب کی اہم خوبی ہے۔ اگرچہ کتاب کے مسائل واحکام عقائد اور فقہ کی کئی کتابوں سے بآسانی دستیاب ہیں لیکن آپ کے انداز بیان نے ان میں ایسی جدت پیدا کی کہ کتاب نئی تحقیق کا شاہکار ہے۔ رب کریم آپ کے ان دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کی اس محنت کو ثمر آور فرما کر مخلوق خدا کے رشد وہدایت کے لیے عمدہ ذریعہ ثابت فرمائے۔ آمین

۲۲/۱۱

مفتی غلام الرحمٰن

جامعہ عثمانیہ پشاور

# فہرست

## سبق نمبر ۲ شرک کی حقیقت اور اس کا حکم

## سبق نمبر ③ یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ

## سبق نمبر ④ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں عقائد (حصہ اوّل)

## سبق نمبر ⑤ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں عقائد (حصہ دوم)

## سبق نمبر ⑥ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق عقیدے

## سبق نمبر ⑦ فرشتوں کے بارے میں ضروری عقائد

## سبق نمبر ⑧ آسمانی کتابیں

## سبق نمبر ⑨ قیامت اور علاماتِ قیامت



## سبق نمبر ⑩ خروج دجال

## سبق نمبر ⑪ عالَم آخرت کے بارے میں

## سبق نمبر ⑫ جنت

## سبق نمبر ⑬ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ

## سبق نمبر ⑭ معجزات

## سبق نمبر ⑮ فرقِ باطلہ

## سبق نمبر ⑯ سنت اور بدعات وخرافات

## سبق نمبر ۱۷ فتنہ انکارِ حدیث

## سبق نمبر ⑱ فتنوں کی اقسام

## سبق نمبر ⑲ تقلید کی شرعی حیثیت

## سبق نمبر ⑳ تلاشِ حق (حق اور باطل فرقوں کی پہچان قرآن وسنت کی روشنی میں)

# صدائے مؤلف

**الحمدلله رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین وعلی اٰلہٖ و اصحابہ الطیبین وعلی کل من تبعھم باحسان الی یوم الدین**

آج سے چودہ صدیاں پہلے میرے محبوب آقا، سرکارِ دوعالم ﷺ نے قربِ قیامت کی علامات بیان فرماتے ہوئے جو پیش گوئیاں ارشاد فرمائی تھیں، ان کی صداقت آج ہم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔

ان پیش گوئیوں میں سے ایک علامت اس حدیث میں بیان کی گئی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "صحیح مسلم" میں ان الفاظ سے روایت فرمایا ہے:

**"بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا" (مسلم: ۱/۷۶)**

"تاریک رات کے (گہرے تاریک) ٹکڑوں کی طرح تاریک فتنے آنے سے پہلے پہلے جلدی جلدی اعمال کرلو۔ ان فتنوں کی اندوہ ناکی ایسی ہوگی کہ آدمی صبح ایمان کی حالت میں کرے گا مگر شام تک کافر ہوجائے گا۔ اور شام مؤمن ہونے کی حالت میں کرے گا مگر صبح ہونے تک کافر ہوجائے گا۔ تھوڑی سی دنیا کے بدلے اپنا دین فروخت کردے گا۔"

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دینِ متین کی تجدیدی خدمات کے لیے چن لیا تھا، جن کی تعلیمات و برکات سے چار دانگ عالم فیض یاب ہوئے اور یہ مبارک سلسلہ ہنوز جاری ہے) نے نہایت ناصحانہ اور حکیمانہ انداز میں اپنے دور میں پھیلنے والے الحاد اور بے دینی کا نقشہ کھینچتے ہوئے نصیحت فرمائی ہے:

"میں بطور نصیحت اور خیر خواہی کہتا ہوں کہ جہاں دولہا کی صحت، نسب اور حیثیت وغیرہ دیکھتے ہو، اللہ کے واسطے اور رسول ﷺ کے واسطے! اس کا اسلام بھی دیکھ لیا کرو، وہ زمانہ گیا

کہ دولہا کے صرف افعال دیکھے جاتے تھے کہ نمازی اور پرہیزگار بھی ہے یا نہیں، اب تو وہ زمانہ ہے کہ اگر یہی دیکھ لیا کرو تو بہت ہے کہ وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ اور لڑکی مسلمان کے گھر جا رہی ہے یا کافر کے گھر؟ آج کل کے تعلیم یافتہ ایسے آزاد ہوئے ہیں کہ بہت سوں کا ایمان اور اسلام ہی باقی نہیں، یقیناً کافر ہیں، ان سے نکاح صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔"

(جواہرات حکیم الامت: ۱/ ۱۳۸)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"خدا بچاوے، آج کل تو ضرورت اس بات کی ہے کہ نکاح کے وقت یہ بھی دیکھ لیا جاوے کہ کافر سے نکاح کیا جارہا ہے یا مسلمان سے، پہلے زمانے میں تو لڑکوں کے اعمال دیکھے جاتے تھے کہ نمازی اور پرہیزگار بھی ہے یا نہیں، اب وہ زمانہ ہے کہ ایمان پر آ بنی ہے، اعمال کو چھوڑو، اگر ایمان ہی داماد کا صحیح سالم ہو تو بڑی خوش قسمتی ہے۔ ایسی نظیریں اس وقت کثرت سے موجود ہیں کہ ایک شریف اور پکے مسلمان دیندار کی لڑکی اور وہ ایک ایسے لڑکے کے تحت میں ہے کہ وہ ضروریاتِ دین کا بھی قائل نہیں ہے، مگر دونوں خاندان خوش ہیں اور اولاد بھی ہو رہی ہے اور علانیہ اس (دولہا) نے کلماتِ کفر بکے اور کسی کے کان پر جوں بھی نہیں رینگی۔ اگر کوئی دوسرا آدمی کچھ کہے تو سب لوگ مارنے مرنے کو تیار ہو جاویں کہ ہماری لڑکی کو بدکار بتلایا جاتا ہے، مصیبت ایسی لڑکیوں کی ہے کیونکہ وہ اگر دیندار ہوئیں اور جانتی ہوئیں کہ نکاح باقی نہ رہا تو ان پر کیا گزرے گی!! ظالموں کے ہاتھ میں ہیں اور بے بس ہیں، ماں باپ ہی نے ان کو کنویں میں دھکا دیا ہے تو دوسرا کون دادرسی کرے۔" (الظاہر: ۲۸)

غور فرمائیے! یہ اُس زمانے کی بات ہے جبکہ حالات اور لوگوں کی طبیعتوں میں سلامتی آج کے دور سے کہیں بڑھ کر تھی۔ اولیاء کرام، علمائے دین اور شعائر اسلام کی بے حرمتی آج کے دور کی طرح نہ تھی، لوگوں میں بزرگوں اور علماء کا ادب اور پاس لحاظ بھی تھا۔ مگر آج کل تو حالات اس درجہ بدتر ہو چکے ہیں کہ اہل دین اور اہل ایمان منہ چھپا کر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ عزت اور نیک نامی اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلا نافرمانی کرنے والوں، بے حیائی اور فواحش کو فروغ دینے والوں، دین اور شعائرِ اسلام کا مذاق اڑانے والوں کو سمجھا جا رہا ہے۔ ہر طرف بے دینی اور الحاد کی آگ لگی ہوئی ہے۔ ہر طرف فتنہ کا بازار گرم ہے، ہر طرف شر کا دور دورہ ہے، ایمان و عقیدہ

کے لالے پڑے ہوئے ہیں، نوجوان نسل جو قوم وملت کا انتہائی بیش قیمت سرمایہ ہے، بے دینی والحاد کی گمراہ کن وادیوں میں دھکیلی جارہی ہے، سوائے اُن گنتی کے چند نوجوانوں کے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور صالحین کی ایمانی صحبت نصیب فرمادی۔ اہل اللہ کا ساتھ اور علماءِ حق اور فقہاءِ کرام کی معیت میسر فرمادی یا دعوت وتبلیغ کے مبارک سلسلے سے وابستہ ہوگئے، انہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کن اور تباہ کن ابلیسی یلغار میں محفوظ قلعہ نصیب فرمادیا۔ مگر ہائے افسوس! وہ حضرات جو آگ بجھانے والے ہیں، ان میں بھی ایسے لوگ کم نہیں، جو آگ بجھانے سے زیادہ نام کمانے میں مصروف ہوگئے، دین اور ملت کا درد رکھنے کا دعویٰ کرنے والوں میں ایسوں کی کمی نہیں رہی جنہیں دین اور اُمت کے درد سے بڑھ کر اپنی ذات، اپنی جماعت اور اپنے ادارے کی عزت عزیز ہوگئی ہے۔

اے اربابِ بصیرت! اے اُمت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا درد رکھنے والو! اپنے اردگرد ماحول پر نظر ڈالو! نوجوانوں کے افکار کو قرآن وسنت کے آئینے میں دیکھو۔ جدید دانش گاہوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی آغوش میں علمِ جدید کی روشنی حاصل کرنے والوں کا مطالعہ تو کرو! میڈیا کی اس زہریلی آلودگی کو دیکھو! جس نے اچھے بھلے ایمان والوں کے گھروں میں کفر وشرک، الحاد وبے دینی، قرآن وسنت میں تبدیلی وتحریف کے راستوں کو چوپٹ کھول دیا ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ چودہ صدیوں سے دین وایمان کی مسلّم تعلیمات، عقائد اور افکار وخیالات کے مضبوط قلعوں میں میڈیا، اخبارات، رسائل، ٹی وی چینلز اور نیٹ کے بے دریغ استعمال نے کیسی کیسی دراڑیں پیدا کردی ہیں!!

”ریاض الجنۃ“ کی مقدس اور معطر فضا میں زبانِ قلم یہ دعا کرنے پر مجبور ہے کہ ربِّ کریم اپنی رحمت سے دین کا علم تھامنے والوں کو اپنی ذات کے پُرخار جنگل سے نکال کر اخلاص وللّٰہیت کے پُربہار باغات کی سکونت عطا فرمادے۔ آمین

اُمتِ مسلمہ کی نوجوان نسل کے ایمان وعقیدہ کی حالتِ زار کو دیکھ کر دل کڑھتا رہتا تھا کہ جو بڑی تیزی کے ساتھ بے دینی، الحاد، فکری ارتداد، بے ایمانی، شعائرِ دین کی توہین وتحقیر کے سیلاب میں بہتی چلی جارہی ہے، اُدھر بہت سے عمر رسیدہ لوگوں کا ایمانی چہرہ بھی آئینۂ شریعت میں داغدار نظر آرہا تھا۔ ایسے لوگ جن کی اللہ ربّ العزت سے ملاقات کا وقت بظاہر قریب آچکا ہے، مگر اس ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان ناقص اور نامکمل ہے، یہ سوچ کر دل پر غم کے گہرے بادل چھا جاتے کہ یا اللہ! رحم فرما آخر کیا بنے گا؟ کیونکہ آخرت میں نجات کے لیے

جن مسلمہ عقائد اور ایمانیات کی ضرورت ہے، نئی نسل ان سے قطعاً بے خبر ہو رہی ہے۔ مادی دنیا کی چمک دمک نے آنکھوں کو ایسا خیرہ کر دیا ہے کہ حق و باطل کی پہچان ختم ہوتی جا رہی ہے، میڈیا نے بھی رہی سہی ایمانی کسر نکال دی، نیٹ کے بے دریغ استعمال نے عظمتِ دین، فکرِ آخرت، حمیتِ اسلام کا جنازہ نکال دیا۔ ان مُلحدوں اور بے دینوں کو میڈیا اور نیٹ کے ذریعے ہمارے گھروں میں بٹھایا جا رہا ہے جن کی صحبت سے ایسے فرار اختیار کرنا چاہیے تھا جیسے بھوکے شیر سے فرار اختیار کیا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ دیکھ کر عرصۂ دراز سے بڑی شدت کے ساتھ قلبِ ناچیز میں یہ تقاضا بار بار پیدا ہوتا رہا کہ بے دینی اور الحاد کے طوفان کے سامنے بند باندھنے کے لیے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جس میں "عقائدِ اسلام" عام فہم انداز میں بیان ہوں اور پھر ہر سبق کے ساتھ ایسی مشقیں ہوں جن کے حل کرنے سے ایمان اور عقیدہ کی جڑیں دل میں راسخ ہو جائیں۔

الحمدللہ تعالیٰ علیٰ توفیقہ! ربِّ کریم کی توفیق سے ناکارہ نے "جامع مسجد عسکری 5" ملیر کینٹ کراچی میں (جہاں بندہ امامت و خطابت کے فرائض انجام دے رہا ہے) ایسے ہی درس کا، مخصوص اہداف اور مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے آغاز کیا۔ اس ناکارہ کے شرکاءِ درس میں اکثریت ان دوستوں کی ہے جو پاکستان آرمی کے کلیدی عہدوں پر فائز رہے ہیں یا فی الحال خدمات انجام دے رہے ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر عقائد اور ایمانیات کے اس حصہ کو مرتب کر کے عملی مشقوں کے ساتھ سبق ہوتا رہا، دل کو سرور پہنچانے والی باتیں سامنے آئیں، شرکائے درس نے اپنی دلچسپی اور بے انتہا رغبت کے ذریعے قلبِ مضطر کو بڑا حوصلہ دیا۔ بحمدہ تعالیٰ! ایمان کی تازگی اور عقائد کی اصلاح کے باب میں حوصلہ افزا نتائج سامنے آئے۔

الحمدللہ! یہ مجموعہ جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر آپ حضرات کے ہاتھوں میں آیا ہے، انہی دروس اور حقیر کاوشوں پر مشتمل ہے۔

اس تالیف میں قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور عقائد کے بیان پر مشتمل اسلاف اُمت اور اکابر علماء کی بہت سی عربی اور اردو کتب سے استفادہ کیا گیا، جن میں خاص طور پر شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی "عقائد اسلام"، اور برادرِ محترم، گرامی قدر فاضل، مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب حفظہ اللہ کی کتاب "عقائد اہل السنۃ والجماعۃ" سے خوب خوب مدد لی گئی، عقلی دلائل میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل سے بھی کافی استفادہ کیا گیا۔ مولائے کریم ان حضرات کو آخرت میں اپنی شایانِ شان اجر عطا

فرمائے، جن کی خدمات کو مزید آگے پھیلانے میں یہ بندہ ناچیز شریک ہونے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اس کتاب کی تیاری، مکمل کمپوزنگ، ترتیب وتزئین میں میرے جن عزیز طالب علم ساتھیوں کی دن رات کی انتھک محنت شامل ہے، دعائیہ کلمات میں ان کا ذکر ضروری بھی اور شکر و سپاسی کا تقاضا بھی، دوران تحریر یہ حضرات بندۂ ناچیز کے پاس جامعہ اشرف المدارس کراچی کے دارالافتاء میں تخصص فی الافتاء کے طالب علم ہیں۔ ان میں ایک عزیز القدر مولانا ارسلان محمود، ساکنِ گوجرانوالہ (فاضلِ جامعہ دارالعلوم کراچی) اور دوسرے عزیز القدر مولانا زاہد محمود، ساکنِ تلمبہ (فاضل جامعہ عمر بن الخطاب ملتان) ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی محنت، لگن اور اخلاص کا اس تالیف کی تکمیل میں بنیادی کردار ہے، مولائے کریم سے روضۂ رسول (علی صاحبہا صلوٰۃ والسّلام) کے سائے میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت و خدمت کو قبول فرما کر آقائے دو عالم، رحمت کائنات، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت اور اجرِ جزیل عطا فرمائیں اور اس خدمت کی برکت سے مستقبل میں بعافیتِ تامہ مزید سے مزید خدماتِ دینیہ مقبولہ کے لیے موفّق فرمائیں۔ آمین

۞ ۞ ۞

یہ بندۂ ناچیز اپنے کریم مولا و مالک کا کس زبان اور کن الفاظ سے شکر ادا کرے جس نے محض اپنے فضل و کرم سے "تفہیم الفقہ" کی جلد اول کی تالیف کی توفیق عطا فرمائی۔ عبادات کے مسائل پر مشتمل جدید طرزِ بیان اور عملی مشقوں کے ساتھ تقریباً دس سال پہلے جب یہ کتاب منظر عام پر آئی تو اہلِ علم اور طلبائے علومِ دین نے خصوصاً اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے عموماً اپنے مطالعہ اور درس و تدریس کے ذریعے اسے خوب شرفِ پذیرائی بخشا۔ ربّ کریم کی عطا اور اپنے محبوب آقا محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت ہے کہ اس کی پندرہ اشاعتیں جن میں سے بعض ایڈیشن کئی ہزار کی تعداد پر مشتمل تھے نو دس سال کے مختصر عرصہ میں منظرِ عام پر آ گئی ہیں۔ **وَلِلّٰہِ الحمدُ علی ذلك اولاً وآخراً**۔ عقائد کے بیان پر مشتمل مجموعے کو بھی حضراتِ متقدمین کی اصطلاح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے (جس میں لفظِ "فقہ" وسیع تر مفہوم کا حامل تھا) "تفہیم الفقہ" میں شامل کرنا مناسب معلوم ہوا، لہٰذا یہ کتاب "تفہیم الفقہ" کے حصہ اول کے طور پر شائع ہو رہی ہے۔

۞ ۞ ۞

# حضرات علمائے کرام واساتذہ کرام سے دردمندانہ التجاء

حضرات علمائے کرام، بالخصوص مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اور مساجد کے ائمہ کرام سے بھرپور اُمید ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں عظیم اجر وثواب کی نیت سے اور اُمت مسلمہ کی نسلِ نو کے عقائد وایمان کی حفاظت، اور الحاد وبے دینی کے طوفانوں کے سامنے بند باندھنے کے لیے مدارسِ اسلامیہ عربیہ اور مساجد کے حلقۂ درس میں "تفہیم الفقہ" کو داخلِ نصاب فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ! یہ کتاب ان حضرات کے لیے دینی اور ایمانی دعوت کی نشر واشاعت کے سلسلے میں اپنے فرضِ منصبی سے عہدہ برآ ہونے میں بڑی حد تک معاون ثابت ہوگی۔

یہ بات ذہین نشین رہے کہ کوئی بھی انسانی کوشش ہو، بہرحال غلطی کا امکان موجود رہتا ہے، خاص طور سے ایک طالب علم اور علم وعمل سے تہی دامن کا ایسے حساس نوعیت کے موضوع پر قلم اٹھانا اور بھی بڑی بھاری ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانے کے مترادف ہے۔ میری حضراتِ علماء کرام اور فقہاء عظام سے، جن کا بجا طور پر منصب دینی سرحدوں اور حدودِ شریعت کی حفاظت بھی ہے، دست بستہ التماس ہے کہ جہاں بھی غلطی محسوس فرمائیں تو مدلل اصلاح کے ذریعے اخروی مواخذہ سے بچنے میں ناکارہ مولّف کی مدد فرمائیں۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہِ قدوسی میں دعا ہے کہ وہ اس تالیف کو شرفِ قبول اور حُسنِ قبول نصیب فرما کر اِس ناکارہ، اس کے والدین، مشائخِ عظام، اعزہ واحباب اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرہ آخرت بنادیں اور دنیا وآخرت میں اپنی رضا رضا نصیب فرمادیں اور جس مقدس ترین ہستی، سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ مبارک کے سائے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کلمات لکھنے کی محض اپنے فضل سے توفیق عطاء فرمائی ہے، اس محبوب ﷺ کے قلبِ اطہر میں سرور پیدا فرمادیں اور آخرت میں محض اپنے فضل سے ان کی شفاعت اور ان کا ساتھ نصیب فرمادیں، آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

احقر محمد نعیم عفا اللہ عنہ

نزیل المدینۃ المنورۃ زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً

کتبہ فی رحاب المسجد النبوی الشریف بالمدینۃ المنورۃ

۱۴ ربیع الاوّل ۱۴۳۵ھ

سبق نمبر ①

# ایمان کی حقیقت، شرائط اور اوصاف

ایمان کی حقیقت، شرائط اور اوصاف کو جاننے سے پہلے تین باتیں بطورِ تمہید کے سمجھ لیجیے۔

① ایمان لانا کتنا آسان ہے ② حدیث کی اقسام ③ خیالات کی اقسام

## ① ایمان لانا کتنا آسان ہے:

اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم فرمایا اور انسانوں کو ان کا مکلف فرمایا دو قسموں پر مشتمل ہیں۔

① بعض وہ امور ہیں جن کے کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، جیسا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد وغیرہ

② بعض وہ امور ہیں جن میں ایک انسان مبتلا ہوجاتا ہے ان کے چھوڑنے کا حکم فرمایا گیا جیسے شرک، بدعات، جھوٹ، چوری، بدعقیدگی، غلط نظریات اور افکار، وغیرہ وغیرہ، ان امور کی ایک طویل فہرست ہے۔

پہلی قسم کو ہم افعال سے اور دوسری قسم کو متروکات (یعنی ترک افعال) سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ پہلی قسم کے اعمال جو افعال کے قبیل سے ہیں کچھ کرنا پڑتا ہے، جسمانی یا مالی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، لیکن دوسری قسم کے اعمال میں جو متروکات میں سے ہیں انسان کو کچھ نہیں کرنا پڑتا کیونکہ ترک کا معنی ہے چھوڑنا اور کسی فعل بد کو چھوڑنے، کسی غلط عقیدہ کے ترک کرنے میں ایک ذرہ برابر بھی جسمانی اور مالی مشقت برداشت نہیں کرنا پڑتی۔

جی ہاں! اس بات سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا ہے کہ محور عقیدت ومحبت کو بدلنا (جس کے ساتھ عبادت ومحبت اور اطاعت کا تعلق ہوتا ہے) ایک گونا مشکل بات ہے جیسے بتوں اور معبودان (هجر) پر خاک ڈالتے ہوئے ساری عقیدت اور ایمان کا محور ایک ہی ذات وحدہ لاشریک اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بنانا گو مشکل ہے، لیکن یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن اہل کتاب کے لیے جو ظہورِ اسلام کے بعد اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام قبول کریں، ان کی قربانی اور مشقت کو دیکھتے ہوئے دگنے ثواب کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۞ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝ (القصص: ۵۲ ـ ۵۴)

ترجمہ: "جن کو ہم نے قرآن سے پہلے آسمانی کتابیں دی ہیں، وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور جب وہ ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم: اس پر ایمان لائے، یقیناً یہ برحق کلام ہے جو ہمارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے، ہم تو اس سے پہلے بھی اسے مانتے تھے۔ ایسے لوگوں کو ان کا ثواب دہرا (ڈبل) دیا جائے گا، کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا اور وہ نیکی سے برائی کا دفعیہ کرتے ہیں، اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے، اس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔"

## ۲ حدیث کی اقسام:

حدیث، نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال، اور آپ ﷺ کی تقریرات کو کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات عالیہ کو "قولی حدیث"، افعال مبارکہ کو "فعلی حدیث" اور کسی متبع شریعت (یعنی مسلمان) کے آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کرنے یا اس کے کام پر مطلع ہونے پر خاموشی اختیار فرمانے کو "تقریری حدیث" کہتے ہیں، حدیث کو خبر بھی کہتے ہیں اور خبر کی تین اقسام ہیں:

### ① خبرِ متواتر:

جس حدیث کے راوی ہر زمانے میں اتنی تعداد میں ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا یا اتفاقاً ان سے جھوٹ صادر ہونا محال ہو، اس کو "حدیث متواتر" یا "خبر متواتر" کہتے ہیں۔

### ✱ خبرِ متواتر کا حکم:

خبر متواتر کے قطعی ہونے کا علم ہو جانے کے بعد اس کا منکر کافر ہے۔

### ② خبرِ مشہور:

جس حدیث کے راوی ہر زمانے میں اس قدر کثیر نہ ہوں، البتہ کسی زمانے میں تین سے کم بھی نہ ہوں، اس کو خبر مشہور کہا جاتا ہے۔

### خبرِ واحد کی تعریف اور حکم:

جس حدیث کے راوی کسی زمانہ میں تین سے کم ہوں اس کو "خبر واحد" کہا جاتا ہے۔

خبر واحد کا منکر کافر نہیں، تاہم ضال، مضل اور فاسق وفاجر ہے۔

خبر متواتر یقین کا فائدہ دیتی ہے اور خبر واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے۔

## ③ خیالات کی اقسام:

انسان کو آنے والے خیالات کی چند اقسام ہیں۔

① شک ② وہم ③ ظن غالب ④ یقین

① شک: انسان کو آنے والے جس خیال کی دونوں جانبیں برابر ہوں یعنی ۵۰، ۵۰ فی صد ہوں تو اس آنے والے خیال کو شک کہتے ہیں۔

② وہم: آنے والے خیال کی جو جانب ۵۰ فی صد سے کم ہو اسے وہم کہتے ہیں۔

③ ظن غالب: آنے والے جس خیال کی جو جانب ۵۰ فی صد سے زائد ہو اسے ظن غالب کہا جاتا ہے۔

④ یقین: جس خیال کی ایک جانب ۱۰۰ فی صد ہو اور جانب مخالف میں ایک فی صد بھی نہ ہو تو اسے یقین کہا جاتا ہے۔(شامیہ: ۲/۷۷)

## ایمان کی تعریف:

ایمان کا لغوی معنی ہے، امن دینا، اعتماد کرنا، کسی کو بے خوف کرنا، کسی کو سچا سمجھ کر اس کی بات پر یقین کرنا وغیرہ۔

ایمان کا اصطلاحی اور شرعی معنی ہے، نبی کریم ﷺ سے دین کی جو بات قطعی طور پر ثابت ہے اسے دل وجان سے تسلیم کرنا۔

**وَاَمَّا فِی الشَّرْعِ فَهُوَ التَّصْدِیْقُ بِمَا عُلِمَ مَجِیْءُ النَّبِیِّ ﷺ بِهٖ ضَرُوْرَةً تَفْصِیْلًا فِیْمَا عُلِمَ تَفْصِیْلًا وَاِجْمَالًا فِیْمَا عُلِمَ اِجْمَالًا** (روح المعانی: ۱/۱۱۰)

ترجمہ: "شریعت میں ایمان نام ہے ان تمام امور کی تصدیق کرنے کا جن کا حضور ﷺ سے ثابت ہونا ضرورۃً معلوم ہو گیا ہو، جن کے بارے میں تفصیلی علم ہو ان پر تفصیلاً اور جن کے بارے میں اجمالی علم ہو ان پر

اجمالی ایمان لانا۔"

## ضروریاتِ دین:

ان تمام چیزوں کو جو نبی کریم ﷺ سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہیں "ضروریاتِ دین" کہا جاتا ہے، مومن بننے کے لیے ان تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانا ضروری ہے، ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کے انکار سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

## ایک خوبصورت مثال:

ایمان کی اس حقیقت کو ایک خوبصورت مثال کے ذریعہ سمجھیے اور وہ مثال یہ ہے کہ ایک ٹب پانی کے پاک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ہر ہر حصہ اور قطرہ پاک ہو البتہ ناپاک ہونے کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ اس کا ہر ہر جزء اور ہر ہر قطرہ ناپاک ہو بلکہ اگر اس کا ایک جزء یا ایک قطرہ بھی ناپاک ہو گیا تو سارا پانی ناپاک سمجھا جائےگا پس اس مثال سے سمجھیے کہ مومن ہونے کے لئے ضروریات دین میں سے ہر ہر بات کی تصدیق ضروری ہے اور کافر ہونے کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ ہر ہر بات کا انکار کرے بلکہ کسی ایک بات کا انکار بھی اس کے باطن کو ناپاک بنا دیتا ہے اور آدمی کافر ہو جاتا ہے اسی طرح یوں سمجھیے کہ مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پر ایمان لائے لیکن کافر ہونے کے لئے کوئی ضروری نہیں کہ ہر ہر آیت کا انکار کرے بلکہ کسی ایک آیت کا انکار بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

## اہم نوٹ:

ایمان کی تعریف میں جس تصدیق کا ہونا شرط ہے اس سے مراد تصدیقِ قلبی یعنی دل سے اس کو سو فیصد سچا ماننا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ تصدیق دل کا فعل ہے اور شہادت سے مراد یہ ہے کہ اس تصدیق اور یقین کا جو دل میں موجود ہے زبان سے اقرار کرنا اور زبان سے گواہی دینا، اللہ تعالیٰ کے یہاں مومن ہونے کے لئے تصدیقِ قلبی ہونا ضروری ہے لیکن عام مسلمانوں کے معاشرہ میں کسی کو مومن سمجھنے کے لئے کلمہ شہادت پڑھنا یعنی زبان سے اقرار کرنا شرط ہے۔

## ضروریاتِ دین کی مثالیں:

ضروریاتِ دین بہت ساری ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات پر ایمان لانا، فرشتوں پر ایمان لانا، آسمانی کتابوں پر ایمان لانا، اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لانا، قیامت پر ایمان لانا، تقدیر پر ایمان لانا، موت کے بعد زندہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ ارکانِ اسلام کی فرضیت کا قائل ہونا، سود، زنا، جھوٹ اور فرائض اسلام کی عدمِ ادائیگی کی حرمت کا قائل ہونا وغیرہ۔

## حدیث سے دلیل ①:

عَنْ بَشِيْرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَّةِ يَقُوْلُ : أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- لأُبَايِعَهُ عَلَى الإِسْلاَمِ فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ : « تَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَتُصَلِّي الْخَمْسَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ وَتُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ. (مستدرك للحاكم)

ترجمہ: ”حضرت بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ سے اسلام پر بیعت کروں تو آپ ﷺ نے مجھ پر چند شرائط لگائیں: اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور پانچ وقت نماز پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔“

## حدیث سے دلیل ②:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبِ بن عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عَنْ قَوْلِ رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيه وسَلَّم، كَانَ يَقُولُ: عن عُرَى الإِيمَانِ أَرْبَعٌ ، وَالإِسْلاَمُ تَوَابِعُ، عُرَى الإِيمَانِ : أَنْ تُؤْمِنَ بِالله وَحْدَهُ، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى الله عَلَيه وسَلَّم وَمَا جَاءَ بِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالله وَتَعْلَمَ أَنَّكَ مَبْعُوثٌ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَإِقَامُ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ الْبَيْتِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِ الله -عَزَّ وَجَلَّ. (مسند عبد بن حميد)

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: ایمان کے کڑے چار ہیں، اور اسلام تابع ہے، ایمان کے کڑے یہ ہیں کہ اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ اور محمد ﷺ پر اور جن احکامات کے ساتھ مبعوث

ہوئے ان پر، اور اللہ پر ایمان لاؤ اس طرح کہ تمہیں یقین ہو کہ مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور اللہ عزوجل کے راستے میں جہاد کرنا۔"

## اہم نوٹ:

یاد رہے کہ کسی بھی چیز کے ضروریاتِ دین میں سے ہونے کے لیے یہ لازمی نہیں کہ وہ ممنوعات میں سے حرام درجے کا کام ہو یا اوامر میں اس کا درجہ فرض کے برابر ہو بلکہ کوئی مستحب یا مباح چیز بھی اگر اسی معیار یعنی تواتر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو تو بھی وہ چیز ضروریاتِ دین میں شامل ہوگی جیسے مسواک کو پسند کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطعیت کے ساتھ منقول ہے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ مسواک کا مستحب ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

## ایمان کی حقیقت، تصدیق قلبی:

اصل ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے، زبان سے اقرار کرنا اجرائے احکامِ اسلام کے لیے شرط ہے کہ ہمیں آدمی کا مسلمان ہونا زبانی اقرار سے ہی معلوم ہوگا۔ ایک شخص دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے اقرار نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مسلمان ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ (المجادلة: ۲۲)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

قال النبی ﷺ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ، ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ. (جامع ترمذی: ۲/۶۶۸)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے دلوں کے پلٹنے والی ذات! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھئے۔

قال الامام الاعظم رحمہ اللہ فی کتابہ الوصیة: ثم العمل غیر الایمان، والایمان غیر العمل، بدلیل ان کثیرا من الاوقات یرتفع العمل من المومن، ولا یجوز ان یقال یرتفع عنه الایمان، فان الحائض ترتفع عنها الصلوٰة، ولا یجوز ان یقال یرتفع عنها الایمان او امر لها بترك الایمان. (شرح فقه اکبر: ۸۹)

ترجمہ: امام اعظمؒ نے اپنی کتاب الوصیۃ میں فرمایا: کہ عمل ایمان کا غیر ہے، اور ایمان عمل کا غیر ہے، دلیل یہ ہے کہ اکثر اوقات مومن انسان سے عمل ختم ہوجاتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ یہ کہا جائے کہ مومن انسان سے ایمان مرتفع ہوگیا، جیسے حائضہ عورت سے نماز مرتفع ہوجاتی ہے، لیکن ایسا نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے ایمان مرتفع ہوگیا، یا اسے ترکِ ایمان کا حکم دیا جائے۔

## ضروریاتِ دین کی اقسام

ضروریاتِ دین بعض تفصیل کے ساتھ بتائی گئی ہیں اور بعض اجمالاً۔ جو ضروریاتِ دین تفصیلاً بتائی گئیہیں، ان پر تفصیلاً ایمان لانا ضروری ہے، مثلاً نماز پر اس کے متعلقہ بتلائی گئی ہیئت و کیفیت سمیت ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا تو قائل ہے لیکن اِس تفصیل کے ساتھ قائل نہیں وہ مومن نہیں۔ اور جو ضروریاتِ دین اجمالاً بتائی گئی ہیں، مثلاً فرشتوں پر ایمان لانا وغیرہ، ان پر اجمالاً ایمان لانا کافی ہے۔

## شرائط ایمان:

### ① ایمان کی پہلی شرط۔ضروریاتِ دین کا ماننا:

ایمان کا لغوی معنی تصدیق قلبی ہے یعنی دل سے کسی بات کو حق اور سچ سمجھنا اور شریعت کی اصطلاح میں ان تمام امور کو دل سے سو فی صد سچا سمجھنا جو آنحضرت ﷺ سے ہم تک بطریق متواتر یعنی قطعیت کے ساتھ پہنچے ہیں (ان تمام امور کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے)، نبی ﷺ کے بھروسہ پر ان تمام امور کو مان لینے کا نام ایمان ہے۔

### ② دوسری شرط۔یقین کامل:

یاد رہے کہ کسی بھی شخص کے مومن ہونے کے لئے سو فی صد یقین کا درجہ حاصل کرنا شرط ہے چنانچہ ضروریاتِ دین میں سے جس جس پر ایمان لانا لازم ہے اس میں سو فی صد یقین کا ہونا ضروری ہے مثلاً قیامت پر ایمان لانا شرط ہے لہٰذا مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسے قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں سو فی صد یقین ہو اس میں ایک فی صد بھی تردد اور شک کی گنجائش نہیں ہے۔

## ایک اہم سوال:

کیسے معلوم ہوگا کہ سو فیصد یقین حاصل ہو چکا ہے یا نہیں؟

## جواب:

اگر ایمان کے خلاف وسوسہ آنے پر ناگواری ہو تو یہ علامت ہے کہ سو فیصد یقین حاصل ہو چکا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ. قَالَ «وَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ». قَالُوا نَعَمْ. قَالَ «ذَاكَ صَرِيحُ الإِيمَانِ. (صحیح مسلم: ۸۳/۱)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں ایسی باتوں کے خیالات آتے ہیں کہ جن کو زبان پر لانا ہمارے لیے انتہائی ناگوار ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا واقعی تم کو یہ صورت پیش آتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تو عین ایمان ہے۔"

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ایمان کے خلاف باتوں پر ناگواری کو عینِ ایمان فرمایا ہے، اور عینِ ایمان اسی وقت ہی ہوتا ہے جب سو فیصد یقین دل میں ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خلافِ ایمان بات کے وسوسہ پر ناگواری کا پیش آنا سو فیصد یقین حاصل ہو جانے کی علامت ہے۔

### ③ تیسری شرط۔ اظہارِ برأت:

ایمان کی اہم شرط یہ ہے کہ کفر اور کفر کے تمام لوازمات اور تمام کفریہ مذاہب سے برأت اور بیزاری کا اعلان کیا جائے اور تمام کفریہ باتوں اور کفریہ مذاہب سے برات کا اعلان دراصل تصدیقِ قلبی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

### ④ چوتھی شرط۔ تصدیقِ قلبی:

اللہ تعالیٰ کے ہاں مومنوں کی صف میں شامل ہونے کے لئے ان تمام امور کا محض زبان سے اقرار کافی نہیں بلکہ دل سے تصدیق کرنا لازم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

❁ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا

بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ (المائدۃ:۴۱)

ترجمہ: "اے پیغمبر! جو لوگ کفر میں بڑی تیزی دکھا رہے ہیں، وہ تمہیں غم میں مبتلا نہ کریں، یعنی ایک تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے۔"

## ایمان کی مختلف حیثیتیں

① نفس ایمان ② کمال ایمان ③ حلاوۃ ایمان

### ① نفس ایمان:

کسی بھی شخص کے مؤمن ہونے کے لیے تمام ضروریات دین پر ایمان لانا شرط ہے، ایمان کی یہ حیثیت "نفس ایمان" کہلاتی ہے، کیونکہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کے انکار سے بھی نفس ایمان حاصل نہیں ہوتا اور ایسے شخص کا شمار اہل ایمان کی صف میں نہیں ہوتا۔

ایمان کے اس درجے کا حکم یہ ہے کہ جس شخص کو نفس ایمان حاصل ہوجائے تو وہ اس کی برکت سے "**خلود فی النار**": یعنی ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے سے محفوظ ہوجاتا ہے، ایمان کا یہ درجہ کسی طرح کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رکھتا۔

### ② کمال ایمان:

نفس ایمان کے حصول کے بعد جب کوئی مؤمن اعمال بجالاتا ہے جس میں اوامر بھی داخل ہیں اور منہیات بھی، تو اس کو "کمالِ ایمان" حاصل ہوجاتا ہے، اس کو نور ایمان سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، ایمان کا یہ درجہ اعمال کے ساتھ ساتھ گھٹتا بڑھتا ہے، اعمال میں نقص سے کمال ایمان میں نقص پیدا ہوجاتا ہے اور نور کم ہوجاتا ہے، اعمال میں بہتری سے کمالِ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نور بڑھتا رہتا ہے۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

قطعِ راہِ عشق اے راہرو کبھی ممکن نہیں
ایک سفر ہے تا بمنزل، اک سفر منزل میں ہے

(دوسرے مصرعے میں) منزل تک سفر کی حد تو مقرر ہے (یہی نفس ایمان کی حقیقت ہے) اور منزل کے اندر سفر کی حد نہیں ہے (یہی کمال ایمان اور نور ایمان کی مثال ہے)

ایمان کے اس درجہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے بندہ خلود فی النار کے ساتھ ساتھ جہنم میں دخولِ اوّلی سے بچ جاتا ہے۔

### ③ حلاوت ایمان:

نفس ایمان کے بعد جب بندہ مؤمن کمال ایمانی کے سفر پر گامزن ہوتا ہے تو ایک موقع ایسا آتا ہے کہ اخلاص واحسان کے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محسوس ہونے لگتی ہے، اسی کیفیت کو احادیث مبارکہ میں "وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ" یا "ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اس حلاوت سے مراد معنوی اور روحانی حلاوت ہے جو احادیث میں مذکورہ اعمال کی انجام دہی پر اللہ تعالیٰ نصیب فرمادیتے ہیں، مگر بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ بطور کرامت حسی طور پر اپنے نام کی مٹھاس اور حلاوت عطا فرمادیتے ہیں، شیخ الاسلام مولانا جلال الدین رومیؒ کا شعر ہے:

اللہ، اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اس درجہ کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ "خلود فی النار"، جہنم میں دخولِ اوّلی کے ساتھ ساتھ دنیا میں سلب ایمان کے خطرے سے محفوظ فرمادیتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے: إِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ إِذَا دَخَلَتْ قَلْباً لَا يَخْرُجُ مِنْهُ أَبَداً۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ایمان کی مٹھاس کسی دل میں داخل ہوجاتی ہے تو پھر کبھی بھی اس سے نہیں نکلتی۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے مقربین کی صف میں شامل کرلیتے ہیں، آیات کثیرہ اور احادیث مبارکہ اس پر روشنی ڈال رہی ہیں۔

## کفر کا معنی اور اس کی اقسام:

کفر کا لغوی معنی ہے "الستر" یعنی چھپانا، اصطلاح شریعت میں کفر ایمان کی ضد اور مقابل ہے۔ ایمان کا شرعی معنی ہے جمیع ضروریاتِ دین میں آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرنا، اس کے مقابلے میں کفر کی حقیقت یہ ہوگی:

"تَكْذِيْبُ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ شَيْئٍ مِنْ ضَرُوْرِيَاتِ الدِّيْنِ"

یعنی ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک بات میں بھی حضور ﷺ کی تکذیب کرنا۔ حصولِ ایمان کے لیے تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق ضروری ہے اور کسی کے کافر ہوجانے کے لیے کسی ایک امر ضروری کا انکار کرنا

بھی کافی ہے، ضروریاتِ دین کی تکذیب کی صورتیں بھی مختلف ہیں، تکذیب کی مختلف صورتوں کو کفر کی مختلف قسمیں سمجھا جاتا ہے، علمائے کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں کفر کی کئی صورتیں بیان کی ہیں:

① کفرِ انکار　② کفرِ جحود　③ کفرِ عناد

④ کفرِ نفاق　⑤ کفرِ زندقہ جس کو "کفرِ الحاد" بھی کہا جاتا ہے۔

① **کفرِ انکار:** اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے بھی رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق نہ کرے اور زبان سے بھی صداقت کا اقرار نہ کرے، دل اور زبان دونوں سے انکار ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ (الاحقاف: ۳)

ترجمہ: "اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اس چیز سے اعراض کیے ہوئے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا۔"

② **کفرِ جحود:** اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے دینِ حق کو سچا سمجھتا ہے، اس کی حقانیت کا قائل ہے لیکن زبان سے صداقت کا اقرار نہیں کرتا ہے جیسے کفرِ ابلیس، کفرِ یہود وغیرہ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرۃ: ۳۴)

ترجمہ: "اور جب ہم نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں شامل ہو گیا۔"

③ **کفرِ عناد:** اس کا مطلب یہ ہے کہ دینِ حق کو دل سے بھی سچا سمجھتا ہے اور زبان سے بھی اس کی صداقت کا اقرار کرتا ہے لیکن دینِ حق کے علاوہ دوسرے ادیان سے بیزاری کا اعلان نہیں کرتا اور التزامِ طاعت نہیں کرتا جیسے کفرِ ابوطالب۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ (البقرۃ: ۸۵)

ترجمہ: "کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟"

④ **کفرِ نفاق:** اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں دینِ حق کو جھوٹا سمجھتا ہے لیکن زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا کسی مصلحت سے اعلان اور اقرار کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذَا جَاءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴾ (المنافقون:۱)

ترجمہ: جس وقت منافقین آپ کے پاس آتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

⑤ **کفرِ زندقہ (کفرِ الحاد):** اس کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر تو تمام ضروریاتِ دین کے ماننے کا اقرار کرتا ہے اور کسی امرِ ضروری کا انکار نہیں کرتا لیکن ضروریاتِ دین میں سے کسی امرِ ضروری کا مطلب ایسا بیان کرتا ہے جو صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اور تمام ائمہ امت کے اجماع اور اتفاق کے خلاف ہے، ایسے شخص کو "زِندیق اور مُلحِد" کہا جاتا ہے، مثلاً کتاب وسنت میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے، جنت اور دوزخ کا ثبوت ضروریاتِ دین میں سے ہے، ایک شخص کہتا ہے کہ میں دوزخ و جنت کو مانتا ہوں لیکن جنت سے مراد کوئی خاص نعمتوں والی جگہ نہیں، بلکہ جنت اس سرور اور اِبتہاج کو کہتے ہیں جو نیک افعال کے بعد آدمی کو حاصل ہوتا ہے، اور دوزخ سے مراد وہ ندامت اور گھٹن ہے جو بُرے افعال کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے یہ شخص مُلحِد و زِندیق ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسوّیٰ شرح موطّا میں زندیق کی تعریف ان لفظوں سے فرمائی ہے:

"وان اعترف به ظاهراً لكنه يفسر بعض ما ثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون واجمعت الامة عليه فهو زنديق"

ترجمہ: "اگر ظاہری طور پر تو ان تمام ضروریاتِ دین کا اقرار کرے لیکن دین میں جو باتیں بطورِ ضرورت ثابت ہیں ان میں سے بعض کی تفسیر ایسے کرے جو صحابہ و تابعین اور اجماعِ امت کے خلاف ہو تو یہ شخص زندیق ہے۔"

## ایمان اور اسلام میں نسبت:

ایمان اور اسلام میں تلازم ہے، دونوں ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں، مطلب یہ ہے کہ اسلام کامل معتبر جب پایا جائے گا تو اس کے ساتھ ایمان ضرور ہوگا، جب ایمان کامل پایا جائے گا تو اس کے ساتھ اسلام ضرور ہوگا، اس لیے کہ ایمان نام ہے انقیادِ باطنی کا لیکن کامل ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ ساتھ انقیادِ ظاہری بھی ہو اور اسلام نام ہے انقیادِ ظاہری کا لیکن اس کے معتبر عند اللہ ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ انقیادِ باطنی بھی ہو، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اس کے قریب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کے جس طرح لغوی مفہوم جدا جدا ہیں اسی طرح سے ان دونوں کے شرعی مفہوم بھی جدا جدا ہیں، ایمان کا مفہوم ہے انقیادِ باطنی، اور اسلام کا مفہوم ہے انقیادِ ظاہری، لیکن تغایرِ مفہوم کے باوجود وجوداً ہر ایک دوسرے کو مستلزم ہے، اس لیے کہ کمالِ ایمان کے لیے انقیادِ ظاہری شرط ہے اسی طرح سے اسلام نام ہے انقیادِ ظاہری کا لیکن معتبر اور صحیح تب سمجھا جائے گا جب کہ اس میں انقیادِ باطنی بھی ہو۔

اسلام اور ایمان کے درمیان نسبت قائم کرنے میں امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیر نہایت لطیف ہے، حضرت شاہ صاحب کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کی مسافت ایک ہے، صرف مَبدا اور مُنتہیٰ کا فرق ہے، اسلام ظاہر سے شروع ہوتا ہے اور رچ رچ کے باطن میں پہنچتا ہے اور ایمان کامل باطن سے شروع ہو کر پھوٹ پھوٹ کر ظاہر پر آ جاتا ہے، اگر کسی کا ایمان کامل ہوگا تو وہ دل ہی میں نہیں رہے گا بلکہ اپنی قوت کی وجہ سے جوارح پر بھی ظاہر ہوگا، اور اسلام اگر صحیح ہوگا تو ظاہر سے باطن تک ضرور پہنچے گا۔ البتہ ایمان ناقص اور اسلام غیر معتبر میں افتراق ہو سکتا ہے اگر تصدیق دل ہی دل میں ہے لیکن پھوٹ کر اعمال کی شکل میں ظاہر پر نہیں آئی تو یہ ایمان کے ناقص ہونے کی نشانی ہے، اور اگر اسلامی اعمال جوارح کے اوپر اوپر ہی تیرتے ہیں لیکن قلبی یقین کے اضافے کا باعث نہیں بنتے تو یہ اسلام غیر معتبر عند اللہ ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بتلائیے:

① ایمان کی تعریف کیا ہے؟

② ایمان کی حقیقت سبق میں بیان کردہ خوبصورت مثال سے واضح کریں۔

③ تصدیقِ قلبی کا معنیٰ کیا ہے؟

④ کیا مؤمن ہونے کے لیے شریعتِ مطہرہ کی ہر قسم کی باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟

⑤ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن ہونے کے لیے زبانی کلمہ پڑھ لینا کافی ہے یا اس کے لیے مزید بھی کچھ شرائط ہیں؟

⑥ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان کے معتبر ہونے کے لیے خیال کا کونسا درجہ (Stage) معتبر ہے؟

⑦ کیا مومن ہونے کے لیے خالی تصدیقِ قلبی کافی ہے یا کفریہ مذاہب سے برأت اور بیزاری کا اظہار بھی ضروری ہے؟

⑧ عام مسلمان معاشرے میں کسی شخص کو مؤمن خیال کرنے کے بارے میں کیا شرط ہے؟

⑨ کفرِ زندقہ کو قدرے تفصیل سے بیان کریں۔

⑩ کفر کی کتنی اقسام ہیں؟ نام اور مختصر تعریف بیان کریں۔

**سوال نمبر ۲** سبق کو خوب ذہن نشین فرمالیں اور درج ذیل جملوں میں ( ✓ ) کے نشان کے ذریعے صحیح اور غلط کی نشاندہی کر کے اپنے ایمان کی تازگی کا ثبوت دیں۔

① اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن شمار ہونے کے لیے ضروریاتِ دین کا خالی زبان سے اقرار کافی ہے۔

② دین کی ہر وہ بات جو رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ (قطعیت کے ساتھ) منقول ہے ضروریاتِ دین کہلاتی ہیں۔

③ کافر ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ تمام ضروریاتِ دین کا انکار کر دے۔

④ کسی بھی شخص کے دنیا میں مومن سمجھے جانے کے لیے شرط ہے کہ وہ زبان سے ضروریاتِ دین کی سچائی کا اقرار کرے۔

⑤ ضروریاتِ دین میں سے جو چیزیں تفصیلاً ثابت ہیں (جیسے نماز اور اس کی ہیئت و رکعات) ان پر اجمالی ایمان لانا ہی کافی ہے۔

⑥ ضروریاتِ دین کے بارے میں ۹۰ فیصد سچائی کا گمان حاصل ہو جائے تو وہ شخص مومن ہے۔

⑦ اگر کوئی شخص دینِ حق کو دل سے جھوٹا سمجھے اور زبان سے سچائی کا اقرار کرے منافق کہلاتا ہے۔

⑧ اگر کوئی شخص دین کو دل سے سچا سمجھے اور زبان سے سچائی کا اعلان کرے، مگر باطل دین سے بیزاری کا اظہار نہ کرے تو وہ شخص مؤمن ہے۔

⑨ ضروریاتِ دین کو تسلیم کرنے کے بعد اس کا مطلب اور تشریح صحابہ کرام اور تمام امت اور ائمہ کے اجماع کے خلاف بتلانا کفرِ زندقہ ہے اور ایسے شخص کو شریعت میں زندیق اور ملحد کہا جاتا ہے۔

⑩ ضروریاتِ دین میں سے اگر اکثر باتوں کو مان لیا جائے تو پھر ایک آدھ بات جھٹلانے کے باوجود آدمی مؤمن رہتا ہے۔

**سوال نمبر ③** صحیح خانے میں (✓) کا نشان لگا کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

① اگر کوئی شخص دل سے بھی رسالت کی تصدیق نہ کرے اور زبان سے بھی اقرار نہ کرے۔

☐ کفرِ نفاق ☐ کفرِ عناد ☐ کفرِ زندقہ

☐ کفرِ جحود ☐ کفرِ انکار

② مومن ہونے کے لیے خیال کے اس درجہ تک تصدیق لازمی ہے۔

☐ وہم ☐ شک ☐ ظنِ غالب ☐ یقین

③ اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن بننے کے لیے ضروری ہے۔

☐ زبان سے اقرار کرنا ☐ دل سے تصدیق کرنا

☐ زبان اور دل دونوں سے تصدیق کرنا

④ ضروریاتِ دین میں ہر چیز کو درج ذیل معیار کے مطابق دل سے ماننا ایمان کہلاتا ہے۔

☐ ۴۰ فیصد ☐ ۵۰ فیصد ☐ ۹۰ فیصد ☐ ۱۰۰ فیصد

⑤ ضروریاتِ دین میں سے درج ذیل معیار پر انکار کرنے والا کافر کہلاتا ہے۔

☐ تمام ضروریاتِ دین کا منکر ☐ آدھی ضروریاتِ دین کا منکر

☐ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی منکر

⑥ آپ اپنی فہم و فراست کے آئینے میں دیکھیے کفر کی سب سے خطرناک قسم کونسی ہے۔

☐ کفرِ انکار ☐ کفرِ عناد ☐ کفرِ جحود

☐ کفرِ نفاق ☐ کفرِ زندقہ والحاد

## سبق نمبر ②

# شرک کی حقیقت اور اس کا حکم

کفر کی ایک قسم شرک بھی ہے، شرک کہتے ہیں:

”اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات، اس کی صفات یا اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا۔“

❁ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٠﴾ (الجن:۲۰)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ”کہہ دو کہ: میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں، اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں مانتا۔“

ابتدائی طور پر شرک کی دو قسمیں ہیں:

① شرک فی الذات ② شرک فی الصفات

## ① شرک فی الذات:

شرک فی الذات کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی خدائی میں کسی کو شریک کرنا، جیسے عیسائی تین خدا مانتے ہیں، آتش پرست دو خدا مانتے ہیں، ہندو اور بتوں کو پوجنے والے بہت سارے خدا مانتے ہیں، یہ سب ”شرک فی الذات“ میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

❁ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ (المائدۃ: ۷۲-۷۳)

ترجمہ: وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ ”اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے“ حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ ”اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ یقین جانو کہ جو شخص

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ نے اس کے لیے جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں، ان کو کسی قسم کے یار ومددگار میسر نہیں آئیں گے۔" وہ لوگ بھی یقیناً کافر ہوچکے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ: "اللہ تین میں سے تیسرا ہے" حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں۔

## ② شرک فی الصفات:

شرک فی الصفات کا معنی یہ ہے کہ غیر اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی الوہیت اور خدائی میں تو شریک ٹھہرایا جائے، البتہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ جو صرف اسی کے لیے ثابت ہیں، ان میں دوسروں کو شریک کیا جائے، اس شرک کی چند موٹی موٹی اقسام ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

① شرک فی المحبۃ ② شرک فی العبادات ③ شرک فی الحکم ④ شرک فی العلم
⑤ شرک فی القدرت ⑥ شرک فی السمع والبصر

## ① شرک فی المحبۃ:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام صفاتِ کمال وجمال کا تقاضہ یہ ہے کہ ان پر ایمان لانے کا ساتھ ساتھ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی جائے چنانچہ ایمان والوں کے اوصاف میں قرآن کریم نے بیان فرمایا:

۞ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (البقرۃ: ۱۶۵)

ترجمہ: "ایمان والے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔"

## اہم نوٹ:

اگر اخلاص کے ساتھ اللہ کے ڈر سے عبادت کی جائے تو بھی قابلِ قبول ہے مگر اعلیٰ درجے کی بندگی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے عبادت کی جائے۔

یاد رہے کہ اطاعت جو بوجہِ حکومت ہو خواہ کیسی ہی اخلاص سے ہو پھر بھی بوجہِ مجبوری ہے اس سے بڑھ کر اخلاصِ حکومت کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دل سے احکم الحاکمین سمجھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھ کر دل سے ریا اور نفاق دور کردے مگر پھر بھی اس تابعداری میں ایک گونہ مجبوری اور لاچاری کا شائبہ ہے۔ مگر جو اطاعت بوجہِ محبت ہو اس میں جبر وتعدّی کا ہرگز وہم اور لاچاری ومجبوری کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہوتا، محبت سے جو کچھ ہوتا ہے تہِ دل سے ہوتا ہے۔ غرض وہ بندگی جو بوجہِ محبت ہو وہ اوّل درجہ میں ہے۔

اسی طرح وہ شرک جس میں محبوبیتِ خاصہ خداوندی میں دوسروں کو شریک کیا جائے اعلیٰ درجہ کا شرک ہوگا اور اول درجے کی ناپاکی۔

چنانچہ معلوم ہوا شرک کی سب سے خطرناک قسم یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں غیر کو شریک کیا جائے کیونکہ شرک کی باقی اقسام اور ہر قسم کا فسق وفجور شرک فی المحبت کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں قرآنِ کریم میں مشرکین کی مذمت میں بیان فرمایا گیا ہے:

یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ (کہ مشرک لوگ اپنے باطل معبودوں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے۔)

مطلب یہ ہے کہ وہ صرف اقوال وافعالِ جزئیہ ہی میں ان کو اللہ کے برابر نہیں مانتے بلکہ محبتِ قلبی جو تمام اعمال کے صدور کی بنیاد ہے اس تک میں شرک اور مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے جو شرک کا اعلیٰ درجہ ہے اور شرک فی الاعمال (شرک کی باقی اقسام) اس قسم کے تابع ہے۔

## اہم فائدہ:

مشرکین کو اپنے معبودوں سے جتنی محبت ہے اہلِ ایمان کو اپنے اللہ سے اس سے بھی زیادہ اور مستحکم محبت ہے کیونکہ مصائبِ دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہوجاتی ہے اور عذابِ آخرت دیکھ کر تو بالکل ہی تبّری اور بیزاری ظاہر کردیں گے جبکہ مومنین کی محبت اپنے اللہ کے ساتھ ہر ایک رنج وراحت، مرض وصحت، دنیا وآخرت میں برابر باقی اور پائیدار رہنے والی ہے۔

جی ہاں اہلِ ایمان کو جو اللہ سے محبت ہے وہ اس محبت سے بھی بہت زیادہ ہے جو ماسوی اللہ (اللہ کے سوا) انبیاء، اولیاء، ملائکہ، علماء، آباؤاجداد اور مال واولاد سے رکھتے ہیں کیونکہ اللہ سے تو اس کی عظمتِ شان کے موافق بے انتہا، ذاتی اور اصالۃً محبت رکھتے ہیں اور ان شخصیاتِ مقدسہ سے اللہ کے حکم کے واسطے اور اس کے حکم کے موافق ایک اندازے کے مطابق رکھتے ہیں۔

## ② شرک فی العبادات:

جو کام اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تعظیم اور بڑائی کی خاطر اپنے بندوں کے لیے جاری فرمائے ہیں، ان کاموں کو "عبادت" کہا جاتا ہے، مثلاً نماز پڑھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، اس کے گھر کا طواف کرنا، روزہ رکھنا

وغیرہ۔ جو ایسے کاموں میں غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتا ہے وہ شرک فی العبادت کا مرتکب ہے، مثلاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا، رکوع کرنا، یا اس کے لیے نماز کی طرح قیام کرنا، یا کسی قبر کو سجدہ کرنا، یا کسی نبی، ولی، پیر یا امام کے نام کا روزہ رکھنا، غیر اللہ کے نام کی قربانی کرنا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کے گھر یا قبر کا بیت اللہ کی طرح طواف کرنا، کسی سے اللہ کی طرح حاجتیں مانگنا، غیر اللہ کو اللہ کی طرح پکارنا وغیرہ سب "شرک فی العبادت" ہے۔

## قرآنی آیت سے دلیل:

❁ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (بنی اسرائیل: ۲۳)

ترجمہ: "اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

❁ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (الانعام: ۱۳۶)

ترجمہ: "اور اللہ نے جو کھیتیاں اور چوپائے پیدا کیے ہیں، ان لوگوں نے ان میں سے اللہ کا بس ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ چنانچہ بزعمِ خود یوں کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کا ہے، اور یہ ہمارے ان معبودوں کا ہے جن کو ہم خدائی میں اللہ کا شریک مانتے ہیں۔ پھر جو حصہ ان کے شریکوں کا ہوتا ہے، وہ تو (کبھی) اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے، وہ ان کے گھڑے ہوئے معبودوں کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسی بری بری باتیں ہیں جو انہوں نے طے کر رکھی ہیں۔"

❁ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ (البقرۃ: ۱۷۳)

ترجمہ: اس نے تمہارے لیے بس مردار جانور، خون، اور سور حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

❁ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام: ۱۶۲)

ترجمہ: کہہ دو کہ: "بیشک میری نماز، میری عبادت اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

## حدیث سے دلیل:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَا تُطْرُونِی کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَی ابْنَ مَرْیَمَ ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا : عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُولُہُ. (صحیح بخاری: ۱/۴۹۰)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرنا جیسے عیسائیوں نے ابنِ مریم علیہ السلام کی تعریف میں حد سے تجاوز کیا، بیشک میں تو اس کا بندہ ہوں، لہٰذا تم بھی (مجھے) اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔

قَالَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ: لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُودَ وَالنَّصَارَی، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ

(صحیح بخاری: ۱/۱۷۷)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنی رحمت سے دور کردے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔“

## ③ شرک فی الحکم:

حاکم یعنی حکم دینے والی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے۔ کسی چیز کا حلال ہونا، یا حرام ہونا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حلال یا حرام کرنے کی وجہ سے ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں غیر اللہ کو شریک کرے تو وہ شرک فی الحکم کا مرتکب ہے، مثلاً کسی پیر یا ولی کی منع کردہ چیزوں کو حرام سمجھ لینا، جن کاموں کا پیر نے حکم کیا ان کو اللہ کے فرض کی طرح فرض اور ضروری سمجھ لینا، یا غیر اللہ کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا وغیرہ ”شرک فی الحکم“ ہے۔

قرآنِ حکیم میں ہے:

۞ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰـھًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۭ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۳۱﴾ (التوبۃ: ۳۱)

ترجمہ: ”انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے احبار (یعنی یہود علماء) اور راہبوں (یعنی عیسائی درویشوں) کو خدا بنالیا ہے، اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ ان کو ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ ان کی مشرکانہ باتوں سے بالکل پاک ہے۔“

## اہم نوٹ:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ بات میسر نہیں آئی کہ خدا نے دین کا مقدمہ ان کے سپرد کر دیا ہو، بلکہ جو کچھ انہوں نے احکام مقرر کیے سب حسبِ فرمانِ خداوندی مقرر کیے، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تو در کنار کلام اللہ سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خود سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ اختیار نہ تھا۔"

## اہم فائدہ:

یہ بات یاد رہے کہ فقہاء کرام (حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ) نے قرآن وسنت کے وہ احکام جو واضح نہیں تھے اپنے اجتہاد اور استنباط کے ذریعے بیان کیے ہیں وہ شرک فی الحکم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ فقہاء کرام نے اللہ اور اس کے رسول کے مخفی احکام کو اپنے اجتہاد کے ذریعے ظاہر کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے قیاس کے بارے میں یہ اصول ذکر فرمایا ہے کہ:

"اَلْقِيَاسُ مُظْهِرٌ لَا مُثْبِتٌ" کہ قیاس کے ذریعے حکم ظاہر ہوتا ہے ثابت نہیں ہوتا۔

چنانچہ فقہی احکام میں فقہاء کی تقلید کرنے والوں کو مشرک کہنا اور ان پر وہ وعیدیں چسپاں کرنا جو ان یہود ونصاریٰ کے بارے میں آئیں (جنہوں نے اپنے راہبوں اور پیشواؤں کو احکامِ الٰہی میں ردوبدل کا اختیار دے دیا) حدود سے تجاوز کرنے اور کج روی اختیار کرنے والوں کا راستہ ہے اور پرلے درجہ کی جہالت اور گمراہی ہے۔

## ④ شرک فی العلم:

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، علمِ غیب اس علم کو کہتے ہیں جو کُلی اور ذاتی ہو۔ جو علم جزئی یا عطائی ہو، وہ علمِ غیب نہیں ہوتا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں غیر اللہ کو شریک کرے وہ "شرک فی العلم" کا مرتکب ہے، مثلاً یہ سمجھے کہ فلاں نبی یا فلاں ولی علمِ غیب جانتے تھے، یعنی انہیں کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے، یا وہ اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد ہمارے تمام حالات سے باخبر ہیں یا انہیں دور نزدیک کی تمام چیزوں کی خبر ہے، یہ "شرک فی العلم" ہے۔

۞ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ (البقرة: ۲۸۲)

ترجمہ: "اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

❁ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ (سباء:۳)

ترجمہ: "کوئی ذرہ برابر چیز اس کی نظر سے دور نہیں ہوتی نہ آسمانوں میں، نہ زمینوں میں۔"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : هٰذِهٖ خَمْسَةٌ لَا يَعْلَمُهَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُصْطَفٰى فَمَنِ ادَّعٰى أَنَّه يَعْلَمُ شَيْئًا مِنْ هٰذِهٖ فَإِنَّه كُفْرٌ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّه خَالَفَه (تفسیرِ خازن: ۴۴۵/۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان پانچ چیزوں کا علم نہ کسی مقرب فرشتہ کو ہے اور نہ ہی نبی مصطفیٰ کو ہے، لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرے کو وہ ان میں سے کسی چیز کا علم رکھتا ہے تو بیشک اس نے قرآن کا انکار کیا اس لیے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی۔

## اہم نوٹ:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں:

"شرک کی کل دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ منصبِ حکومت احکم الحاکمین میں سے کسی دوسرے کو شریک سمجھے یعنی احیاء واماتت، پیدا کرنے اور ناپید کردینے وغیرہ میں جو تصرفاتِ خاصہ خداوندی میں سے ہیں کسی دوسرے کو شریک سمجھے۔ دوسرے یہ کہ کمال وجمال وغیرہ امور میں جو مبناء محبوبیت ہے کسی دوسرے کو ہمتاء ذاتِ یکتا وحدہ لاشریک لہ (شریک) اعتقاد کرے، باقی رہا علمِ غیب تو وہ بحیثیتِ کمال تو دوسری قسم میں داخل ہے اور بایں نظر کہ حکم سے پہلے ارادہ اور ارادے سے پہلے علم کی ضرورت ہے وہ مبادی حکومت میں سے ہے۔"

(مطلب یہ ہے کہ علمِ غیب ایک حیثیت سے پہلی قسم میں داخل ہے اور دوسری حیثیت سے دوسری قسم میں داخل ہے)

## ⑤ شرک فی "القدرت":

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ قدرت ثابت ہے کہ وہ ذات قادرِ مطلق ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا شرک فی القدرت کہلاتا ہے، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ پیر بھی بیٹا یا بیٹی دے سکتے ہیں اور اسی وجہ سے بیٹے کا نام "پیراں دتہ" رکھنا، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی نبی یا ولی بارش برسا سکتے ہیں، یا مرادیں پوری کرسکتے ہیں، یا زندگی موت ان کے قبضہ میں ہے، یا کسی کو

نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں، یہ سب "شرک فی القدرت" ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

❁ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ (حج: ۷۳)

ترجمہ: "لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، اب اسے کان لگا کر سنو! تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو دعا کے لیے پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، چاہے اس کام کے لیے سب کے سب اکٹھے ہو جائیں۔"

دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ﴿۱۴﴾ (فاطر: ۱۳۔ ۱۴)

ترجمہ: "اور اسے چھوڑ کر جن (جھوٹے خداؤں) کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار سنیں گے ہی نہیں، اور اگر سن بھی لیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ اور قیامت کے دن وہ خود تمہارے شرک کی تردید کریں گے۔ اور جس ذات کو تمام باتوں کی مکمل خبر ہے، اس کے برابر تمہیں کوئی اور صحیح بات نہیں بتائے گا۔" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

❁ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾ (شوریٰ: ۴۹۔ ۵۰)

ترجمہ: "سارے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے، لڑکے دیتا ہے، یا پھر ان کو ملا جلا کر لڑکے بھی دیتا ہے، اور لڑکیاں بھی، اور جس کو چاہتا ہے، بانجھ بنا دیتا ہے۔ یقیناً وہ علم کا بھی مالک ہے اور قدرت کا بھی مالک۔"

## ⑥ شرک فی السمع والبصر

سمع کا معنی سننا، اور بصر کا معنی دیکھنا، اللہ تعالیٰ کے لیے خاص قسم کا سننا اور خاص قسم کا دیکھنا ثابت ہے، جس کی تفصیل توحید کے بیان میں آرہی ہے۔ ایسا سننا اور ایسا دیکھنا مخلوق میں سے کسی کے لیے ثابت نہیں۔ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں نبی یا فلاں ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں، ہمیں یا

ہمارے تمام کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، "شرک فی السمع والبصر" ہے۔

۞ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ (فاطر:١٤)

ترجمہ: "اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار سنیں گے ہی نہیں، اور اگر سن بھی لیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔"

## شرک فی الصفات:

ہر جگہ حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی یا کسی ولی کے لیے یہ صفت ماننا بھی "شرک فی الصفات" ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی دیگر صفات جن کا بیان توحید کے باب میں آئے گا، ان میں سے کسی ایک صفت میں بھی غیر اللہ کو شریک کرنا "شرک فی الصفات" کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۞ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (المجادلة:٧)

ترجمہ: "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے، اللہ اسے جانتا ہے؟ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں وہ چھٹا نہ ہو، اور چاہے سرگوشی کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہو، اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر وہ قیامت کے دن انہیں بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

## تعظیم اور عبادت میں فرق:

تعظیم اور عبادت میں فرق یہ ہے کہ کسی میں خواص الوہیت (ان صفات کا جو باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں) کا اعتقاد کر کے اس کی تعظیم کرنا، یا اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کوئی ایسا کام کرنا کہ خاص حق الوہیت کا ہے یہ عبادت ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو تعظیم ہے۔ اگر خواص (صفاتِ خاصہ) الوہیت ثابت نہ کیے جائیں اور تعظیم کی جائے جیسے باپ یا استاد کی تعظیم بشرطیکہ اور خرابی نہ ہو تو جائز ہے۔

## شرک کا حکم:

کفر وشرک ایسا بدترین جرم ہے کہ کافر ومشرک کی کبھی معافی نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کی بخشش ہوگی، یہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النسآء:۴۸)

ترجمہ: "بیشک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس سے کمتر ہر بات کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔"

❁ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (المائدۃ:۷۲)

ترجمہ: "یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ نے اس کے لیے جنت حرام کر دی ہے۔"

❁ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (البینۃ:۶)

ترجمہ: "یقین جانو کہ اہل کتاب اور مشرکین میں سے جنھوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

## شرک کے بطلان کی عقلی دلیل:

اگر انصاف سے دیکھیے تو شیطان، فرعون، نمرود اور شدّاد وغیرہ کی نسبت کسی بے وقوف کو گمانِ الوہیت ہو تو اتنا عقل سے بعید نہیں جتنا حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی نسبت یہ خیالِ خام عقل سے بعید ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ وغیرہ انبیاء واولیاء تو برابر ساری عمر اپنی عبدیت اور عاجزی کا اقرار کرتے رہے اور نماز وسجدے اور دیگر اعمالِ بندگی کے ذریعے اپنی عبدیت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی معبودیت کا عملی مظاہرہ کرتے رہے۔

ہاں شیطان، فرعون، نمرود وغیرہ البتہ الوہیت کے مدّعی ہوئے اور زندگی بھر کبھی وہ کام نہ کیا جس سے بندگی کی بو بھی آئے ان کو اگر کوئی نادان خدا سمجھے تو خیر سمجھے، پر حقیقی تعجب اُس پر ہے جو اس شخص کو خدا سمجھے جو اپنی بندگی کا ہر طرح سے اقرار کرنے والا ہے!

## اہم نکتہ:

استاد کی خوشی اور رضامندی اُس میں ہے کہ اس کی بات کو مانا جائے۔ تاریخ کا استاد پڑھائے گا کہ پاکستان کا بانی قائدِ اعظم ہے، اگر امتحان میں یہ سوال آئے کہ پاکستان کا بانی کون؟ اور شاگرد بجائے قائدِ اعظم

کا نام لکھنے سے لکھ دے کہ پاکستان کے بانی ہمارے استاد جی ہیں، تو استاد صاحب کبھی اس سے خوش نہ ہوں گے، اسی طرح کوئی کہے کہ عالم الغیب ہمارے پیر صاحب ہیں تو سچا پیر اس سے ہرگز خوش نہ ہوگا بلکہ ایسے عقیدے سے بیزاری کا اظہار کرے گا، اسی طرح یاد رکھیے کہ نبی کریم ﷺ کی خوشی اس میں ہے کہ ہم کہیں کہ علم غیب صرف اللہ ہی کی صفت ہے، گناہوں کو بخشنے والا صرف اللہ ہے۔

## مشرک کی دعا کا حکم:

دنیا کے بارے میں کافر و مشرک کی دعا قبول ہوسکتی ہے، لیکن آخرت کے بارے میں کسی کافر و مشرک کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴾ (العنکبوت: ۶۵)

ترجمہ: ”چنانچہ جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ان کا اعتقاد خالص اسی پر ہوتا ہے۔ پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو فوراً شرک کرنے لگتے ہیں۔“

﴿ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴾ (الأنعام: ۲۷۔۲۸)

ترجمہ: ”اور (بڑا ہولناک نظارہ ہوگا) اگر تم وہ وقت دیکھو جب ان کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا، اور یہ کہیں گے: ”اے کاش! ہمیں واپس (دنیا میں) بھیج دیا جائے، تاکہ اس بار ہم اپنے پروردگار کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں، اور ہمارا شمار مؤمنوں میں ہوجائے۔“ حالانکہ (ان کی یہ آرزو بھی سچی نہ ہوگی) بلکہ دراصل وہ چیز (یعنی آخرت) ان کے سامنے کھل کر آچکی ہوگی جسے وہ پہلے چھپایا کرتے تھے، (اس لیے مجبوراً یہ دعوی کریں گے) ورنہ اگر ان کو واقعی واپس بھیجا جائے تو یہ دوبارہ وہی کچھ کریں گے جس سے انہیں روکا گیا ہے، اور یقین جانو یہ پکے جھوٹے ہیں۔

شرک کی اقسام کو ذہن نشین کرنے کے لیے نقشہ ملاحظہ فرمائیں:
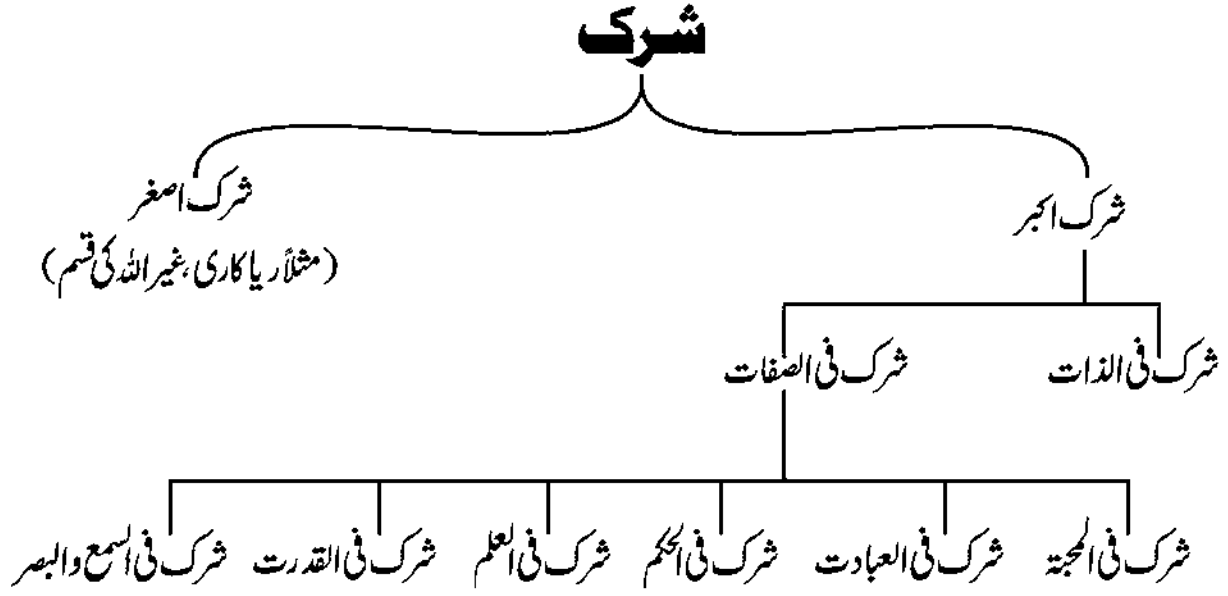
# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بتلایئے۔

① شرک کی کیا تعریف ہے؟

② "شرک فی العلم" سے کیا مراد ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔

③ مشرک کے انجام کے بارے میں قرآن حکیم میں کیا ارشاد فرمایا گیا ہے؟

④ کفر زندقہ یا کفر الحاد کی تعریف اور مثالیں بیان فرمائیں۔

⑤ شرک فی العبادات کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں امتیاز کر کے ایمان کی تازگی کا ثبوت دیں۔ صحیح / غلط

① شرک گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بندے کی توبہ کے بغیر بھی معاف فرما سکتے ہیں۔ ☐ ☐

② یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی اور ولی بھی کائنات کی ہر ہر چیز کا علم رکھتے ہیں شرک فی العلم کہلاتا ہے۔ ☐ ☐

③ کسی بزرگ کے نام کی منت ماننا یا اس کے نام کی قربانی کرنے کی گنجائش ہے۔ ☐ ☐

④ ضروریات دین میں ہر ہر بات کو سو فیصد دل سے سمجھنا ایمان کے لیے شرط ہے، اس کے بغیر بندہ مؤمن نہیں ہوسکتا۔ ☐ ☐

⑤ کسی قبر کو سجدہ کرنا یا قبر کا طواف کرنا گناہ ہے۔ ☐ ☐

⑥ ضروریات دین میں جب تک تمام باتوں کا انکار نہ کیا جائے کفر ثابت نہیں ہوتا۔ ☐ ☐

⑦ پیروں، عاملوں، نجومیوں، کاہنوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں "شرک فی العلم" کہلاتا ہے۔ ☐ ☐

⑧ سرور دو عالم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ہر جگہ حاضر ہیں، اور ہر ایک چیز کو دیکھنے والے ہیں شرک کہلاتا ہے۔ ☐ ☐

⑨ کسی بزرگ یا ولی کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح فرض اور ضروری سمجھنا چاہیے۔ ☐ ☐

⑩ کسی بزرگ کے نام ذکر اور وظیفہ پڑھنا جیسے یا عبد القادر، شیئاً للہ کہنا صحیح ہے۔ ☐ ☐

**سوال نمبر ③** اپنے ایمان کی تکمیل اور تازگی کے لیے صحیح جگہ (✓) کا نشان لگائیے۔

① سرور دو عالم نبی پاک ﷺ کے بارے میں درج ذیل عقیدہ رکھنا ایمان کا جز ہے۔

☐ کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ☐ اللہ تعالیٰ کے بعد تمام مخلوق سے زیادہ علم

☐ آپ ﷺ جس کے چاہیں گناہ بخش دیں۔

☐ آپ جس گناہ گار کی چاہیں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت فرما دیں۔

(۲) تمام ضروریاتِ دین کو دل سے سچا سمجھنا مگر اس کی تشریح اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماعِ امت کے خلاف بیان کرنا۔

☐ شرک ☐ کفرِ نفاق ☐ کفرِ زندقہ یا الحاد

☐ گناہ کبیرہ ☐ کفرِ عناد

(۳) مندرجہ ذیل شخص کی سزا ہمیشہ ہمیشہ جہنم ہے۔

☐ گناہ گار ☐ مشرک ☐ زندیق

☐ منافق ☐ بدعتی

(۴) دینِ حق کو سچا سمجھنا اور زبان سے سچائی کا اقرار کرنا مگر عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی صحیح سمجھنا۔

☐ کفرِ نفاق ☐ شرک فی القدرت ☐ کفرِ عناد

☐ گناہ کبیرہ ☐ کفرِ الحاد

(۵) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور عام مسلمان معاشرے میں کسی بھی شخص کو مؤمن سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

☐ دل سے تصدیق کرنا

☐ تمام سرکاری کاغذات اور رجسٹروں میں مذہبِ اسلام کا اندراج کرنا

☐ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا

☐ دل و زبان سے تصدیق کرنا مگر قادیانیوں اور دیگر باطل مذہبوں کو بھی صحیح سمجھنا

(۶) اس حد تک دین میں کوشش کرنے والا پکا مؤمن ہے۔

☐ خوب دینی معلومات اور خالی نالج رکھنے والا

☐ اکثر ضروریاتِ دین کی سو فیصد تصدیق کرنے والا

☐ تمام ضروریاتِ دین کا خالی زبان سے سو فیصد اقرار کرنے والا

☐ تمام ضروریاتِ دین کو سو فیصد دل سے سچا ماننے اور زبان سے اقرار کرنے والا

⑦ کسی ولی یا بزرگ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جس کو چاہیں بیٹے بیٹیاں دے سکتے ہیں، جس کو چاہیں نفع ونقصان دے سکتے ہیں۔

☐ بدعت ☐ گناہ کبیرہ ☐ شرک فی العلم

☐ کفرِ نفاق ☐ شرک فی القدرت ☐ کوئی مضائقہ نہیں

⑧ درج ذیل امور کا عقیدہ رکھنا رسول اللہ ﷺ پر ایمان کی علامت ہے۔

☐ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر سب سے بڑھ کر آپ کو علم عطا کیا۔

☐ آپ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔

☐ آپ کی قبرِ اطہر کو سجدہ کرنا اور آپ سے دعائیں مانگنا۔

☐ سب سے زیادہ آپ کی محبت اور اطاعت ہونا۔

⑨ ایمان کے لیے بنیادی شرائط ہیں:

☐ نماز، روزہ، صدقات وخیرات کا اہتمام کرنا

☐ سو فیصد تمام ضروریاتِ دین کو دل سے سمجھنا

☐ فقراء ودرویشوں کے لیے خوب لنگر کا اہتمام کرنا

☐ تصدیقِ قلبی کے ساتھ باطل مذاہب جیسے قادیانیت وغیرہ سے براءت اور بیزاری

☐ حج وعمرے کثرت سے کرنا

⑩ تمام عبادات وصدقات کی قبولیت کے لیے شرط ہے۔

☐ گناہ صغیرہ سے بچنا ☐ ہر قسم کے کفر سے بچنا

☐ خوب وظائف پڑھنا ☐ شرک کی ہر قسم سے بچنا

☐ فلاحی اور رفاہی اداروں میں خوب خدمات پیش کرنا اور سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا

سبق نمبر ③

# یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ

## قبولیت کے اعتبار سے ایمان کی اقسام

قبولیت کے اعتبار سے ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

① ایمان بالغیب ② ایمان بالمشاہدہ

ایمان بالغیب کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھے بغیر اس پر ایمان لانا۔

ایمان بالمشاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر اس پر ایمان لانا۔

ان دونوں قسموں میں سے معتبر ایمان بالغیب ہے نہ کہ ایمان بالمشاہدہ، اس لیے قرآن پاک میں جہاں جہاں ایمان کا ذکر ہے وہاں مراد ایمان بالغیب ہی ہے۔

ایمان بالمشاہدہ معتبر نہیں اس کی بہت سی مثالیں قرآن پاک میں موجود ہیں جیسے کہ فرعون کے قصے میں ہے کہ وہ عذاب کو آتا دیکھ کر ایمان لایا لیکن اس وقت اس کا ایمان قبول نہ ہوا چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

❁ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (یونس: ۸۹۔۹۰)

ترجمہ: ”جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اٹھا کہ میں ایمان لایا اس بات پر کہ اس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، (اس سے کہا گیا) کہ اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد مچانے والوں میں سے ہے۔“

اسی طرح دوسری جگہ قرآن پاک میں اہل جہنم کے بارے میں ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیجیے ہم نیک اعمال کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴿۱۲﴾ (الم سجدۃ: ۱۲)

ترجمہ: ”اور کاش تم وہ منظر دیکھو جب یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے کھڑے ہوں گے (کہہ رہے ہوں گے) ہمارے پروردگار ہماری آنکھیں اور ہمارے کان کھل گئے اس لیے ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیجیے تاکہ ہم نیک اعمال کریں ہمیں اچھی طرح یقین آچکا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجِایْٓءَ یَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴿۲۳﴾ (الفجر: ۲۳)

ترجمہ: ”اور اس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا تو اس دن انسان کو سمجھ آئے گی، اور اس وقت سمجھ آنے کا موقع کہاں ہوگا؟“

۞ ۞ ۞

# علم حاصل کرنے کے ذرائع

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے انسان کو اشیاء کا علم حاصل کرنے کے لیے تین ذرائع عطا فرمائے ہیں۔

(۱) حواسِ خمسہ (۲) عقل (۳) وحی الٰہی

## پہلا ذریعہ: حواسِ خمسہ

حواس خمسہ یعنی آنکھ، کان، ناک، زبان، اور ہاتھ عطا فرمائے، آنکھ کے ذریعے دیکھ کر کسی چیز کے خوبصورت ہونے یا بدصورت ہونے کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔ کان کے ذریعے سن کر کسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے، زبان کے ذریعے چکھ کر علم حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان حواس خمسہ کا دائرہ کار محدود رکھا ہے، جس کام کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے بس اسی چیز کا علم ان سے حاصل ہوسکتا ہے، اس کے علاوہ کا علم ان سے حاصل کرنا ناممکن بھی ہے اور اس عضو پر ظلم بھی اگر کوئی شخص کسی عضو کی وضع کے خلاف علم حاصل کرنا چاہے تو ساری دنیا اس کو احمق کہے گی، آنکھ سے بجائے دیکھنے کے سونگھنے یا چکھنے کا کام نہیں لیا جاسکتا، اس طرح کان سے بجائے سماعت کے دیکھنے، سونگھنے یا چکھنے کا کام نہیں لیا جاسکتا ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ ان اعضاء سے ان کا اصلی کام لینے کے بجائے دوسرا کام لینے سے وہ عضو ضائع ہوجائے اور اپنے اصلی کام سے بھی معطل ہوجائے مثلاً کوئی شخص سالن کا ذائقہ معلوم کرنے کے لیے زبان کی جگہ کان یا آنکھ مین سالن ڈال کر ذائقہ معلوم کرنے کی کوشش کرے تو

ہوسکتا ہے کہ آنکھ اور کان، دیکھنے اور سننے سے ہی عاجز آجائیں۔

## دوسرا ذریعہ: عقل

جہاں پر ان حواس خمسہ کی کارکردگی کی انتہاء ہوتی ہے وہاں پر علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے "عقل" بطورِ آلہ علم کے عطا فرمائی ہے مثلاً کسی چیز کی اچھائی یا برائی، فوائد و مضرّات معلوم کرنے کے لیے محض ظاہری اعضاء کارآمد نہیں، بلکہ یہاں عقل کے ذریعے مقصود حاصل ہوتا ہے۔

### عقل کی فضیلت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴾ (ق: ۳۷)

ترجمہ: "بے شک اس میں البتہ نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس کا دل ہو یا وہ کان لگا کر سنے اور وہ دل سے حاضر یعنی متوجہ ہو۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلب بول کر "عقل" مراد لیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس میں عقل ہو اور اس عقل سے کام لے کر اس کو توجہ سے سنے اور غور کرے تو چونکہ اس جگہ عقل کا ذکر ہے، اس لیے عقل کی حقیقت اور فضیلت جان لینی چاہیے، سو عقل کی فضیلت تو مسلم ہے اور ایسی مسلم ہے کہ کسی بے عقل کو بھی اس میں کلام اور اختلاف نہیں، ظاہر ہے کہ ساری دنیا کا کارخانہ ہی عقل پر چل رہا ہے، چنانچہ تجارت، صنعت و حرفت، زراعت اور کھیتی باڑی وغیرہ دنیا کا کوئی کام بھی عقل کے بغیر نہیں چل سکتا، اسی طرح آخرت کا کارخانہ بھی عقل ہی سے چلتا ہے۔

ایک حدیث میں واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جہاد سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے، کسی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا جو لوگ جہاد میں شریک ہوئے ان کا مرتبہ برابر ہے یا کچھ تفاوت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باعتبار عقل کے تفاوت ہے، یعنی جن لوگوں کی عقل زیادہ ہے ان کی فضیلت بھی زیادہ ہے اور جن کی عقل کم ہے ان کا مرتبہ بھی کم ہے، اجر باعتبار عقل کے ملے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل عقل کے تابع ہوا کرتا ہے اور اجر عمل کے تابع ہوتا ہے تو گویا اجر عقل کے تابع ہوا۔ ایک اور روایت میں اسی طرح کا مضمون ہے، روایت یہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ: قُمْ فَقَامَ، ثُمَّ قَالَ: لَهُ أَدْبِرْ، فَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ، فَأَقْبَلَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أُقْعُدْ، فَقَعَدَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، وَلَا أَفْضَلُ مِنْكَ، وَلَا أَحْسَنُ مِنْكَ، بِكَ آخُذُ، وَبِكَ أُعْطِي، وَبِكَ أُعْرَفُ، وَبِكَ أُعَاقِبُ، وبِكَ الثَّوَابُ، وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ" (شعب الایمان: ۳۴۹/۶)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا تو اس سے ارشاد فرمایا کہ کھڑی ہو جا تو وہ کھڑی ہو گئی، پھر ارشاد فرمایا پیٹھ پھر کر جاؤ تو وہ پیٹھ پھیر کر چلنے لگی، پھر فرمایا متوجہ ہو جاؤ تو وہ متوجہ ہو گئی، پھر فرمایا بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گئی، پھر اس سے ارشاد فرمایا کہ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے بہتر، افضل اور اچھی پیدا نہیں کی، تیری وجہ سے میں پکڑتا اور دیتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے میں پہچانا جاتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے میں مؤاخذہ کرتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے ثواب وعقاب ہے۔"

غرض نیک کام کرنے والوں کو ثواب اور اجر بھی عقل کی وجہ سے ملتا ہے اور گناہوں کی سزا بھی اسی عقل کی وجہ سے ملتی ہے، بے عقلوں سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اس جگہ ایک تکوینی اور تقدیری مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن انسان بھی دو گروہوں میں ہوں گے، ایک اصحاب الیمین کا اور ایک اصحاب الشمال کا۔ جن لوگوں کے اعمال صالحہ ہوں گے ان کے نامہ اعمال ان کو داہنی طرف سے دیے جائیں گے، اس لیے ان کا لقب "اصحاب الیمین" ہوگا، اوہ جو لوگ نافرمان ہوں گے ان کے نامہ اعمال بائیں جانب سے دیے جائیں گے اور وہ "اصحاب الشمال" کہلائیں گے۔ دراصل قضا وقدر میں یہ بات طے ہو چکی تھی کہ کچھ لوگ نافرمان ہوں گے اور کچھ فرمانبردار ہوں گے اور یہ فرمانبرداری اور نافرمانی عقل کی وجہ سے ہوگی، اس لیے ان دو قسموں کو ظاہر کرنے کے لیے یہ ماجرا بنایا گیا کہ کچھ عقلیں خدا کی طرف بڑھیں گی، کچھ دوڑ کر، جو "السابقون السابقون" میں داخل ہوں گی، سابقین کو سابقین اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ خدا کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں اور کچھ آہستہ رفتار سے خدا کی طرف بڑھیں گے، وہ اصحاب الیمین ہوں گے اور کچھ خدا کی طرف سے پشت پھیر لیں گے، وہ "اصحاب الشمال" ہوں گے، اور حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ "اَقْبِلْ" اور "اَدْبِرْ" ہیں، اس لفظ اقبال میں اشارہ ہے کہ جو عقل ہماری طرف متوجہ ہوگی وہ صاحبِ اقبال ہوگی، اور جو ہماری طرف سے منہ پھیر لے گی وہ "صاحبِ ادبار" ہوگی۔

## امام غزالیؒ کا فرمان:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عقل کی فضیلت اور برتری تمام کائنات میں مسلّم ہے، چنانچہ اس عقل ہی کی بدولت تمام چیزیں انسان کے تصرّف میں ہیں، ایک ذرا سے ڈنڈے سے پورے گلے کو آگے کر لیتا ہے، ظاہر ہے کہ گائے بھینس وغیرہ نہ انسان کی جسامت اور ڈیل ڈول سے ڈر سکتے ہیں، کیونکہ وہ خود اس سے کہیں زیادہ جسیم ہیں، اور نہ ان کو اس کے گز بھر کے ڈنڈے کا خوف ہے، کیونکہ بڑے بڑے درخت وغیرہ ان کے سامنے ہوتے ہیں مگر وہ کبھی کسی سے نہیں ڈرتے، معلوم ہوا کہ وہ انسان کی عقل سے ڈرتے ہیں، اور اسی لیے اس کے مطیع ہیں۔ جیسے کوئی بادشاہ ہو اور وہ اپنے غلاموں سے پردے میں بیٹھا ہو کہ وہ اس کو نہ دیکھ رہے ہوں مگر بادشاہ ان کو دیکھ رہا ہو، اب اگرچہ بادشاہ ان کے سامنے نہیں ہے مگر کبھی کبھی تصور اس کا بندھ جاتا ہے اور اس کا رعب اور ہیبت طاری ہو جاتی ہے اسی طرح عقل ہے کہ دکھائی نہیں دیتی مگر اس کا تصرف سب پر چل رہا ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ عقل منبع ہے علوم اور ادراکات کا، منبع کے معنی سرچشمہ کے ہیں یعنی جس طرح چشمہ سے اہل حاجت سیراب ہوتے ہیں اسی طرح عقل ہے کہ اسی سے انسان علوم و کمالات کا حصول کرتا ہے اور عقل مطلع ہے انوار و برکات کا، مطلع افق مشرق کو کہتے ہیں، جس طرح افق سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور عالم کو منوّر کرتا ہے اسی طرح عقل بھی انوار و برکات کا افق ہے اور عقل اُساس العلوم ہے یعنی علوم کی بنیاد ہے، اگر عقل نہیں تو نہ دنیا کی عمارت بنتی ہے نہ آخرت کی۔

## ایمان افروز مکالمات:

علامہ ماوردیؒ کی کتاب "ادب الدنیا والدین" میں ایک حکایت ذکر کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل خداوند تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ جن کی ذہانت و فطانت مسلّم اور مشہور ہے ان سے کسی نے سوال کیا کہ جب قیامت کے دن اولین اور آخرین میدان حشر میں جمع ہوں گے تو اتنے بے شمار آدمیوں کا حساب حق تعالیٰ کیسے لے لیں گے؟ آپؓ نے فرمایا کہ جس طرح وہ اس وقت اپنی مخلوق کو رزق پہنچا رہا ہے اسی طرح اس دن سب کا حساب بھی لے لے گا، ہر شخص کو ہر جگہ رزق اپنے وقت پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق آباد ہے، پس جو خدا بے شمار مخلوق کو بلا کسی غلطی کے رزق دیتا ہے، اسی طرح وہ سب کا بیک وقت بلا کسی غلطی کے حساب بھی لے لے گا۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے؟ فرمایا جب چراغ جلتا ہے تو اس میں نور اور روشنی ہوتی ہے بعد ازاں فرمایا کہ جب اس کو بجھا دیتے ہیں تو بتلاؤ کہ وہ نور کہاں چلا جاتا ہے؟ یہ جوابات عقل ہی کی بدولت ان حضرات کے ذہن میں آتے تھے۔

## عقلِ صحیح کا معیار:

حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو حواسِ خمسہ ظاہرہ پیدا فرمائے ہیں، ان میں سے سر کی آنکھ ظاہری اشیاء کو دیکھنے کے لیے پیدا کی ہے اور ایک آنکھ اللہ تعالیٰ نے دل میں پیدا کی ہے جس سے حق و باطل کا فرق معلوم ہوتا ہے اور اسی دل کی آنکھ کو عقل کہتے ہیں، جس سے حق و باطل کی رنگینیوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے، جس طرح آنکھ اگر رنگتوں کے فرق کو صحیح صحیح ادراک کرتی ہے تو وہ آنکھ تندرست ہے ورنہ وہ بیمار ہے، اسی طرح عقل اگر حق و باطل کے فرق کو صحیح صحیح سمجھ رہی ہے تو وہ تندرست ہے ورنہ وہ عقل بیمار ہے، اگر آنکھ سے ایک کو دو دکھائی دینے لگیں تو اس کو "بھینگا" کہا جاتا ہے اسی طرح دل کی آنکھ سے اگر کسی کو ایک اسلام کے دو اسلام اور ایک رسول کے دو رسول اور ایک قرآن کے دو قرآن نظر آنے لگیں تو سمجھ لو کہ اس کے دل کی آنکھ بھینگی ہو چکی ہے اگر بینائی درست ہو تو ایک نظر آئے گا۔

## دورِ حاضر کی سنگین غلطی کا ازالہ:

آج کل عموماً لوگ کہا کرتے ہیں کہ احکامِ اسلام کو ہم خود عقل سے سمجھ لیں گے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ آپ کا فرمانا تو درست ہے مگر ذرا ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آپ کی عقل کو دیکھ لیں کہ کیا وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ کیونکہ جس عقل کو حق و باطل کا فرق ہی نظر نہ آئے تو وہ عقل، عقل ہی نہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیسے معلوم ہو کہ کسی شخص کی دل کی آنکھ درست ہے سو اس کی مثال ایسی سمجھو کہ اگر کسی نابینا کے سامنے لذیذ کھانوں کا دسترخوان بچھا ہوا ہو تو اس کو کچھ معلوم نہ ہوگا، پس جس طرح اگر انسان کی ظاہری آنکھ درست ہو تو وہ لذیذ کھانوں اور انواع و اقسام کی چیزوں اور نعمتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی آنکھ ٹھیک ہے اور اگر کسی کو کچھ معلوم ہی نہ ہو تو اس کی آنکھ درست نہیں، اسی طرح اگر انسان کو اطاعت خداوندی کی طرف رغبت اور میلان ہے تو سمجھو کہ اس کے دل کی آنکھ درست ہے ورنہ وہ

نابینا ہے اور اس کو علاج کرنا چاہیے، غرض جو معیار ظاہر کی آنکھ کی خرابی اور صحت کا ہے وہی باطن کی آنکھ کا ہے، اگر کسی شخص کو سیاہ اور سفید کا فرق معلوم نہ ہو تو اس کی ظاہری آنکھ خراب ہوتی ہے اسی طرح جس شخص کو زنا اور نکاح میں فرق معلوم نہ ہو اس کی باطن کی آنکھ خراب ہوگئی ہے، جیسے پانی اور پیشاب میں فرق معلوم نہ ہو اور گلاب اور سڑے ہوئے بدبودار پانی کو یکساں خیال کرے تو ظاہر ہے کہ اس کی قوت شامہ اور ذائقہ بگڑ ہو چکی ہے اسی طرح جس کو حق و باطل کا فرق محسوس نہ ہو تو اس کی عقل بیمار اور خراب ہے۔

## انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں:

غرض عقل اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں اور امام احمد بن مسکویہ نے اس کی ایک دلیل عقلی بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ دیکھو دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ، امراء اور رؤساسخی گزرے ہیں جنہوں نے اپنی دولت کے خزانے لٹا دیے مگر پھر بھی کوئی شخص ان کا عاشق نہیں ہوا، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ شان ہے کہ دو دو مہینے چولہا نہیں جلتا مگر ایک نہیں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ان کے عاشقان جان نثار موجود ہیں، یہ عشق عقل کے کمال ہی کی وجہ سے تو ہے کسی بے عقل پر کوئی عاشق نہیں ہوا کرتا، حضراتِ انبیاء کرام کی عقل کے کمال اور حسن و جمال ہی نے ان کو عاشق بنایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شریعت کی باتیں خلاف عقل نہیں بلکہ فوق العقل ہیں۔ خلاف عقل وہ بات ہوتی ہے کہ وہ عقل میں آجاوے اور عقل اس پر حاوی ہو جائے اور پھر وہ اس بات پر یہ حکم لگائے کہ یہ درست ہے یا غلط ہے لیکن فَوْقَ الْعقل کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا حکم عقل سے اتنا بلند اور بالا ہے کہ عقل کی وہاں تک رسائی ہی نہیں اور جب رسائی ہی نہیں تو عقل اس پر کیسے حکم لگا سکتی ہے؟ غرض اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔

## عقل کی حیثیت:

عقل کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ سو اس کا اجمالی جواب سن لیجیے، وہ یہ کہ عقل عالم ہے حاکم نہیں، مطلب اس کا یہ ہے کہ عقل کا کام یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئیں ان کو سمجھے اور ان کا ادراک کرے اور پھر ان پر چلے اور یہ منصب عقل کا نہیں کہ وہ یہ حکم کرے کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو۔

## عقل پرستی کے فتنہ کی اصلاح:

حکم دینا اس کا منصب نہیں بلکہ حکم کی تعمیل کرنا اس کا منصب ہے، اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ آج کل یہ فتنہ عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ اگر کسی کے سامنے ہم شریعت کا کوئی حکم بیان کرتے ہیں تو وہ نہایت ہی بے باکی سے بے دھڑک ہو کر کہہ دیتا ہے کہ ہماری عقل میں نہیں آتا، اگر اس کے جواب میں ان سے کہا جاتا ہے کہ بھائی یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر مان لو، تو وہ اس پر کہتے ہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ نے ہم کو عقل دی ہے وہ اس لیے تو دی ہے کہ ہم اس سے کام لیں ورنہ عقل بے کار ہوگی۔

سو اس کے جواب کی تفصیل غور سے سمجھیے کیونکہ یہ فتنہ بہت سخت ہے، دیکھیے اللہ تعالیٰ نے ایک ظاہر کی آنکھ بنائی ہے جس سے انسان دیکھتا ہے اسی طرح ایک دل کی اور باطن کی آنکھ بنائی ہے جس سے نیک و بد کا امتیاز کرتا ہے اور یہی باطنی آنکھ عقل ہے تو یہ مشاہدہ ہے کہ جس طرح ظاہری آنکھیں انسانوں کی مختلف اور متفاوت ہیں یعنی کسی کی نگاہ دور بین کسی کی قریب بین ہے، کوئی کانا ہے کوئی بھینگا ہے، اسی طرح عقل بھی لوگوں کی مختلف ہے اور جب عقلیں مختلف اور متفاوت ہیں، یعنی کوئی شخص زیادہ عاقل ہے اور کوئی کم عاقل ہے تو اب آپ کا یہ کہنا تو درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عقل دی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل دی ہے مگر سوال یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیجیے کہ آپ کی عقل بالکل درست ہے یا بیمار ہے کیونکہ جس طرح دیکھنا اسی شخص کے لیے حجت جس کی بینائی ٹھیک اور صحیح سالم ہو اسی طرح عقل بھی اسی شخص کے لیے حجت ہے جس کی عقل بیماریوں اور آلائشوں سے پاک ہو۔

## ایک خوبصورت مثال سے وضاحت:

اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجیے کہ جیسے انتیس کا چاند ہے کہ قوی البصر لوگوں کو تو نظر آجاتا ہے مگر جس شخص کی نگاہ کمزور ہو اور اس کو بوجہ اپنی نگاہ کی کمزوری کے چاند نظر نہ آیا اور وہ یوں کہنے لگے کہ چونکہ مجھ کو چاند نظر نہیں آیا اس لیے میں نہیں مانتا کہ چاند ہوا ہے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیری نظر ہی کمزور ہے اس لیے تجھ کو چاند نظر نہیں آرہا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تو وہ آپ کی عقل کا قصور ہے نور کا قصور نہیں، اور یہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، دنیا کے حکام کی طرف سے اگر کوئی حکم جاری کیا جائے تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ میری سمجھ میں یہ حکم نہیں آیا اس لیے میں اس کو نہیں مانتا، اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خواہ آپ کی سمجھ میں آوے یا نہ آوے آپ کو ماننا پڑے گا۔

اور اگر آپ نے وہاں یہ تقریر شروع کی کہ صاحب! آخر اللہ نے ہم کو عقل دی ہے تو کیا یہ بیکار ہے؟ ہم کو اس سے کام لینا چاہیے تو پھر سیدھے جیل میں بھیج دیے جائیں گے اور دنیا کے احکام میں تو یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص رعایا میں حاکم سے زیادہ عقل مند، فہیم اور زیادہ تعلیم یافتہ ہو مگر اس کے باوجود حکم حاکم ہی کا معتبر ہوگا، تو جب حکّام مجازی کے احکام میں مجالِ انکار نہیں تو اللہ تعالیٰ کے احکام میں کہاں اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

ہر حال میں ماننا پڑے گا اور عمل کرنا پڑے گا اس لیے کہ اگر ہر شخص کی عقل کو معیار مان لیا جائے اور ہر شخص اس بات کا مدعی ہو کہ جو کچھ میری سمجھ میں اور میری عقل میں آئے گا وہ قابل عمل ہے اور اس کے علاوہ سب خلاف عقل ہے تو دنیا کا نظام ہی نہیں چل سکتا، اس لیے کہ اسی دنیا میں ایک گروہ ایسا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہے اور ایک گروہ وہ ہے کہ جو کہ اللہ تعالیٰ کا ہی انکار کرتا ہے اور ایک گروہ وہ ہے کہ جو تین خداؤں کا قائل ہے، حتیٰ کہ ایک گروہ ۳۳ خداؤں کا قائل اور ماننے والا ہے، اب اگر یہ سب باطل پرست یہ کہیں کہ صاحب ہماری عقل میں تو یہی درست ہے تو آپ کیا کہیں گے اور کیسے تمام اضداد اور نقائص کو صحیح مان لیں گے۔

## تیسرا ذریعہ: وحی الٰہی

یہ بات یاد رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے "حواس خمسہ" کا دائرہ کار محدود رکھا ہے، اسی طرح عقل کا دائرہ کار بھی محدود ہے، بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کا علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیسرا ذریعہ وحی الٰہی کو بنایا، جہاں عقل کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے وحی الٰہی کی ابتداء ہوتی ہے، جو تحصیل علم کا ایک لامتناہی ذریعہ ہے مثلاً امور آخرت کے متعلق علم حاصل کرنا، برزخ، قیامت، جنت ودوزخ وغیرہ کی حقیقت معلوم کرنا وغیرہ وغیرہ ان امور کے ادراک سے نہ صرف حواس خمسہ عاجز ہیں بلکہ عقل سے بھی ان کا اندازہ ممکن نہیں ہے ان کا علم خاص وحی الٰہی پر موقوف ہے جیسے اس میدان میں حواس خمسہ کو استعمال کرنا بے سود وبے فائدہ ہے اسی طرح اس میدان میں عقلی گھوڑے دوڑانا بھی سخت جہالت ہے۔

## احوالِ آخرت کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا:

بعض لوگ جب جنت ودوزخ کے احوال کے متعلق آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ان کے عجیب وغریب حالات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگتے ہیں جب ان کی حقیقت کسی طرح عقل میں آتی ہی نہیں تو طرح طرح کے وساوس وشبہات کا شکار ہو کر اپنے ایمان پر کاری ضرب لگاتے ہیں، یہاں

اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیے، کہ آخرت کی چیزیں چونکہ ہماری دیکھی ہوئی نہیں ہیں، اور ہم نے ان کا کبھی تجربہ اور مشاہدہ نہیں کیا ہے اس لیے وہ ہمیں اچنبھے کی سی معلوم ہوتی ہے اور ان کا سمجھنا بعض لوگوں کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔لیکن یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی بچے سے جو ماں کے پیٹ ہی میں ہو اگر کسی آلہ کے ذریعے یہ کہا جائے کہ اے بچے! تو عنقریب ایسی دنیا میں آنے والا ہے، جہاں لاکھوں میل کی زمین ہے اور اس سے بھی بڑے سمندر ہیں، آسمان ہیں، چاند، سورج اور لاکھوں ستارے ہیں اور وہاں ہوائی جہاز اڑتے ہیں، ریلیں دوڑتی ہیں اور لڑائیاں ہوتی ہیں، توپیں گرجتی ہیں، اور ایٹم بم چلتے ہیں تو وہ بچہ اول تو ان باتوں کو سمجھ ہی نہ پائے گا اگر سوچ سمجھ بھی لے تو اس کے لیے ان باتوں کا یقین کرنا مشکل ہوگا، کیونکہ وہ جس دنیا میں ہے اور جس دنیا کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے تو وہ تو بس اسی کے ماں کے پیٹ کی بالشت بھر کی دنیا ہے۔

بالکل ایسا ہی معاملہ آخرت کے بارے میں اس دنیا کے انسانوں کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ عالم آخرت اس دنیا کے مقابلے میں اسی طرح بے حد وسیع اور بے انتہا ترقی یافتہ ہوگا، جس طرح ماں کے پیٹ کے مقابلے میں ہماری یہ زمین اور آسمان والی دنیا بے حد وسیع اور ترقی یافتہ ہے اور جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں آنے کے بعد وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے، جس کو ماں کے پیٹ کے زمانے میں سمجھ بھی نہیں سکتا تھا، اسی طرح آخرت کے عالم میں پہنچ کر سب انسان وہ سب کچھ دیکھ لیں گے جو اللہ کے پیغمبروں نے وہاں کے متعلق بتلایا ہے۔

## انسانی عقل کی بے بسی اور کمزوری:

ہماری عقلِ نارسا کی پرواز کا عالم تو یہ ہے کہ اگر ایک دو صدیاں پہلے اس سے کہا جاتا کہ ایک ایسی سواری ایجاد ہونے والی (مراد ہوائی جہاز) ہے، جو منوں اور ٹنوں وزن اٹھائے، ہزاروں فٹ بلندی پر، بہت تیز پرواز کرے گی، تو یہ عقل ہرگز اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوتی مگر آج کھلی آنکھوں اسی چیز کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے جب کہ خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی عقل سے یہ کہا جاتا کہ پانی کے قطرے میں سینکڑوں جرثومے ہوتے ہیں تو عقل کبھی اس کے صحیح ہونے کا حکم نہ لگاتی مگر آج خوردبین کے ذریعے اپنی آنکھوں سے ان جرثوموں کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

آج سے تقریباً ایک صدی پہلے ہی اس عقل سے کہا جاتا کہ کچھ عرصہ کے بعد ایسا اسلحہ ایجاد ہونے والا ہے، مثلاً میزائل اور ایٹم بم وغیرہ کہ میزائل کے ذریعے ہزاروں میل دور ہی اپنے ہدف کو نشانہ بنا کر نیست و نابود کیا جائے گا اور ایک ایٹم بم لاکھوں افراد کے لقمہ اجل بننے کے لیے کافی ہوگا، تو عقل اس بات کو ہنسی اور مذاق پر

محمول کرتی مگر آج یہ افسانہ حقیقت بن کر سامنے آچکا ہے۔

جب ہماری عقل اس قدر لاچار ہے کہ ایک دوصدی بعد رونما ہونے والے واقعات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس عقل سے لامحدود زندگی یعنی آخرت کی زندگی، اور جنت و دوزخ کے واقعات کا اندازہ لگانا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ عقل کی کسوٹی پر عالمِ آخرت کو پرکھنا سخت ناواقفی کی بات ہے!!

## ایک خوبصورت مثال سے وضاحت:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ جو اپنی صدی کے بلند پایہ محقق، بے مثال مفسر گزرے ہیں، جن کی مجددانہ تعلیمات، زیورِ اعتدال سے آراستہ، تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں، اس مقام کی توضیح اپنے وعظ میں اس طرح فرماتے ہیں:

حضرت! یہ عقل جب بڑھتی ہے تو اتنا پریشان کرتی ہے کہ زندگی تباہ کردیتی ہے اور یہی وجہ ہے بہت سے عقلاء کے تباہ ہونے کی، کہ انہوں نے عقل سے وہ کام لیا جو اس کی حد سے آگے تھا اور ہر چیز کا اپنی حد سے نکلنا مضر ہے، میں تو عقل کے متعلق ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ یہ ایسی ہے جیسے گھوڑا پہاڑ پر چڑھنے والے کے لیے، اب تین قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ جو گھوڑے پر سوار ہوکر پہاڑ تک پہنچے اور پھر پہاڑ پر بھی اس پر سوار ہوکر چڑھنے لگے، یہ غلطی پر ہیں، ضرور کسی سیدھی چڑھائی پر سوار اور گھوڑا دونوں گریں گے اور ایک وہ ہیں جو یہ سمجھ کر کہ گھوڑا پہاڑ پر تو کام دیتا ہی نہیں تو اس سے صاف سڑک پر کام لینے کی کیا ضرورت ہے، وہ گھر ہی سے پیدل چل پڑے، نتیجہ یہ ہوا کہ پہاڑ تک پہنچ کر تھک گئے یہ بھی نہ چڑھ سکے تو ان دونوں کی رائے غلط تھی، پہلی جماعت نے گھوڑے کو ایسا با کار سمجھا کہ آخیر تک اسی سے راستہ طے کرنا چاہا اور دوسرے نے ایسا بے کار سمجھا کہ پہاڑ تک بھی اس سے کام نہ لیا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ گھوڑا پہاڑ تک تو کارآمد ہے اور پہاڑ پر چڑھنے کے لیے بیکار، اس کے لیے کسی اور سواری کی ضرورت ہے یہی حال عقل کا ہے بالکل کام نہ لینا بھی حماقت ہے اور آخیر تک بھی کام لینا غلطی ہے، بس عقل سے اتنا کام تو لو کہ توحید و رسالت کو سمجھو اور کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم کرلو، اس سے آگے فروع میں (برزخ، جنت، دوزخ) عقل سے کام نہ لینا چاہیے، بلکہ اب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے آگے گردن جھکادینی چاہیے، چاہے ان کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے۔ دیکھیے قانون سلطنت کے منوانے کی دوصورتیں ہیں، ایک یہ کہ پہلے یہ سمجھا دیا جائے کہ جارج پنجم (حکمران کا نام) بادشاہ ہیں، اس کے بعد تمام احکام کے متعلق کہہ دیا جائے کہ یہ بادشاہ کے احکام ہیں اس لیے ماننا پڑیں گے، تو یہ صورت آسان ہے

اور تمام عقلاء ایسا ہی کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص جارج پنجم کو بادشاہ مان کر پھر بھی ہر قانون میں الجھنے لگے کہ میں اس دفعہ کو نہیں مانتا تو بتلایئے کہ اس شخص کا کیا حال ہوگا؟! ظاہر ہے کہ ہر جگہ ذلیل ہوگا، اور عقلاء کہیں گے کہ جب بادشاہ ہونا مسلّم اور اس قانون کا قانون سلطنت ہونا معلوم تو پھر انکار کی کیا وجہ؟ ضرور ماننا پڑے گا چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، معلوم ہوا کہ صاحب سلطنت کو پہچاننے کے لیے تو عقل سے کام لینے کی اجازت ہے، اس کے بعد عقل سے کام لینے کی اجازت نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ دین کے معاملہ میں اخیر تک عقل سے کام لینا چاہتے ہیں یہ تو سخت غلطی ہے جس سے بجز ذلّت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، جب خدا کا خدا ہونا مسلّم، رسول ﷺ کا رسول ہونا مسلّم کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم پھر ہر حکم میں الجھنے کا آپ کو کیا حق ہے؟ اور ہر شخص آپ کو بے وقوف بنائے گا، اور تمام عقلاء کی نظروں میں آپ ذلیل ہوں گے، سچ یہ ہے کہ

عزیز یکہ از درگہش سر بتافت
بہر درکہ شد ہیچ عزت نیافت

وہ (اللہ) ایسے غالب اور قادر ہیں کہ جس نے ان کی درگاہ سے سر پھیرا، جس دروازہ پر گیا کچھ عزت نہ پائی بلکہ ذلیل ہوا۔

الغرض! عقل سے اس وقت تک کام لو جب تک وہ کام دے سکے اور جہاں اس کا کام نہیں وہاں اس کو چھوڑ دو اور حکم کا اتباع کرو، تو عقل کی بھی ایک حد ہوئی اور کیوں نہ ہو وہ بھی تو ایک قوت ہے، جیسے آنکھ کی ایک قوت ہے اور اس کی ایک حد ہے، اس سے آگے دوربین لگانے کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی شریعت کے معاملہ میں اصول تک تو عقل کام دیتی ہے اور فروع میں تنہا بیکار ہے، دوربینِ وحی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی کان کی ایک قوت ہے جس کے لیے ایک حد ہے اس سے آگے ٹیلی فون سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ پیروں کی ایک قوت ہے جس سے آگے سواری سے کام لینے کی ضرورت ہے تو جب ہر قوت محدود ہے تو عقل کیسے محدود نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی اس سے آگے وحی سے کام لو ورنہ یاد رکھو کہ عمر بھر راستہ نہ ملے گا، کیونکہ سمعیات (آنحضرت ﷺ سے منقول عقائد اور اعمال) میں عقل کا کام نہیں وہاں تو اتباع رسول ﷺ کی ضرورت ہے اور

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

پیغمبر ﷺ کے راستہ کے خلاف جس نے اور راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود تک نہ پہنچے گا۔

صاحبو! دنیا میں بھی تو آپ بہت جگہ عقل کو چھوڑ کر کسی نہ کسی کا اتباع کرتے ہیں دیکھیے جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو عقل سے اتنا کام تو لیتے ہیں کہ اطباء موجودین میں سے کون زیادہ حاذق وتجربہ کار ہے اور جب ایک طبیب (اور ڈاکٹر) کا حاذق ہونا معلوم ہو گیا تو پھر آپ اس کے پاس جاتے ہیں اور وہ نبض دیکھ کر نسخہ تجویز کرتا ہے، پھر آپ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ اس نسخہ میں فلاں دوائی کیوں لکھی اور فلاں کیوں نہیں لکھی اور اس دوا کا وزن چار ماشہ کیوں لکھا؟ چھ ماشہ کیوں نہیں لکھا؟ ہم نے کسی کو طبیب سے ان باتوں میں الجھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اگر کوئی اس سے الجھنے لگے تو سب عقلاء اس کو بے وقوف بتاتے ہیں اور طبیب بھی صاف کہہ دیتا ہے کہ اگر تم میرے پاس مجھے طبیب سمجھ کر آئے ہو تو جو نسخہ میں تجویز کر دوں اس میں تم کو چون وچراں کا کوئی حق نہیں، اور اگر چون وچراں کرتے ہو تو اس کے معنی ہیں کہ تم مجھے طبیب نہیں سمجھتے، پھر میرے پاس کیوں آئے تھے اور اس کے اس جواب کو تمام عقلاء صحیح کہتے ہیں، پھر حیرت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو رسول (ﷺ) تسلیم کرنے اور کلام اللہ کو کلام اللہ مان لینے کے بعد عقل کو انکے نہ تابع کیا جاوے اور بات بات میں الجھا جاوے کہ یہ تو خلافِ عقل ہے، ہم اسے کیونکر مان لیں، صاحبو! جب دنیا کے کام بدون اس کے نہیں چل سکتے کہ عقل کو ایک حد پر چھوڑ دیا جائے اور بلا چون وچراں دوسرے کا اتباع کیا جائے تو آخرت کا کام بدون اس کے کیونکر چل سکتا ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں تو دیکھی ہوئی ہیں، ان میں کسی قدر عقل چل سکتی ہے، پھر بھی اس کو چھوڑ کر کاملین و ماہرین کی تقلید کی جاتی ہے اور آخرت سے ہم سب اندھے ہیں، وہاں تقلید وحی کے بغیر کیسے کام چلے گا۔

(وعظ تفصیل الدین: صفحہ ۴۸ تا ۵۱)

## ایک ضروری تنبیہ:

عقل پرستوں اور مادہ پرستوں کے وہ گروہ جنہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت دی جاتی ہے تو اس پر اپنی عقل کے ذریعے حجّت بازی کرتے ہیں کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا، گویا ان کی دلیل عقل (لاجک) کا تقاضا یہ ہے کہ کسی چیز کو ماننے کے لیے اس کا وجود نظر آنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا کر دے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہوا کے وجود پر یقین رکھتے ہیں جو انہیں نظر نہیں آتی، بخار کو مانتے ہیں، سردی، گرمی کا اقرار کرتے ہیں، درد اور بے چینی کو تسلیم کرتے ہیں جو انہیں نظر آتی،

ڈاکٹر کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے جسم انسانی میں شوگر، آئرن، نمکیات پر یقین رکھتے ہیں، جبکہ ان میں سے کسی چیز کی زندگی بھر جھلک تک انہیں دکھائی نہیں دیتی، رب کریم انہیں سمجھ دے وجود باری تعالیٰ پر ایسے دلائل کے مطالبہ کے ذریعے کیوں اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں!!

## خلاصہ تحقیق:

پچھلی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ عقل کی کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہونی چاہیے، رہی یہ سوچ کہ قرآن وسنت کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہونی چاہیے نہایت گمراہ کن ہے کیونکہ قرآن وسنت کا مرتبہ عقل سے اوپر ہے اور عقل قرآن وسنت کے تابع ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** صحیح اور غلط جملوں کی متعلقہ خانوں میں نشاندہی کیجئے۔ صحیح / غلط

① اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ "عقل" دیا ہے۔ ☐ ☐

② حواسِ خمسہ سے مراد آنکھ، کان، ناک، ہاتھ اور عقل۔ ☐ ☐

③ عقل ایک حد تک کارآمد ہے پھر اس کے بعد حصولِ علم کا ذریعہ "وحیِ الٰہی" ہے۔ ☐ ☐

④ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان کی حقیقت سمجھ آجانا بھی ضروری ہے۔ ☐ ☐

⑤ آخرت کے تمام امور کا تعلق وحی الٰہی سے ہے عقل کے ذریعے ان کا سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ ☐ ☐

⑥ احوالِ آخرت اور عالمِ بالا کے احوال کو عقل سے سمجھنے والے گمراہ ہوجاتے ہیں۔ ☐ ☐

⑦ حصولِ علم کے لیے پہلے حواسِ خمسہ پھر عقل اور پھر وحی کا درجہ آتا ہے۔ ☐ ☐

⑧ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کے حصول کے لیے "عقل" کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ ☐ ☐

**سوال نمبر ②** آپ اپنے سبق کا گہرائی اور سمجھ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں اور نیچے بریکٹ میں دیے گیے بہت سارے امور کے بارے میں بتلایئے کہ ہم ان میں سے کون کون سی اشیاء کا صحیح علم کس چیز کے ذریعے حاصل کرسکتے ہیں، متعلقہ صحیح خانہ میں صرف اس نمبر کا اندراج کریں۔

① حواس خمسہ ② عقل ③ وحی الٰہی

☐ آسمان اور اس کی وسعتوں کا علم ☐ قبر کا ثواب اور عذاب

☐ پھلوں کی مٹھاس ☐ معراج کا واقعہ

☐ تجارت کا نفع بخش ہونا ☐ جنت کے درختوں کا سایہ

| | |
|---|---|
| ☐ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم | ☐ آواز کا سریلا ہونا یا بھدا ہونا |
| ☐ سائنسی ایجادات | ☐ جنت ودوزخ کے احوال |
| ☐ جنت کی بیویوں کا حسن وجمال | ☐ جنات کا وجود |
| ☐ مقتدا اور پیشواء کا گمراہ یا ہدایت والا ہونا | ☐ چیزوں کی رنگت |
| ☐ شہیدوں کا زندہ ہونا | ☐ پل صراط کی حقیقت |
| ☐ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ کا علم | ☐ مساجد میں فرشتوں کا ہونا |
| ☐ قیامت کا برپا ہونا | ☐ اشیاء کا مفید یا مضر ہونا |
| ☐ حشر کے حالات | ☐ فرشتوں کی تعداد |
| ☐ کسی چیز کی سختی یا نرمی کا علم | ☐ معجزات کی حقیقت |
| ☐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں حیاتِ مبارکہ | ☐ مسئلۂ تقدیر |

**سوال نمبر ③** درج ذیل جملوں میں غور کریں اور صحیح خانہ میں (✓) کا نشان لگائیں۔

| جملے | صراطِ مستقیم پر چلنے والا | صراطِ مستقیم سے بہکا ہوا |
|---|---|---|
| اگر کوئی شخص احادیثِ مبارکہ میں بیان ہونے والے عذابِ قبر کا انکار اس وجہ سے کرے کہ وہ اس کی عقل میں نہیں آتا۔ | | |
| اگر کوئی شخص احادیثِ صحیحہ کا انکار اس وجہ سے کرے کہ وہ عقل کے معیار پر پورا نہیں اترتیں۔ | | |
| اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو سو فیصد ماننے والا خواہ وہ سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ | | |
| ہر معاملہ میں اپنی عقل اور سمجھ کو معیار اور کسوٹی بنانے والا اسی کو سب کچھ سمجھنے والا۔ | | |
| اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک پر بغیر سمجھے ایمان رکھے اور عقل کے ذریعے قدرتِ الٰہی کے کرشموں میں غور کرے۔ | | |

سبق نمبر ④

# اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں عقائد

## (حصہ اوّل)

### بندہ کا سب سے پہلا فرض:

بندہ کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے خالق کو پہچانے جس کا طریقہ یہ ہے کہ غور وفکر کرے کہ یہ کارخانہ خود بخود چل رہا ہے یا پسِ پردہ کوئی دستِ قدرت اس کو چلا رہا ہے اور اپنے اندر غور کرے کہ کیا میں خود بخود پیدا ہوا ہوں، یا کسی پیدا کرنے والے نے مجھے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ. کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق ہی کے پیدا ہو گئے ہیں یا خود ہی اپنے خالق ہیں ذرا غور کریں

کائنات کے وجود اور اس میں ہونے والے روزمرّہ کے انقلابات اور آفاقِ عالَم میں پھیلی ہوئی عظیم الشان نشانیوں کے بارے میں نظریہ کے حوالہ سے انسانیت تین قسم کے گروہوں میں تقسیم ہے۔

① دھریت: جس کے ماننے والے "دھریّے" کہلاتے ہیں۔
② نیچریت: جس کے ماننے والے "نیچری" کہلاتے ہیں۔
③ اہلِ مذہب: جس کے ماننے والے "مومنین" کہلاتے ہیں۔

### ① نظریہ دہریت اور ② نیچریت:

دہریت تو سرے سے وجودِ صانع (کائنات بنانے والے) کی منکر ہے اور کہتی ہے کہ یہ عالم قدیم ہے کوئی اس کا خالق نہیں اور اشیاءِ عالم، اپنی طبعی اور فطری حالت کے مطابق بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں۔ اور نیچریت صانع عالم کا اقرار تو کرتی ہے مگر خدا تعالیٰ کو معطل قرار دیتی ہے، کہتی یہ ہے کہ صانع عالم نے اس عالم کو پیدا کر دیا مگر اب خدا کا اشیائے عالم سے کوئی تعلق نہیں رہا، اشیائے عالم اپنی طبعی، ذاتی اور فطری خواص وآثار کی بنیاد پر بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں اور اشیائے عالم میں جو تغیر وتبدل نمودار ہو رہا ہے اس کی علت یہی طبیعت اور فطرت ہے

اور اس کے خواص اور آثار ہیں اور اسی طبیعت کا دوسرا نام نیچر ہے اور جو چیز اس عالم کی ہر چیز کو جداگانہ خاصیتوں اور خاص خاص افعال وصفات کے ساتھ مخصوص کر رہی ہے وہ یہی طبیعت اور فطرت اور نیچر ہے۔

## ③ عقیدہ اسلام:

اسلام یہ بتاتا ہے کہ طبیعت اور اس کی خاصیت سب اللہ ہی کی مخلوق ہے اللہ ہی نے طبیعت کو پیدا کیا اور اسی نے اس میں یہ خاصیت رکھی، لہٰذا کوئی طبیعت بالذات موثر نہیں ہوسکتی سب اللہ کے ارادہ اور مشیت کے تابع ہے، جس طرح طبیعت کا وجود اللہ کے ارادہ ومشیت کے تابع ہے اسی طرح طبیعت کی خاصیت اور تاثیر بھی اللہ کے ارادہ ومشیت کے تابع ہے۔ کیا جس خدا نے ان طبائع مختلفہ کو اور ان کے خواص اور آثار کو پیدا کیا ہے تو کیا وہی خدا ان طبیعتوں کے خواص اور آثار کے بدلنے پر قادر نہیں رہا، خوب سمجھ لو کہ اس خالق کائنات کو اپنی کائنات کے وجود میں اور پھر انکے خواص اور صفات میں تصرف اور تغیر اور تبدل کا بھی پورا اختیار ہے۔ ہر وجود کی باگ اس کے ہاتھ میں ہے۔

اشیائے عالم کے گونا گوں تغیرات اور زمان اور مکان کے بدلنے سے ان میں قسم قسم کے تبدّلات اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کا وجود اور ظہور کسی قدرت اور حکمت پر مبنی ہے خود اس شئے کے ذرات بسیطہ کی غیر شعوری حرکت پر مبنی نہیں۔

## دہریت اور نیچریت کا بطلان عقلی دلیل سے:

عقل اس بات کے ماننے پر آمادہ نہیں کہ کسی طرح کا شعور نہ رکھنے والی طبیعت اور قوت کو اس کارخانہ عالم میں بالاستقلال مدبّر اور متصرّف مان لیا جائے۔ موجودہ فلسفہ یہ کہتا ہے کہ سلسلہ نظامِ مادیات ایک طبعی خاصہ کے ماتحت چل رہا ہے، یعنی اشیاء میں ذاتی اور طبعی خواص ہیں جو ایک دوسرے پر اثر کرتے ہیں اور اس طبعی خاصہ کی بناء پر تاثیر (اثر ڈالنے) اور تاثر (اثر قبول کرنے) کا عمل جاری ہے، اس تاثیر اور تاثر کے لئے کسی بیرونی اور بالائی طاقت کے ماننے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ اہلِ مذہب ایک قادر مطلق کے قائل ہیں اس کی ضرورت نہیں۔

دہری گروہ کا یہ نظریہ ہے جو ہم نے قارئین کرام کے سامنے پیش کر دیا ہے اس کو نہ عقل قبول کرتی ہے اور نہ فطرت انسانی اور نہ تعلیم آسمانی۔ قارئین کرام خود فیصلہ کرلیں کہ ایک مردہ اور اندھے اور بہرے مادہ کے سامنے جھکنا آسان ہے یا ایک قادر مطلق کے سامنے گردن ڈال دینا اور اس پر ایمان لے آنا آسان ہے۔

## خالق کائنات کا ازلی اور ابدی ہونا:

خالق عالَم بذاتہ قدیم، ازلی اور ابدی ہے جس کے وجود کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا ہے اور اس کی ذات تک زوال اور فنا کی رسائی نہیں، خود اس کی ذات اس کے قدیم ہونے کو مقتضی ہے کسی دوسری ذات نے اس کو قدیم نہیں بنایا، اس کے سوا کسی کے لئے قدیم ہونا اور ازلی ہونا ثابت نہیں،

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

غرض یہ کہ وجود ذات باری تعالیٰ کے لئے غیر منفک ہے یعنی اس کی ذات سے وجود کا جدا ہونا ناممکن اور محال ہے اور اگر بالفرض خدا کے وجود کی کوئی ابتدا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک ایسا وقت تھا کہ خدا موجود نہ تھا اور پھر موجود ہوگیا، تو خدا کا حادث (پیدا ہونے والا) ہونا لازم آئے گا اور ہر حادث کے لئے کسی خَالِق اور مُحدِث (پیدا کرنے والا) کا ہونا ضروری ہے پس معاذ اللہ! اگر خدا قدیم نہ ہو بلکہ حادث ہو تو اس کے لئے بھی ایک خالق اور محدث تلاش کرنا پڑیگا۔ اور جیسے خالق کائنات کا ازلی ہونا ضروری ہے ایسا ہی اس کا ابدی ہونا بھی ضروری ہے یعنی ایسا ہونا چاہئے کہ اس کے وجود کے لئے فنا اور زوال نہ ہو اور اس کے وجود کی کوئی حد اور نہایت نہ ہو اور اگر بالفرض خدا کے وجود کی انتہا مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آئندہ چل کر ایسا وقت آئے گا کہ خدا اس وقت موجود نہ ہوگا اور خدا کا فنا ہو جانا عقلاً بھی محال ہے معاذ اللہ اگر خدا پر بھی زوال آسکتا ہے تو پھر خالق اور مخلوق میں کیا فرق رہا۔

## موجودات کی اقسام:

موجودات کی چار اقسام ہیں:

① اول: وہ کہ جس کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا ہے۔ وہ حق جلّ شانہ ہے۔

② دوم: وہ موجود جس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ہے، یہ موجود عالَمِ دنیا ہے کہ جس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ہے۔

③ سوئم: وہ موجود کہ جس کی ابتدا تو ہے مگر انتہا نہیں، یہ عالم آخرت ہے۔

④ چہارم: وہ موجود جس کا آخر تو ہے مگر اس کا کوئی اول نہیں، وہ اس عالم کا عدم ہے جو اس کے وجود میں آنے سے منقطع ہوگیا۔ اس کے عدم سابق کی کوئی ابتدا نہیں۔ (اتحاف شرح احیاء العلوم: جلد ۲، صفحہ ۹۴، للعلامۃ الزبیدی)

## اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت اور احدیت:

صانعِ عالم جس کو ہم "اللہ" (جلّ جلالہ) کہتے ہیں وہ ایک ہے جو اپنی ذات، صفات اور افعال میں یگانہ ہے۔ فی الحقیقت کسی امر میں کوئی اس کا شریک نہیں نہ وجوبِ وجود میں اور نہ الوہیت میں اور نہ خواصِ الوہیت میں اور نہ قدیم ہونے میں اور نہ ازلیت میں اور نہ استحقاقِ عبادت میں اور نہ تدبیر وتصرف میں، وہ اپنی ذات اور صفات میں فرد اور یگانہ ہے کوئی اس کا مثل اور شریک نہیں۔

## توحیدِ باری تعالیٰ کے عقلی دلائل:

① **پہلی دلیل:** اگر ایک خدا اتنے بڑے عالم کے پیدا کرنے لے لئے کافی نہیں تو پھر تین چار خداؤں سے بھی کام نہ چلے گا، اس عظیم الشان کارخانہ کے چلانے کے لئے بے شمار خدا چاہییں، اس لئے کہ انتظام عالَم کے لیے یا تو ایک خدا کافی ہے، یا ایک کافی نہیں دوسرے خداؤں کی بھی ضرورت ہے، اگر ایک کافی ہے تو دوسرے تمام خدا بے کار اور معطّل رہیں گے، جو معطّل اور بے کار ہوں وہ خدا نہیں ہوسکتے۔

اور اگر ایک کافی نہیں دوسروں کی بھی ضرورت ہے تو وہ ناقص اور محتاج ہے۔ جو ناقص اور محتاج ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا، پس معلوم ہوا کہ وہ ایک ہی خدا ہے، کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں۔

② **دوسری دلیل:** نیز شرکت عیب ہے جس قدر بڑا بادشاہ ہوگا، اسی قدر اس کو شرکت سے اور شریک سے نفرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے، عیب دار چیز خدا نہیں ہوسکتی۔

③ **تیسری دلیل:** نیز اگر دو خدا ہوتے تو ہر خدا کی مخلوق دوسرے خدا کی مخلوق سے جدا ہوتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ** (المؤمنون/91: اور جب ہر خدا کی مخلوق دوسرے خدا کی مخلوق سے جدا اور علیحدہ ہوتی تو ہر خدا دوسرے خدا سے مستغنی اور بے نیاز ہوتا تو کوئی بھی خدا نہ ہوتا کیونکہ جس سے بھی استغناء ہوسکتا ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ خدا کی شان یہ ہے کہ کائنات کا کوئی ذرّہ بھی اس سے مستغنی نہیں ہوتا اور وہ ہر چیز سے غنی ہے۔

④ **چوتھی دلیل:** نیز اگر دو خدا ہوتے تو خدائی کا تقاضا علوّ، قہر اور غلبہ ہے تو ہر خدا دوسرے خدا پر چڑھائی کرتا اور نوبت مقابلہ کی آتی، کما قال تعالیٰ: **وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ** (المؤمنون 91: پس اس مقابلہ میں جو غالب آتا وہ خدا ہوتا اور اگر دونوں برابر رہتے تو کوئی بھی خدا نہ رہتا اس لئے جب خدا ہو کر علو اور غلبہ حاصل نہ کرسکا تو خدا کہاں رہا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے: **وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ**

⑤ **پانچویں دلیل:** نیز اگر بالفرض عالم کے دو خدا ہوں اور ان میں سے ایک خدا کوئی کام کرنا چاہے تو دوسرا اس کی مخالفت پر قادر ہوگا یا اس کی موافقت پر مجبور ہوگا پس اگر مخالفت پر قادر ہے تو یہ خدا قوی اور قاہر ہوگا اور دوسرا خدا ضعیف اور قاصر ہوگا اور عاجز اور قاصر خدا نہیں ہوسکتا، اسی وجہ سے ارشاد ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ﴿الانبیاء: ۲۲﴾ یعنی اگر زمین اور آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا ہوتے تو زمین اور آسمان تباہ اور برباد ہوجاتے کیونکہ اگر دو خدا ہوتے تو لامحالہ دونوں میں اختلاف ہوتا یہ ناممکن ہے کہ دو خدا ہوں اور دونوں کامل القدرت اور کامل الاختیار ہوں اور باوجود کمالِ قدرت کے تدبیرِ عالم میں دونوں کا کوئی اختلاف نہ ہو، لامحالہ دونوں خداؤں کے درمیان اختلاف ہوگا اور خدائی میں رسہ کشی کی نوبت آئے گی۔ پس اگر یہ صورت ہوتی تو اس رسہ کشی میں عالم کا تمام انتظام درہم برہم ہوجاتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انتظام عالم نہایت خوبی اور عمدگی سے چل رہا ہے تو معلوم ہوا کہ بلا مزاحمت اور بلا شرکت اس عالم کا چلانے والا ایک ہی خدا ہے۔

⑥ **چھٹی دلیل:** نیز اگر دو خدا ہوں گے تو لامحالہ صفات کمالیہ میں یا دونوں برابر ہوں گے، یا دونوں مختلف ہوں گے اگر دونوں صفاتِ کمالیہ کے اتصاف میں بالکلیہ مماثل اور برابر ہوئے تو پھر دونوں خداؤں میں فرق اور امتیاز کیسے رہے گا، عقلاً یہ محال ہے کہ دو حقیقتیں مختلف ہوں اور ذات میں بھی دونوں کی تباین اور اختلاف ہو اور پھر صفات میں بالکلیہ تماثل اور اتحاد ہو یہ بات عقلاً محال ہے، اور اگر صفات کمالیہ میں مختلف ہوئے تو ہر ایک کا علم اور ہر ایک کی قدرت دوسرے کے علم اور قدرت کے مخالف ہوں گے اور دو خداؤں کے باہمی نزاع اور اختلاف سے دیگر محالات کا دروازہ کھلے گا۔

(نہایۃ الاقدام للامام الشہرستانی: ص ۹۳)

⑦ **ساتویں دلیل:** نیز اگر اس عالم کے دو خدا ہوں اور یہ کہا جائے کہ کائنات کو دونوں خداؤں نے وجود عطا کیا ہے تو لازم آئے گا کہ عالم کی ہر چیز کے لئے دو وجود ہوں، کیونکہ خدا کہتے ہی اس کو ہیں جو کسی کو وجود عطا کرے، پس جب اس عالم کے دو خدا ہوں گے تو ہر ایک خدا کی طرف سے کائنات کو الگ الگ وجود ملے گا تو ہر مخلوق کے پاس دو وجود جمع ہوجائیں گے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر چیز ایک ہے اور اپنے وجود کے ساتھ موجود ہے معلوم ہوا کہ موجد ایک ہی ہے۔

## خلاصہ کلام:

یہ کہ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوندِ عالَم ایک ہے، مجوس دو خداؤں کے قائل ہیں ایک "یزدان" کے اور ایک "اہرمن" کے، نصاریٰ تین خداؤں کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ عالَم کے لئے تین خدا ہیں، "باپ اور بیٹا اور روح القدس"، اور عناصر پرست چار خدا کے قائل ہیں، "عناصرِ اربعہ" کو خدا مانتے ہیں اور ستارہ پرست "سبعہ سیارہ" کو اپنا خدا مانتے ہیں اور ہندوستان کے ہنومان اوتار پرست اور بت پرست ہیں، جسم انسانی میں خدا تعالیٰ کا حلول اور نزول جائز سمجھتے ہیں اور تینتیس کڑور دیوتاؤں کو معبود بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل سلیم عطا فرمائے کہ شرک کی تاریکیوں سے نکل کر نورِ ایمان نصیب ہو جائے۔ (اتحاف شرح احیاء العلوم: ۲/ ۱۰۳)

## نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کا ابطال:

نصاریٰ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا حقیقت میں تین ہیں مگر ان کے پاس اس دعوی کے اثبات کے لئے نہ کوئی دلیل عقلی ہے اور نہ دلیل نقلی ہے، عقل کے نزدیک تین کا حقیقتاً ایک ہونا اور ایک کا تین ہونا ایسا ظاہر البطلان ہے جیسا کہ دن کا رات ہونا اور رات کا دن ہونا بدیہی البطلان ہے۔ نصاریٰ کے نزدیک اگر ایک اور تین کا حقیقتاً ایک ہوجانا ممکن ہے تو پھر ایک اور چار کا اور ایک اور پانچ کا ایک ہوجانا بھی حقیقتاً ممکن ہوا، حالانکہ یہ امر تمام عقلاء کے نزدیک محال ہے اس لئے کہ ہر عدد کی حقیقت دوسرے عدد کی حقیقت سے بالکل جدا اور مختلف ہے اور دو مختلف حقیقتوں کا حقیقتاً ایک ہوجانا عقلاً محال ہے تو اسی طرح ایک اور تین کا حقیقتاً ایک ہوجانا بھی بلاشبہ محال ہوگا، ایک اور دو کے حقیقتاً ایک ہوجانے کے محال ہونے کے نصاریٰ بھی قائل ہیں اور اسی طرح چار، پانچ، سات کے حقیقتاً ایک ہونے کے باطل ہونے پر نصاریٰ بھی سارے جہاں کے ساتھ ہیں پھر معلوم نہیں کہ ایک اور تین کے حقیقتاً ایک ہونے کے نصاریٰ سارے جہان کے خلاف کیسے قائل ہوگئے۔

## اللہ جلّ جلالہ کا واجب الوجود ہونا:

اللہ تعالیٰ خود بخود موجود ہے، اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں نیز اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے، یعنی اس کا موجود ہونا ضروری ہے اور اس کا عدم (نہ ہونا) محال یعنی ناممکن ہے، اور اس کے سوا کوئی چیز واجب الوجود نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿١٥﴾ (فاطر: ۱۵)

ترجمہ: "اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا بذاتِ خود مستحق ہے۔"

## اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ:

اللہ تعالیٰ کے دو طرح کے نام ہیں: ایک ذاتی، دوسرے صفاتی۔ ذاتی نام "اللہ" ہے۔ صفاتی نام احادیثِ مبارکہ میں ننانوے بتلائے گئے ہیں جو کہ مشہور و معروف ہیں، یہ ننانوے نام اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ کی بنیاد اور اصل ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہی ننانوے نام ہیں ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اور نام نہیں، بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار نام ہیں جن میں سے بعض قرآن و حدیث میں ذکر کیے گئے ہیں، مثلاً ذوالفضل، ذِی المعارج، ذِی الطول، مَلِیک، اَکرم، رفیع، شاکر، دائم، وتر، فاطر، وغیرہ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الأعراف: ۱۸۰)

ترجمہ: "اور اسمائے حسنیٰ (اچھے اچھے نام) اللہ ہی کے ہیں۔ لہٰذا اس کو انہی ناموں سے پکارو۔"

## اللہ تعالیٰ کا قادرِ مطلق ہونا:

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ قدرت بھی ثابت ہے کہ وہ ذات قادرِ مطلق ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، عجز کا وہاں نام و نشان نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط (الإنعام: ۶۵)

ترجمہ: کہو کہ: "وہ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (نکال دے) یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے بھڑا دے، اور ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھا دے۔" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

❁ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ (القیامۃ: ۴)

ترجمہ: "کیوں نہیں؟ جبکہ ہمیں اس پر بھی قدرت ہے کہ اس کی انگلیوں کے پور پور کو ٹھیک بنا دیں۔"

## اللہ تعالیٰ کی صفتِ ارادہ:

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ ارادہ بھی ثابت ہے، یعنی اپنے ارادہ و اختیار سے جو چاہتا ہے کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے وجود بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے معدوم کر دیتا ہے۔ اس نے ازل میں جو ارادہ کیا تھا، اسی کے مطابق ہو رہا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ اسی کے مطابق ہوتا رہے گا۔ وہ جس کا ارادہ کرتا ہے وہ ہو کے رہتا ہے، کوئی چیز بھی اس

کے ارادہ واختیار سے باہر نہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ:"اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے،اور تمہارے لئے مشکل پیدا کرنا نہیں چاہتا۔"

۞ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (النحل:۴۰)

ترجمہ:"اور جب ہم کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری طرف سے صرف اتنی بات ہوتی ہے کہ ہم اسے کہتے ہیں:"ہوجا"بس وہ ہوجاتی ہے۔"

۞ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا (یونس:۹۹)

ترجمہ:"اور اگر اللہ چاہتا تو روئے زمین پر بسنے والے سب کے سب ایمان لے آتے۔"

## اللہ تعالیٰ کی صفتِ سمع:

اللہ تعالیٰ کو صفتِ سمع بھی حاصل ہے۔سمع کا معنی ہے سننا۔یعنی اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کی ہر بات سنتا ہے، ایک کی بات سننے سے، اسے دوسروں کی بات سننے میں رکاوٹ نہیں ہوتی، وہ بیک وقت انسانوں، فرشتوں، جنوں، جانوروں، پرندوں، پانی میں مچھلیوں، کیڑے مکوڑوں اور ان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقاتِ عالم کی تمام باتوں کو سنتا اور سمجھتا ہے۔انسانوں اور دوسری مخلوق کی مختلف زبانوں سے اسے کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہیں ہوتا۔ اتنی زبردست قوتِ سماعت کے باوجود وہ کانوں سے پاک ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (غافر:۵۶)

ترجمہ:"لہٰذا تم اللہ کی پناہ مانگو۔یقیناً وہی ہے جو ہر بات سننے والا،سب کچھ دیکھنے والا ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (شوریٰ:۱۱)

ترجمہ:"کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔"

## حدیث سے دلیل:

عن أَبِي موسى الأشعريِّ - رضى الله عنه - قَالَ : كنّا مَعَ النبيِّ - صلى الله عليه وسلم - فى سَفَرٍ، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَ كَبَّرْنَا وارتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا. فَقَالَ النبيُّ -

صلی اللہ علیہ وسلم -: ((یَا أَیُّهَا النَّاسُ، ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لاَ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلاَ غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ (صحیح بخاری: ۱۲/۱)

ترجمہ: "حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ: ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے تو جب ہم کسی وادی میں داخل ہوئے تو ہم نے اس طرح "لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر" کا ورد شروع کیا کہ ہماری آوازیں اونچی ہوگئیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! ٹھہرو اس لیے کہ تم ایسی ذات کو نہیں پکار رہے جو سننے سے عاجز ہو، اور نہ ہی اس کو جو موجود نہ ہو، یقیناً اللہ تمہارے ساتھ ہے، بیشک وہ سب کچھ سننے والا اور ہر ایک سے قریب ہے۔"

## اللہ تعالیٰ کی صفتِ بصر:

اللہ تعالیٰ کے لیے صفتِ بصر بھی ثابت ہے۔ بصر کا معنی ہے دیکھنا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے، کوئی چیز روشنی میں ہو یا اندھیرے میں، نزدیک ہو یا دور، دن میں ہو یا رات مین، بڑی ہو یا چھوٹی، مخلوق کو نظر آئے یا نہ آئے، اللہ تعالیٰ سب کو ہر وقت یکساں طور پر دیکھتا ہے، کسی بھی وقت کوئی بھی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔ بایں ہمہ وہ مخلوق جیسی آنکھوں سے اور آنکھوں کی ہر قسم کی شکل وصورت سے پاک ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ (الإسرا: ۳۰)

ترجمہ: "یقین رکھو کہ وہ اپنے بندوں کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہے، انہیں پوری طرح دیکھ رہا ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ (شوریٰ: ۱۱)

ترجمہ: "کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔"

## حدیث سے دلیل:

قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ (صحیح بخاری: ۱۲/۱)

ترجمہ: "عرض کیا اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اس لیے کہ اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا وہ تو تجھ کو دیکھ رہا ہے۔"

## اللہ تعالیٰ کا خالقِ کائنات ہونا:

اللہ تعالیٰ صفتِ خلق اور صفتِ تکوین کے ساتھ بھی موصوف ہے۔ خلق کا معنی پیدا کرنا اور تکوین کا معنی وجود میں لانا، یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پیدا کرتے ہیں اور وجود میں لاتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ (یٰسٓ: ۸۲)

ترجمہ: ”اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلے تو صرف اتنا کہتا ہے: ”ہوجا“ بس وہ ہوجاتی ہے۔“

﴿ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾ (فاطر: ۳)

ترجمہ: ” کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟“

﴿ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ﴾ (الحشر: ۲۴)

ترجمہ: ” وہ اللہ وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے، وجود میں لانے والا ہے، صورت بنانے والا ہے۔“

## اللہ تعالیٰ کا استویٰ علی العرش:

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے مگر اس کو اس کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے اور کیفیتِ استویٰ ہمیں معلوم نہیں، وہ عرش وغیر عرش کل عالَم کا محافظ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (طٰهٰ: ۵)

ترجمہ: ” وہ بڑی رحمت والا عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے۔“

**وقال الامام الاعظم رحمه الله تعالىٰ في كتابه الوصية: نقر بأن الله على العرش استوى من غير ان يكون له حاجة اليه واستقرار عليه، وهو الحافظ للعرش وغير العرش.... ونعم ماقال الامام مالك رحمه الله حيث سئل عن ذلك الاستواء فقال: الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والسوال عنه بدعة، والايمان به واجب** (شرح فقه أكبر: ۳۸)

ترجمہ: ”اور امامِ اعظمؒ نے اپنی کتاب الوصیۃ میں لکھا ہے کہ: ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے لیکن اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس پر ٹیک لگائے ہوئے ہے،

اور وہ ذات عرش اور غیرِ عرش سب چیزوں کی محافظ ہے...... امام مالکؒ کا کیا خوب ارشاد ہے جو انہوں نے استوا کے متعلق سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: استوا معلوم ہے، اور اس کی کیفیت مجہول ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔"

## اللہ تعالیٰ کی صفتِ معیّت:

اللہ تعالیٰ صفتِ معیّت کے ساتھ بھی متصف ہے، معیتِ الٰہی کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم، سمع، بصر اور احاطہ کے اعتبار سے اپنی مخلوق اور بندوں کے ساتھ ہے، اس کو معیتِ عامہ کہا جاتا ہے۔ دوسری معیتِ خاصہ ہے جو خاص مؤمنین کے لیے ہے اور اس معیت کا معنی بندوں کی نصرت، تائید اور حفاظت ہے، اس کی معیت اور قرب مخلوق کی معیت اور قرب کی طرح نہیں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ (النسآء:۱۰۸)

ترجمہ: "یہ لوگوں سے تو شرماتے ہیں، اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اللہ تو ان کے ساتھ ہوتا ہے۔"

❁ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴ (الحدید:۴)

ترجمہ: "اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے، اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھتا ہے۔"

## اللہ تعالیٰ کی صفتِ رزّاقیت:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے رزق کا ذمہ لیا ہے۔ ہر شخص اپنا رزق خود کماتا ہے، البتہ رزق جیسے حلال ہوتا ہے حرام بھی رزق ہوتا ہے۔ آدمی اسباب کے ذریعے حلال یا حرام کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (هود:۶)

ترجمہ: "اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو۔"

## قرب و بعد:

نیک آدمی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اور برا آدمی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔ یہ قرب اور بعد مسافت کے اعتبار سے نہیں بلکہ یہ قرب بلا کیف ہے اور یہ بعد بھی بلا کیف ہے۔

## اللہ کے وجود کا منکر:

جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر ہے وہ بے دین اور کافر ہے اور اس جرم کی پاداش میں وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

## اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک:

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص وعیب، کمزوری ومحتاجی اور تمام لوازمات وعاداتِ بشریہ مثلاً پیدا ہونا، بیماری، صحت، بچپن، جوانی، بڑھاپا، نیند، اونگھ، تھکاوٹ اور نسیان وغیرہ سے پاک ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ (البقرۃ:۲۵۵)

ترجمہ: ”اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، جس کو نہ کبھی اونگھ لگتی ہے نہ نیند۔“

۞ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (الإخلاص:۳۔۴)

ترجمہ: ”نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں۔“

۞ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:۱۸۰)

ترجمہ: ”تمہارا پروردگار، عزت کا مالک، ان سب باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔“

## اللہ تعالیٰ کا مؤثرِ حقیقی ہونا:

اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز کو وجود بخشا ہے اور ہر چیز کے خواص اور تاثیر کا بھی وہی خالق ہے، کوئی چیز ذاتی طور پر مؤثر، مفید یا نقصان دہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز میں مؤثر حقیقی ہے اور ہر چیز کا نفع ونقصان اسی کے قبضہ میں ہے۔ مخلوق کی زندگی اور موت، صحت اور بیماری، اچھائی اور برائی سب اسی کے قبضہ میں ہے، وہ جب چاہتا ہے مخلوق کو زندہ رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو موت دے دیتا ہے۔ اسی طرح جب تک چاہے گا کائنات کو باقی رکھے گا اور جب چاہے گا اس کو فنا کرکے قیامت برپا کردے گا۔

۞ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝ (فُصِّلَت:۵۴)

ترجمہ: ”یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو احاطے میں لیے ہوئے ہے۔“

## نزولِ باری تعالیٰ:

اللہ تعالیٰ جب آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں تو ان کا نزول بلا کیف ہوتا ہے اور جب قیامت کے دن میدانِ محشر میں نزول فرمائیں گے تو ان کا نزول بلا کیف ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَّجَآءَ رَبُّكَ (الفجر: ۲۲)

ترجمہ: "اور آئے گا تمہارا رب۔"

۞ هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمُ اللّٰهُ (البقرۃ: ۲۱۰)

ترجمہ: "یہ اس کے سوا کس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ خود ان کے سامنے آموجود ہو۔"

## باری تعالیٰ کا غیر فانی ہونا:

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں تغیر اور فنا نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہمیشہ باقی رہے گی اور اس کی صفات بھی ہمیشہ باقی رہیں گی، اس کے سوا ہر مخلوق فانی ہے اور فنا ہونے والی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ؕ كُلُّ شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ‌ؕ لَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ (قصص: ۸۸)

ترجمہ: "اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اس کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے، اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔"

۞ كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ ۝ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ ۝ (الرحمٰن: ۲۶۔۲۷)

ترجمہ: "اس زمین میں جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے، اور صرف تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔"

## حلول سے پاک ذات:

اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا، جیسے دو چیزیں ملکر ایک ہو جاتی ہیں، جیسے برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتی ہے۔ نہ ہی اللہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے۔ حلول کا معنی ہے، ایک چیز کا دوسری چیز میں سما جانا، پیوست ہو جانا، ایک چیز کا دوسری چیز میں حل ہو جانا، جیسے کپڑے میں کوئی رنگ حلول کرتا ہے یعنی پیوست ہوتا

ہے، اور حل ہوجاتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گیا تھا، ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان، حیوان، درخت اور پتھر میں حلول کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ (شوریٰ:۱۱)

ترجمہ: "اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ ہر بات سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔"

❁ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (الإنعام:۱۰۰)

ترجمہ: "وہ ان سب باتوں سے پاک اور بالاتر ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔"

## الوہیتِ عیسیٰ کے مہمل عقیدہ کا بطلان:

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ ایسا مہمل اور باطل ہے کہ کوئی عقلمند انسان اسے تسلیم نہیں کرسکتا، ہم دنیائے عیسائیت اہل مغرب کی عقل پر حیران ہیں کہ سب کے سب ایسی موٹی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ اوروں پر کیسے کیسے خفیف اعتراض کرتے ہیں جن کی جواب دہی کے لیے عقلاء کو تامل کی حاجت نہیں اور بذاتِ خود ایسے ایسے اعتراض سر پر لیے بیٹھے ہیں جن کا جواب قیامت تک نہیں آسکتا۔ افسوس ہزار افسوس! وہ خدائے کریم جو ہر طرح سے مقدس اور ہر وجہ سے بے نیاز اور تمام عیوب اور جملہ نقصانات سے پاک ہے اس کو تو اس پیرایا میں کہ عیسیٰ مسیح بن کر مجسم ہوا اور زمین پر آیا اور کھانے پینے، بول و براز، بھوک پیاس، خوشی غمی وغیرہ حوائجِ انسانی میں مبتلا ہوا، کہیں سولی پر چڑھا، کہیں یہودیوں کے ہاتھ میں مقید ہوکر ایلی ایلی پکارا، کہیں معذب وملعون ہوکر اوروں کے لیے کفارہ بنا، کیا کیا کچھ برا بھلا کہہ لیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص پادری صاحب کو چمار کہہ دے تو ابھی مرنے مارنے پر تیار ہوجائیں، یہ کیسا ظلمِ صریح ہے کہ اپنے آپ کو ذرا بھی کوئی برا کہہ دے تو پھر خیر نہیں اور خداوندِ قدوس کو جو چاہے کہہ لیں، چمار اور پادری صاحب میں کیا فرق ہے؟ وہ چمار مخلوق اور خدا کا محتاج تو پادری صاحب بھی مخلوق اور خدا کے محتاج، پادری صاحب انسان تو چمار بھی انسان، پادری صاحب کی دو آنکھیں تو چمار کی بھی دو آنکھیں، پادری صاحب کی ایک ناک اور دو کان تو اس کی بھی ایک ناک اور دو کان، ان کے دو ہاتھ تو اس کے بھی دو ہاتھ، چمار کو بھی بھوک پیاس لگتی ہے تو پادری صاحب بھی اس میں مبتلا، چمار کو بول و براز کی حاجت ہے تو پادری صاحب کو بھی یہ حاجت ستاتی

ہے، غرض ذاتی باتوں میں کچھ فرق نہیں دونوں یکساں ہیں اگر فرق ہے تو دولت، حشمت وغیرہ خارجی باتوں میں فرق ہے، اس اتحاد پر بھی تو پادری صاحب کو یہ نخوت ہے کہ چمار صاحب کہہ دیجیے تو تھامے نہ تھمے اور خدا تعالیٰ کو بشر کے ساتھ کچھ اتحاد نہیں، بشر کو خدا کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں، کچھ نسبت نہیں، اس کا وجود بذاتہ خود بخود اور بشر کا وجود اس سے مستعار، وہ خدا یہ بندہ، اس پر خدا کو بشر کہے جائیں اور ہرگز نہ شرمائیں، افسوس کہ ظلمِ صریح کرتے ہیں اور ہرگز نہیں ڈرتے!!

حیرت ہے اہلِ مغرب کی عقل پر کہ اجتماعِ نقیضین اور اجتماعِ ضدین (دو متضاد چیزوں کا بیک وقت ایک میں جمع ہونا) کے اصول کے بارے میں جس کے باطل ہونے پر دنیائے انسانیت متفق ہے، یہ اس اصول کے صحیح ہونے کو اپنے اس عقیدے (حلول کے عقیدے) کی آڑ میں مان چکے ہیں، گویا ان کے ہاں ایک شئے نور بھی ہے ظلمت بھی ہے، گرمی بھی ہے سردی بھی ہے، موت بھی ہے حیات بھی ہے اور وجود بھی ہے عدم بھی ہے۔

## خاندان سے پاک:

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں، نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے۔ نہ ہی اس کے بیوی، بچے اور خاندان ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙوَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (الإخلاص: ۱۔۴)

ترجمہ: ”کہہ دو: کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں۔“

❁ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ (الإنعام: ۱۰۱)

ترجمہ: ”اور اس کی کوئی بیوی نہیں اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔“

## دیدارِ باری تعالیٰ:

اللہ تعالیٰ کا اس جہان میں دیدار نہیں ہوسکتا، آخرت میں اہلِ جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، جس کی حقیقت و کیفیت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ (الإنعام: ۱۰۳)

ترجمہ: ”نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔“

۞ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس:۲۶)

ترجمہ: ”جن لوگوں نے بہتر کام کیے ہیں، بہترین حالت انہی کے لیے ہے، اور اس سے بڑھ کر کچھ اور بھی۔“

## حدیث سے دلیل:

قَالَ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ «إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ -قَالَ- يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ -قَالَ- فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ (صحیح مسلم: ۱/۱۰۰)

ترجمہ: ”اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے ارشاد فرمائیں گے کہ: مزید کسی چیز کو دل چاہتا ہے تمہارا، تا کہ تم کو عطا کر دوں؟ اہلِ جنت کہیں گے: (اے اللہ) کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ کیا آپ نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دے دی؟ (سب کچھ تو مل گیا اب اور کیا مانگیں) فرمایا کہ: تو اللہ پردہ ہٹا دیں گے (اب انہیں معلوم ہوگا کہ) اہلِ جنت کو جتنی بھی نعمتیں عطا کی گئیں ان میں سب سے زیادہ محبوب نعمت ان کے نزدیک اللہ رب العزت کا دیدار کرنا ہے۔“

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** زبانی مگر مختصر بتلایئے:

① اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے واجب الوجود ہونے کا کیا مطلب ہے؟

② اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

③ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سمیع ہونے کا کیا مطلب ہے؟

④ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اس کی وضاحت فرمایئے؟

⑤ کیا اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول کر سکتے ہیں؟

⑥ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کے متعلق مسلمانوں کا کیا عقیدہ ہے؟

⑦ اللہ تبارک وتعالیٰ کے آسمان کی طرف نزول کا کیا مطلب ہے؟

⑧ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ سننے میں کانوں اور دیکھنے میں آنکھوں کے محتاج ہیں؟

⑨ کیا باری تعالیٰ کی ذات وصفات میں تغیر وتبدیلی ہو سکتی ہے؟

⑩ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے صفت قدرت اور صفت تکوین کے حاصل ہونے کا کیا مطلب ہے؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط پر (✓) کا نشان لگا کر اپنے ایمان اور عقیدے کے صحیح ہونے کا ثبوت دیں، نیز غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بھی بیان کریں۔

① اللہ تعالیٰ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام اور فرشتے بھی واجب الوجود ہیں۔

صحیح ☐ غلط ☐

صحیح عقیدہ:........................................................................................................

② اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے قادرِ مطلق ہیں کہ کوئی چیز بھی ان کی قدرت سے باہر نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

③ اللہ تبارک وتعالیٰ کے صرف 99 صفاتی نام ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

④ اللہ تعالیٰ ایسے بصیر ہیں کہ ہر چیز کو ہر حالت میں روشنی ہو یا اندھیرا، چھوٹی ہو یا بڑی یکساں طور پر دیکھتے ہیں، مگر مخلوق کی آنکھوں کے محتاج نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑤ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر دنیاوی بادشاہوں کی طرح تشریف فرما ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑥ تمام مخلوق کو رزق پہنچانا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہیں لیا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑦ نیک لوگوں کو حسی طور پر اللہ تعالیٰ کا قرب اور نافرمانوں کو حسی طور پر بعد ہوتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑧ اللہ تعالیٰ کی معیتِ عامہ تو مخلوق کو حاصل ہے البتہ معیتِ خاصہ صرف ایمان والوں کو حاصل ہے

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................

⑨ معیتِ خاصہ کا مطلب ہے کہ مومنین حسی طور پر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................

⑩ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کر سکتے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................

⑪ اللہ تبارک وتعالیٰ کا موجود ہونا لازم ہے اور ان کا عدم ناممکن اور محال ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................

**سوال نمبر ③** صحیح جگہ پر (✓) کا نشان لگا کر ایمان وعقیدہ کی تازگی کا ثبوت دیں۔

① اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخلوق میں ذمہ لیا ہے؟

☐ ان کو ہدایت دینا ☐ رزق پہنچانا

☐ سب کی مغفرت کرنا ☐ تمام مخلوق کی نصرت اور تائید کرنا

② رحمٰن عرش پر مستوی ہے، اس کا مطلب یہ ہے؟

☐ عرش پر مخلوق کی طرح تشریف فرما ہیں ☐ کیفیت کسی کو معلوم نہیں

☐ وہ عرش کے محتاج ہیں

③ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذاتی نام ہے؟

☐ الرحمٰن ☐ القادر ☐ اللہ

☐ الرزاق ☐ العلیم

④ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں؟

☐ ایک ہزار ☐ بےشمار

☐ صرف ننانوے ☐ ایک سو دس عدد

⑤ حلول کا معنی متحد اور پیوست ہو جانا ہے جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ ہے؟

☐ وہ حضرت عیسیٰ میں حلول کر گئے تھے ☐ حلول سے پاک ہیں

☐ انسانوں، پتھروں، درختوں اور جانوروں میں حلول کر گئے ہیں

☐ حلول کا عقیدہ کھلا کفر ہے

⑥ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مندرجہ ذیل صفات سے متصف ہیں۔

☐ قادر مطلق ☐ سمیع وبصیر

☐ اولاد کے محتاج ☐ تھکاوٹ کمزوری ہو جانا

☐ حلول سے پاک ☐ مخلوق کی طرح اعضاء ہیں

☐ ہر قسم کے عیوب اور لوازمات بشریہ سے پاک

☐ ذات وصفات میں تغیر وتبدیلی سے پاک

⑦ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی اور صفات عالیہ کا انکار کرنے والا۔

☐ اعراف میں رہے گا ☐ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں

☐ صرف قبر میں عذاب ☐ جہنم میں عذاب کے بعد بالآخر معافی

⑧ اللہ تعالیٰ کی صفتِ سمع وبصر کے بارے میں عقیدہ ہے۔

☐ انبیاءکرام بھی شریک ہیں ☐ اللہ کے علاوہ کوئی شریک نہیں

☐ اولیاءکوبھی ایسی ہی سمع وبصر حاصل ہے

⑨ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، نبیوں اور ولیوں کوایسی قدرت کا مالک سمجھنا۔

☐ ایمان کا حصہ ہے ☐ شرک فی القدرت ☐ مکروہ ہے

☐ گناہ کبیرہ ہے ☐ اولیاء کا قدردان اور مرتبہ شناس ہے

⑩ تمام ضروریاتِ دین کودل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا مگران کا مطلب اپنی خواہش و مرضی کے مطابق بیان کرنا۔

☐ گناہِ صغیرہ ☐ گناہ کبیرہ ☐ شرک

☐ کفرِ الحاد اور زندقہ ☐ عصری تقاضوں کے مطابق گنجائش ہے

**سوال نمبر ④** بریکٹ میں کچھ امور دیے گئے ہیں۔ صحیح لفظ چن کر خالی جگہ پر کریں اور ایمانی بصیرت کا ثبوت دیں۔

① کفر ② شرک فی العبادات ③ کفرِ عناد

④ شرک فی الصفات ⑤ کفرِ زندقہ ⑥ ضروریاتِ دین

⑦ تصدیقِ قلبی ⑧ قادرِ مطلق ⑨ یقین ⑩ شرک فی العلم

۞ ۞ ۞

① ............ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

② دل سے کسی خبر کوسو فیصد مان لینے کو............ کہا جاتا ہے۔

③ کسی قبر کوسجدہ کرنا، طواف کرنا، کسی بزرگ کے سامنے رکوع وسجدہ کرنا، ان سے مرادیں مانگنا، کسی

بزرگ کے نام کی منت ماننا یا کسی نبی یا ولی کے نام پر جانور ذبح کرنا.......... کہلاتا ہے۔

④ تمام ضروریاتِ دین میں کسی ایک کا بھی انکار کرنا.......... کہلاتا ہے۔

⑤ دل سے ضروریاتِ دین کو ماننا اور زبان سے اقرار کرنا مگر باطل دینوں سے بیزاری کا اعلان نہ کرنا.......... کہلاتا ہے۔

⑥ خیال کا وہ درجہ جو سو فیصد تک پہنچ جائے اور ایک فیصد بھی جانب مخالف کا خیال نہ رہے.......... کہلاتا ہے۔

⑦ کسی نبی یا ولی کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا.......... کہلاتا ہے۔

⑧ کسی نبی یا ولی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ کائنات کے ذرے ذرے کا علم رکھتے ہیں، دور و نزدیک کی تمام چیزوں کی خبر رکھتے ہیں.......... کہلاتا ہے۔

⑨ جو باتیں قرآنِ پاک میں ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تواتر و قطعیت کے ساتھ منقول ہیں.......... کہلاتی ہیں۔

⑩ ضروریاتِ دین کی تشریح اجماعِ امت سے ہٹ کر اپنی مرضی سے کرنا.......... کہلاتا ہے۔

## سبق نمبر ⑤

# اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں عقائد

(حصہ دوم)

### وحدہ لاشریک لہ:

اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ (الانبیاء: ۲۲)

ترجمہ: اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

۞ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿١﴾ (الاخلاص: ۱)

ترجمہ: کہہ دو کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔

### ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا:

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، یعنی نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء، وہ قدیم ہے، ازلی ہے ابدی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ (الرحمٰن: ۲۶۔۲۷)

ترجمہ: اس زمیں میں جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی۔

### عبادت کے لائق ذات:

اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی عبادت کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ (البقرۃ: ۱۶۳)

ترجمہ: تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے۔

❁ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ (طٰہٰ: ۱۴)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے میری عبادت کرو۔

❁ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ (الفاتحۃ: ۴)

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

## حلال وحرام کرنے والی ذات:

اللہ تعالیٰ ہی حلال اور حرام قرار دینے والا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ (البقرۃ: ۱۷۳)

ترجمہ: اس نے تمہارے لئے بس مردار جانور، خون اور سور حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

❁ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ (البقرۃ: ۲۷۵)

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلاَلاً وَلاَ أُحِلُّ حَرَامًا (صحیح البخاری: ۱/۴۳۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نہیں حرام کرتا حلال کو اور نہیں حلال کرتا حرام کو۔

## اللہ تعالیٰ کی صفتِ حیاۃ:

اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں پہلی صفت حیاۃ ہے۔ صفات ذاتیہ ان صفات کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ تو موصوف ہو، ان صفات کی اضداد کے ساتھ موصوف نہ ہو، مثلاً حیاۃ، قدرت، علم، ارادہ سمع، بصر، کلام، خلق، اور تکوین وغیرہ صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ موصوف ہے۔ ان صفات کی ضد مثلاً موت، عجز، جہل، وغیرہ کے ساتھ موصوف نہیں ہے۔ صفت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حَیّ، یعنی زندہ ہے، زندگی کی صفت اس کے لئے ثابت ہے، وہ حقیقی زندگی کا مالک ہے، ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے اور مخلوق کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ (البقرة: ۲۵۵)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے۔

❁ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَحْیَاكُمْ ۫ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ (الحج: ٦٦)

ترجمہ: اور وہ ہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

## صفتِ علم:

اللہ تعالیٰ صفت علم کے ساتھ بھی موصوف ہے، علم کا معنی ہے جاننا۔ وہ تمام عالم کی ظاہر و پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے، اس سے کوئی چیز مخفی نہیں، اسے ذرہ ذرہ کا علم ہے، ہر چیز کو اس کے وجود میں آنے سے پہلے بھی اور اس کے ختم ہونے کے بعد بھی جانتا ہے، انسان کے سینے میں مخفی راز سے بخوبی آگاہ ہے۔ علم غیب خاص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لہٰذا جو کچھ ہوا، ہو رہا ہے اور ہوگا، اللہ تعالیٰ کو ان سب کا تفصیلی علم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝ (الملك: ۱۴)

ترجمہ: بھلا جس نے پیدا کیا وہ ہی نہ جانے؟ جبکہ وہ وہ بہت باریک بین، مکمل طور پر باخبر ہے۔

❁ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ (آل عمران: ۵)

ترجمہ: یقین رکھو کہ اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔

❁ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (الحجرات: ١٦)

ترجمہ: حالانکہ اللہ ان تمام چیزوں کو خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔

❁ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (التغابن: ۴)

ترجمہ: اور جو کچھ تم چھپ کر کرتے ہو اور جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہو، اس کا بھی اسے پورا پورا علم ہے اور اللہ دلوں کی باتوں تک کا خوب جاننے والا ہے۔

❁ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ (التحریم: ۳)

ترجمہ: وہ کہنے لگیں کہ: یہ بات تمہیں کس نے بتائی؟ نبی نے کہا: مجھے اس نے بتائی جو بڑے علم والا، بہت جاننے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ہیں:

اللہ تعالیٰ کی صفات میں زمانہ کے اعتبار سے کوئی ترتیب نہیں ہے کہ ایک صفت پہلے ہو اور دوسری بعد میں، بلکہ تمام صفات ازل سے اس کے لئے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بھی قدیم ہیں، یعنی ہمیشہ سے ہیں۔

## صفتِ وحدت:

اللہ تعالیٰ صفت وحدت کے ساتھ موصوف ہے، یعنی وہ اپنی ذات میں بھی اکیلا اور تنہا ہے اور اپنی صفات میں بھی اکیلا اور تنہا ہے، نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے اور نہ ہی صفات میں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۝ (الإسراء: ۴۳)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اس کی ذات ان سے بالکل پاک اور بہت بالا و برتر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۝ (القصص: ۶۲)

ترجمہ: اور وہ دن (کبھی نہ بھولو) جب اللہ ان لوگوں کو پکارے گا، اور کہے گا: کہاں ہیں (خدائی میں) میرے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟

❁ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۝ (الاخلاص: ۱)

ترجمہ: کہہ دو کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔

## خالق و مالک:

اللہ تعالیٰ بلاشرکت غیر ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝ (النحل: ۳)

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق مقصد سے پیدا کیا ہے۔ جو شرک یہ لوگ کرتے ہیں، وہ اس سے بالا و برتر ہے۔

❁ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۝

ترجمہ: بھلا جس نے پیدا کیا وہی نہ جانے؟ جبکہ وہ بہت باریک بین، مکمل طور پر باخبر ہے۔

❁ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ (لقمان:۱۱)

ترجمہ: یہ ہے اللہ کی تخلیق اب ذرا مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا کسی نے کیا پیدا کیا؟

❁ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۶۸ (القصص:۶۸)

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بہت بالا و برتر ہے۔

## صفتِ کلام:

اللہ تعالیٰ صفت کلام سے بھی موصوف ہیں، کلام کے معنی ہے بولنا اور باتیں کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ متکلم ہیں، کلام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب تک موسیٰؑ سے کلام نہیں کیا تھا اس وقت بھی اللہ تعالیٰ متکلم تھے۔ قرآن کریم سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اصل کلام وہ ہوتا ہے جو دل میں ہو، اس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے۔ جب اس کو الفاظ کے قالب میں ڈھالتے ہیں تو وہ کلام لفظی بن جاتا ہے۔ کلام کے لئے حروف اور کلمات ضروری نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حروف اور کلمات کے ساتھ ساتھ آراستہ کر کے نازل کیا تاکہ بندے اس کو پڑھ سکیں اور سن سکیں، اللہ تعالیٰ کلام کے لئے زبان کے محتاج نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی مخلوق جیسی زبان ہے، وہ زبان سے پاک ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (البقرۃ:۲۵۳)

ترجمہ: ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا، اور ان میں سے بعض کو اس نے بدرجہا بلندی عطا کی۔

❁ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴ (الاعراف:۱۴۴)

ترجمہ: فرمایا: اے موسیٰ! میں نے اپنا کلام دے کر اور تم سے ہم کلام ہو کر تمہیں تمام انسانوں پر فوقیت دی ہے، لہٰذا میں نے جو کچھ دیا اسے لے لو اور شکر گزار بن جاؤ۔

## متفرق صفات:

اللہ تعالیٰ کے لئے ان صفات کے علاوہ اور بھی بے شمار صفات ثابت ہیں، مثلاً زندہ کرنا، مارنا، رزق دینا، عزت دینا ذلت دینا، مخلوق کی الگ الگ شکل وصورت بنانا، بے نیاز ہونا، بے مثل و بے مثال ہونا، ہر چیز کا مالک ہونا، ہر جگہ موجود ہونا، مخلوق کی ہر ضرورت پوری کرنا، ہر مشکل سے نجات دینا، ہر کسی کی حاجت روائی کرنا، کائنات عالم کی تدبیر کرنا، ہدایت دینا، مخلوق کی خطائیں معاف کرنا اور ہر عیب سے پاک ہونا وغیرہ، یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ازلی، ابدی، اور قدیم ہیں، ان میں کمی بیشی وتبدل نہیں ہوسکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط (الروم:۴۰)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر اس نے تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

۞ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط (آل عمران:۲۶)

ترجمہ: جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رسوا کر دیتا ہے، تمام تر بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔

۞ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (الشوریٰ:۲۵)

ترجمہ: وہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔

۞ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ (یونس:۱۲)

ترجمہ: اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے، بیٹھے اور کھڑے ہوئے (ہر حالت) ہمیں پکارتا ہے۔

۞ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ (الزمر:۸)

ترجمہ: اور جب انسان کو کوئی تکلیف چھو جاتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو اسی سے لو لگا کر پکارتا ہے۔

۞ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ط (الزمر:۳۷)

ترجمہ: اور جسے اللہ راہِ راست پر لے آئیں، اسے کوئی راستے سے بھٹکانے والا نہیں۔

۞ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۞ (الصافات:۱۸۰)

ترجمہ: تمہارا پروردگار عزتوں کا مالک ہے، ان سب باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔

## خالق افعال:

اللہ تعالیٰ جس طرح بندوں کے خالق ہیں اسی طرح ان کے افعال کے بھی خالق ہیں، ان کی عادات، اخلاق، اور صفات کے بھی اللہ تعالیٰ ہی خالق ہیں، بندوں کے افعال خیر (اچھے کاموں) اور افعال شر (برے کاموں) دونوں کے خالق اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۱۰۲﴾ (الانعام: ۱۰۲)

ترجمہ: اور وہ ہر چیز کی نگرانی کرنے والا ہے۔

❁ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (الصافات: ۹۶)

ترجمہ: اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور جو کچھ تم بناتے ہو اس کو بھی۔

❁ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ (الزمر: ۷)

ترجمہ: اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا۔

## صفتِ غضب:

اللہ تعالیٰ غصہ بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی، مگر وہ مخلوق کی طرح تاثر سے پاک ہیں اور ان کا غضب ناک ہونا بلا کیف ہے، مخلوق کے غضب ناک ہونے کی طرح نہیں اور ان کا راضی اور خوش ہونا بھی بلا کیف ہے، مخلوق کے راضی اور خوش ہونے کی طرح نہیں۔ اس کی کوئی صفت مخلوق کی صفات کی طرح نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ﴿۹۳﴾ (النساء: ۹۳)

ترجمہ: اللہ اس پر غضب نازل کرے گا، اور اس پر لعنت بھیجے گا اور اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔

❁ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ (آل عمران: ۱۶۲)

ترجمہ: بھلا جو شخص اللہ کی خوشنودی کو تابع ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ناراضگی لے کر لوٹا ہو اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو۔

## دینے والی ذات:

ہر قسم کی نعمتیں اور ہر قسم کی تکلیفیں اسی کی طرف سے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (التغابن: ۱۱)

ترجمہ: کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی....۔

❁ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ (النساء: ۷۹)

ترجمہ: تمہیں جو کوئی اچھائی پہنچتی ہے وہ محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

## صفتِ حکمت:

اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلے اور کام بھلائی اور حکمت پر مبنی ہیں، اس کے کسی بھی فیصلے میں ذرہ بھر ظلم یا ناانصافی نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ① (سباء: ۱)

ترجمہ: اور وہ ہی حکمت کا مالک ہے، مکمل طور پر باخبر ہے!

❁ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ㉛ (غافر: ۳۱)

ترجمہ: اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا۔

❁ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (حم سجدہ: ۴۶)

ترجمہ: اور تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔

## ہندوؤں کے ایک اعتراض کا جواب:

ہندوؤں نے اللہ تعالیٰ کے ان فرامین پر اعتراض کیا جن میں جانوروں کے گوشت کی حلت بیان کی گئی کہ جانوروں کا ذبح کرنا ظلم ہے اور ان کا گوشت کھانا تعدی ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل عقلیہ سے ثابت کیا کہ حلال جانوروں کا گوشت کھانا اور ان کو ذبح کرنا بالکل فطرت کے مطابق ہے آپ نے فرمایا کہ اگر جانوروں کا گوشت کھانا ظلم ہے تو ان کی کھال کا جوتا پہننا اور ان کی ہڈیاں اور دیگر اجزا کا استعمال کرنا اور ان سے سواری وغیرہ کی خدمت لینا کونسا انصاف ہے؟

دوسرے مقام پر مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بلکہ خدا کے جاہ وجلال اور جمال پر اگر نظر کریں اور اپنی بندگی اور عاجزی کو دیکھیں اور پھر تصور کریں کہ اس نے یہ نعمتیں ہمارے لیے بنائی ہیں تو قطع نظر اس کے کہ ان نعمتوں کا قبول نہ کرنا قلتِ محبت اور کثرتِ غرور و نخوت پر بامقابلہ خدا تعالیٰ کے دلالت کرتا ہے اور مضمونِ بندگی وفرمانبرداری سے بہت بعید ہے اور قاعدۂ عشق ومحبت سے کہیں دور۔ اندیشہ اس کا ہے کہیں موردِ عتاب نہ ہو جائیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ادنیٰ سے نوکر کو کچھ مٹھائی یا روٹی وغیرہ عنایت کرے اور فرمائے کہ کھاؤ اور وہ بایں خیال کہ اگر کھاؤں گا تو یہ بادشاہ کی چیز ہے اس کی ہیئت بگڑ جائے گی، ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو کر خراب ہو جائے گی اور پیٹ میں جا کر کچھ کا کچھ بن جائے گا انکار کر دے اور نہ کھائے اور غنیمت سمجھ کر سر آنکھوں پر نہ دھرے بلکہ الٹا پھیر دے تو اس بادشاہ کو کیا اچھا معلوم ہوگا؟ (تحفہ لحمیہ)

## متشابہات:

اللہ تعالیٰ کے لئے قرآن کریم میں کچھ ایسی چیزیں ثابت ہیں جن کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، مثلاً چہرہ، ہاتھ، پنڈلی وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ان اعضاء سے منزہ ہے، ان کے بارے میں یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ ان سے جو مراد باری تعالیٰ ہے وہ حق ہے، میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ (المائدۃ: ۶۴)

ترجمہ: اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں، اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

❁ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾ (القصص: ۸۸)

ترجمہ: ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

❁ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ (الرحمٰن: ۲۷)

ترجمہ: اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل وکرم والی ذات باقی رہے گی۔

❁ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ (طٰهٰ:۵)

ترجمہ: وہ بڑی رحمت والا، عرش پر استوا فرمائے ہوئے ہے۔

❁ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ (الفتح:۱۰)

ترجمہ: اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

❁ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ۝ (طٰهٰ:۳۹)

ترجمہ: اور یہ سب اس لئے کیا تھا تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔

## بے مثال ذات:

اللہ تعالیٰ کی کوئی نظیر، کوئی اس کا شریک، کوئی اس کی ضد، کوئی اس کے مقابل نہیں، کوئی اس کے فیصلوں کو رد کرنے والا نہیں، کوئی اس کے حکم اور امر پر غالب نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (الانعام:۱۶۳)

ترجمہ: اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اسکے آگے سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں۔

❁ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (الاخلاص:۴)

ترجمہ: اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں۔

❁ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ: کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔

❁ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ (یونس:۶۴)

ترجمہ: اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

❁ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف:۲۱)

ترجمہ: اور اللہ کو اپنے کاموں پر پورا قابو حاصل ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

❁ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ (سباء:۲۲)

ترجمہ: نہ ان کو آسمان و زمین کے معاملات میں (اللہ کے ساتھ) کوئی شرکت حاصل ہے اور نہ ان میں

سے کوئی اللہ کا مددگار رہے۔

۞ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ (البقرۃ: ۲۲)

ترجمہ: لہٰذا اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، جبکہ تم (یہ سب باتیں) جانتے ہو۔

## کسی کا محتاج نہیں:

اللہ تعالیٰ کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں، یعنی وہ اپنی ذات وصفات اور اپنے کاموں میں کسی کا محتاج نہیں، کیونکہ کل عالم اس کا محتاج ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ عالم کی کسی چیز کا محتاج ہوتو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محتاج کا محتاج ہے، اور یہ محال ہے، لہٰذا کل عالم اسی کا محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ (فاطر: ۱۵)

ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا بذات خود مستحق ہے

۞ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (الشوریٰ: ۱۲)

ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں کی ساری کنجیاں اسی کے قبضے میں ہیں۔

۞ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ (الاخلاص: ۲)

ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے۔

## کوئی چیز اس پر لازم نہیں:

اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب اور لازم نہیں، وہ کسی ضابطے اور قانون کا پابند نہیں، جو چاہے کر سکتا ہے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں، اگر وہ اپنی ساری مخلوق کو جہنم میں بھیج دے تو اسے کوئی پوچھنے والا نہیں، اگر وہ سب کو جنت میں داخل کردے تو بھی اسے کوئی پوچھنے والا نہیں، اس لئے کہ اللہ کے سوا کون ہے جو اس پر کوئی چیز واجب کر سکے اور پوچھ سکے۔ اہل جنت کا جنت میں داخلہ اس کے فضل وکرم سے ہوگا کسی کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ (یونس: ۹۹)

ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو روئے زمین پر بسنے والے سب کے سب ایمان لے آتے۔

۞ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (الانبیاء: ۲۳)

ترجمہ: وہ جو کچھ کرتا ہے، اس کا کسی کو جواب دہ نہیں ہے اور ان سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بیان کیجیے۔

① اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ علم کی وضاحت فرمائیں۔

② اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ کلام کا کیا مطلب ہے؟

③ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف جن اعضاء کی نسبت کی گئی ہے ان کی وضاحت فرمائیں۔

④ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر کوئی خیر لازم اور واجب ہے؟

⑤ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اپنی ایمانی بصیرت کے مطابق اس کی جامع تشریح کریں۔

⑥ الحاد اور زندقہ کا مطلب سادہ لفظوں میں بیان فرمائیں۔

⑦ شرک فی القدرت اور شرک فی العبادت میں فرق بیان کیجیے۔

⑧ ضروریاتِ دین کی تعریف کریں اور اپنے علم اور ایمانی بصیرت کے موافق چند ضروریاتِ دین شمار کریں۔

⑨ توحید کا مطلب بتائیں۔

⑩ ایمان اور کفر کی صحیح صحیح تعریف بیان کریں۔

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں امتیاز کر کے اپنے عقیدے کے صحیح ہونے کا ثبوت دیں، نیز غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بھی بیان فرمائیں۔

① اللہ تبارک وتعالیٰ کلام میں مخلوق کی طرح زبان کے محتاج نہیں ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

② اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ عالی ضابطے اور قانون کے ماتحت نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

③ اللہ تبارک وتعالیٰ ذات میں تو تنہا ہے مگر صفات میں یکتا نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

④ عقیدہ توحید کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑤ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ انبیاء اور اولیاء بھی روزِ محشر کے مالک ہوں گے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑥ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات قدیم ہے اور صفات حادث ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑦ اللہ تعالیٰ کی کوئی نظیر اور مثال نہیں، نہ کوئی اس کے فیصلے کو رد کرسکتا ہے، نہ کوئی اس کے امر پر غالب آسکتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑧ اسلامی احکام اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑانا یا توہین کرنا گناہ ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑨ مسجد، اذان، ڈاڑھی کا مذاق اڑانا ایسا جرم ہے جس سے بندہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

(۱۰) عزت دینا، ذلت دینا، روزی دینا، مقدمات میں کامیابی دلانا، اولاد دینا، پریشانیوں اور ہر مشکل کا حل کرنا اولیاء اللہ کے پاس ہے۔

صحیح ☐ غلط ☐

صحیح عقیدہ:......................................................................

**سوال نمبر** (۳) درج ذیل صفات میں غور کریں اور صحیح کالم میں پُر کر کے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

(۱) تمام مخلوق کو روزی دینا۔ (۲) تمام انسانوں کو معاف کرنا۔

(۳) حلال اور حرام کی تبلیغ کرنا۔ (۴) ہر مشکل سے نجات دینا۔

(۵) نجات کے لیے سفارش کرنا۔ (۶) حیاء دار ہونا۔

(۷) زبان سے کلام کرنا۔ (۸) بلا کیف خوش ہونا اور غصہ ہونا۔

(۹) عیبوں پر پردہ ڈالنا۔ (۱۰) اعضائے ظاہری کا ہونا۔

(۱۱) تمام صفات کا ازلی اور ابدی ہونا۔ (۱۲) ملکیتوں میں شراکت داری ہونا۔

(۱۳) عزت اور ذلت دینا۔ (۱۴) بے نیاز ہونا۔

(۱۵) کھانا پینا۔ (۱۶) عرش پر مستوی ہونا۔

(۱۷) توبہ کرنا۔ (۱۸) زندگی اور موت کا مالک ہونا۔

(۱۹) مخلوق کی خطائیں معاف کرنا اور توبہ قبول کرنا۔

(۲۰) کسی چیز میں حلول کرنا۔ (۲۱) ہر وقت ہر مخلوق کی آواز بلا کیف اور غیر مشروط سننا۔

(۲۲) ہر قسم کی عبادت اور نیاز کا مستحق ہونا۔ (۲۳) آنکھوں سے دیکھنا اور کانوں سے سننا۔

(۲۴) جسے چاہنا اسے برگزیدہ بنا دینا۔ (۲۵) ہم مثل اور مشابہ ہونا۔

(۲۶) حلیم اور بردبار ہونا۔ (۲۷) شکر گزار اور قدردان ہونا۔

(۲۸) فقیر ہونا۔ (۲۹) صاحبِ علم ہونا۔

(۳۰) حالات اور صفات میں تغیر و تبدیلی ہوتے رہنا۔ (۳۱) مہربان اور رحیم ہونا۔

(۳۲) متکبر ہونا۔　(۳۳) اولاد اور خاندان کا ہونا۔

(۳۴) سخی ہونا۔　(۳۵) عاجز اور کمزور ہونا۔

(۳۶) ہر عیب سے پاک ہونا۔　(۳۷) بیمار اور تندرست ہونا۔

(۳۸) بیمار کو شفاء دینا۔　(۳۹) دعائیں مانگنا۔　(۴۰) بگڑی بنانے والا۔

| کالم نمبر (۱) خالق کی صفات | کالم نمبر (۲) مخلوق کی صفات | کالم نمبر (۳) خالق اور مخلوق کی صفات |
|---|---|---|
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |

## سبق نمبر ⑥

# حضرات انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے متعلق عقیدے

### حضرات انبیاء علیہم السلام کون ہیں؟

انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے معصوم اور برگزیدہ بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ، سفیر اور نائب بنا کر بندوں کی طرف بھیجا تا کہ خدا کے احکام بندوں کو پہنچائیں اور سعادت اور شقاوت کی راہ ان کو بتائیں تا کہ بندوں پر اللہ کی حجت قائم ہو اور بندوں کو اللہ کی اطاعت کی دعوت دیں اور جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے اس کو جنت کی خوشخبری سنائیں اور جو ان کی دعوت کو قبول نہ کرے اس کو دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں، ان حضرات کو "نبی" یا "رسول" کہتے ہیں۔

### ضرورتِ رسالت:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خداوندِ عالم جب حاکم اور مطاع ومعبود ٹھہرا تو اس کی رضا جوئی ہمارے ذمّے فرض ہوئی، اور اس کی رضا کے عین موافق کام کرنا ہمارے ذمہ لازم ہوا، مگر یہ بات بے اطلاعِ رضا وغیرِ رضا متصور نہیں، مگر رضا کی اطلاع کا یہ حال ہے کہ ہماری تمہاری رضا، غیرِ رضا بھی بدون ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہیں ہوسکتی، خداوندِ عالم کی رضا، غیرِ رضا بھی اس کے بتلائے بغیر کسی کو کیونکر معلوم ہوسکے، یہاں تو یہ حال ہے کہ ہم جسمانی ہیں اور جسم سے زیادہ کوئی چیز ظاہر نہیں، پھر اس پر یہ حال کہ سینے سے سینہ ملادیں اور دل کو چیر کر دکھلا دیں تو بھی دل کی بات دوسرے کو معلوم نہیں ہوسکتی، خدائے عالم تو سب سے زیادہ لطیف ہے اس وجہ سے آج تک کسی کو دکھلائی نہیں دیا پھر اس کے دل کی بات (یعنی اس کی منشا) اس کے بتائے بغیر کسی کو کیونکر معلوم ہوسکے؟ اور ایک دو بات اگر بدلالتِ عقلِ سلیم کسی کے نزدیک لائقِ امر ونہی خداوندی معلوم بھی ہوں تو اوّل اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خداوندِ عالم قابلیتِ امر ونہی کا پابند ہی رہے، کیا عجب ہے کہ بوجہ خود مختاری وبے نیازی اور کچھ حکم دے! علاوہ

ازیں اس قسم کے علمِ اجمالی سے کیا کام چلتا ہے؟ جب تک تفصیل اعمالِ مِن اَوّلِہ الیٰ آخِرِہٖ معلوم نہ ہو جائیں، تعمیل حکم نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس کے انتظار کا ارشاد ہے مگر اس کی شان عالی کو دیکھیے تو یہ بات کب ہو سکتی ہے کہ خداوند عالم ہر کس و ناکس کو اپنی رضا غیر رضا کی خبر دے اور ہر کسی کو منہ لگائے (یعنی ہر کسی سے کلام کرے)۔ بادشاہانِ دنیا اس تھوڑی سی نخوت پر اپنے ہی بنی نوع سے نہیں کہتے، دکان دکان اور مکان مکان پر کہتے نہیں پھرتے، مقربان بارگاہی سے کہہ دیتے ہیں وہ اوروں کو سنا دیتے ہیں اور بذریعہ اشتہارات ومنادی اعلان کرا دیتے ہیں۔ خداوند عالم کو ایسا کم سمجھ لیا جائے کہ وہ ہر کسی سے کہتا پھرے؟ وہاں بھی یہی ہوگا کہ اپنے مقربوں سے اور خواصوں سے فرمائے اور وہ اوروں کو پہنچائیں ایسے لوگوں کو اہل اسلام انبیاء اور پیغمبر اور رسول کہتے ہیں۔

## نبی اور رسول میں فرق:

① نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے اس انسان کو کہا جاتا ہے جس پر وحیٔ الٰہی نازل ہوتی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغِ احکام اور ہدایتِ خلق کے لیے مامور ہو، صاحبِ کتاب ہو یا نہ ہو۔ رسول نبی سے شان میں بڑھ کر ہوتا ہے۔ جس نبی کو کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہو وہ رسول کہلاتا ہے، مثلاً نبی اگر صاحبِ کتاب ہو تو رسول کہلائے گا، یا جو اصلاحِ ناس کے لیے مبعوث ہو وہ رسول ہوتا ہے۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔

② نبی زیادہ مبعوث ہوئے اور رسول کم، ایک روایت کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے اور رسل کی تعداد تین سو تیرہ یا کم وبیش ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ : 'دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَالِسٌ وَحْدَهُ، فذَكرَحَدِيثًا طَوِيلاً وفيه،قُلْتُ : 'يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَمِ الأَنْبِيَاءُ ؟، قَالَ : 'مِائَةُ أَلْفٍ وَعِشْرُونَ أَلْفًا قُلْتُ : 'يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَمِ الرُّسُلُ مِنْ ذَلِكَ ؟، قَالَ : 'ثَلاَثُ مِائَةٍ وَثَلاَثَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيرًا، قَالَ : 'قُلْتُ : 'يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ كَانَ أَوَّلُهُمْ ؟، قَالَ : 'آدَمُ عليه السلام (صحيح ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں اکیلے ہی تشریف فرما تھے (پھر لمبی حدیث ذکر فرمائی اور اس حدیث میں یہ بھی ہے) میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول

انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک لاکھ اور چوبیس ہزار، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان میں سے رسول کتنے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین سو تیرہ کا بڑا مجمع تھا، فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: تمام انبیاء میں سب سے پہلا کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام۔

## انبیاء علیہم السلام کی تعداد:

انبیاء ورسل بہت ہوئے ہیں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کل انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے، جن میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں، سب پر ایمان لانا فرض ہے اور ان میں تفریق کرنا یعنی بعض کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا کفر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (البقرۃ: ۲۸۵)

ترجمہ: یہ رسول (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں، کسی پر نہ لائیں)۔

دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ (النساء: ۱۵۰۔ ۱۵۱)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ (رسولوں) پر تو ہم ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ ایک بیچ کی راہ نکال لیں۔ ایسے لوگ صحیح معنی میں کافر ہیں، اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

## نبوت اور رسالت کا منصب وہبی ہے:

تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبوت و رسالت محض ایک وہبی منصب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے کوئی کسبی اور اختیاری چیز نہیں کہ مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل ہو جائے جیسا کہ بعض فلاسفہ کا خیال ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ جن کو اللہ جل شانہ نے نبوت و رسالت کا منصب عطا فرمایا، وہ کبھی اپنے منصب سے معزول نہیں ہوئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ (البقرۃ: ۱۰۵)

ترجمہ: اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے مخصوص فرمالیتا ہے۔ اور اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

❁ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص (آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ: اور لیکن اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

## انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تربیت:

نبی دنیا میں کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھتا، اسے براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم عطاء کیے جاتے ہیں، اسی بناء پر وہ اپنے زمانے میں اور اپنی قوم میں سب سے زیادہ علم والا ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ (الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: جو لوگ اس رسول یعنی نبیٔ اُمی کے پیچھے چلیں۔

❁ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ (النجم: ۳۔۵)

ترجمہ: اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے، انہیں ایک مضبوط طاقت والے نے تعلیم دی ہے۔

❁ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ (النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو ان باتوں کا علم دیا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

## انبیاء علیہم السلام کی عصمت:

تمام انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے معصوم بندے تھے، صغیرہ اور کبیرہ سے پاک اور منزہ تھے، انبیاء اور مرسلین کے لئے عصمت اور امانت اور صداقت لازم ہے، عصمت کے معنی ظاہر و باطن کا معصیت سے پاک ہونا ہے اور امانت کا معنی خیانت سے پاک ہونے کے ہیں، انبیاء کرام سرتاپا صداقت و امانت اور سرتاپا اطاعت ہوتے ہیں۔ خدا کی نافرمانی سے معصوم ہوتے ہیں، یعنی قصداً اُن سے کبھی کوئی خطا صادر نہیں ہوتی، خدا تعالیٰ نے مخلوق کو بے چون وچرا ان کی اطاعت اور متابعت کا حکم دیا اور اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے اگر وہ معصوم نہ ہوتے تو اس طرح ان کی اطاعت اور متابعت کا حکم نہ ہوتا اور ان کی متابعت کو دائمی نجات کا ذریعہ نہ قرار دیا جاتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ (بنی اسرائیل: ۷۴)

ترجمہ: اور اگر ہم نے تم کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تم بھی ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔

❁ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ (النجم: ۲)

ترجمہ: اے مکہ کے باشندو! یہ تمہارے ساتھ رہنے والے صاحب نہ راستہ بھولے ہیں، نہ بھٹکے ہیں۔

❁ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ: اس عورت نے تو واضح طور پر یوسف کا ارادہ کر لیا تھا، اور یوسف کے دل میں بھی اس عورت کا خیال آچلا تھا، اگر وہ اپنے رب کی دلیل کو نہ دیکھ لیتے۔

## ہر نبی کامیاب تھا:

ہر نبی اپنے مقصدِ نبوت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری نبھانے میں کامیاب اور سرخرو ہوا ہے، اگر کسی نبی پر کوئی شخص ایمان نہیں لایا، پھر بھی وہ نبی کامیاب اور سرخرو ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ (الغاشیة: ۲۱۔۲۴)

ترجمہ: اب (اے پیغمبر!) تم نصیحت کیے جاؤ۔ تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو۔ آپ کو ان پر زبردستی کرنے کے لیے مسلط نہیں کیا گیا۔ ہاں مگر جو کوئی منہ موڑے گا، اور کفر اختیار کرے گا، تو اللہ اس کو بڑا زبردست عذاب دے گا۔

❁ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النحل: ۳۵)

ترجمہ: لیکن پیغمبروں کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ صاف صاف طریقے پر پیغام پہنچادیں۔

❁ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ

(الزخرف: ۴۵)

ترجمہ: اور تم سے پہلے جو ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے ہیں، ان سے پوچھ لو کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود بھی مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

## انبیاء علیہم السلام سے خطا و غلطی ناممکن ہے:

انبیاء کرام سے وحیِ الٰہی اور تبلیغِ احکام میں خطا اور سہو اور نسیان کا واقع ہونا محال ہے ورنہ دین اور شریعت سب مشکوک ہوجائے اور وحی الٰہی سے اطمینان اٹھ جائے۔ البتہ بعض اوقات بمقتضائے بشریت نبی کو ذاتی فعل میں سہو اور نسیان کا لاحق ہوجانا ممکن ہے، مثلاً آنحضرت ﷺ کو ایک مرتبہ نماز میں سہو پیش آیا، اور ایک مرتبہ سفر میں غلبۂ نیند کی وجہ سے نماز قضاء ہوگئی۔ سو یہ سہو بر بنائے غفلت نہ تھا بلکہ من جانب اللہ تھا تا کہ امت کو سجدہ سہو اور قضاء فائتہ (فوت شدہ نماز) کا حکم معلوم ہوجائے، غرض یہ کہ پیغمبر خدا کا سہو اور نسیان بھی رحمت ہے اس لئے کہ سہو تشریع احکام کا ذریعہ ہے۔

## اُولُو العزم مِنَ الرُّسُل کون ہیں:

نبیٔ اول آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ افضل الناس انبیاء کرام ہیں، افضل الانبیاء رسل ہیں، افضل الرسل اولوالعزم من الرسل ہیں اور وہ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (الإسراء: ۵۵)

ترجمہ: اور ہم نے کچھ نبیوں کو دوسرے نبیوں پر فضیلت دی ہے۔

❁ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط (الاحقاف: ۳۵)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) تم اسی طرح صبر کیے جاؤ جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے، اور ان کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔

## رسالت پر ایمان سے توحید کی تکمیل:

نبی اور رسول پر ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان معتبر و مقبول نہیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان اس شخص کا معتبر ہے جو انبیاء کرام پر ایمان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر علاقے میں نبی اور رسول بھیجے، کوئی قوم اور ملک ایسا نہیں جہاں اللہ کا نبی نہ آیا ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ (البقرة: ۴-۵)

ترجمہ: اور جو لوگ اس وحی پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی، اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے پروردگار کی طرف سے صحیح راستے پر ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۳۶ (النحل: ۳۶)

ترجمہ: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور طاغوت سے اجتناب کرو۔ پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دے دی، اور کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی، تو ذرا زمین میں چل کر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

﴿ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝۲۴ (فاطر: ۲۴)

ترجمہ: اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ آیا ہو۔

## منصبِ نبوت و رسالت سے معزولی ممکن نہیں:

نبی اور رسول منصبِ رسالت سے کبھی معزول نہیں کیے جاتے، ان کی پیدائش بحیثیتِ نبی ہوتی ہے، نبی وصال فرمانے کے بعد بھی نبی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کی بناء پر کسی ایسے شخص کو مقامِ نبوت سے سرفراز نہیں فرماتے جسے آئندہ معزول کرنا پڑے۔

## تمام انبیاء کرام اصولی تعلیمات میں متفق ہیں:

تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کا دین یعنی اصولی عقائد ایک ہیں اور شریعتیں یعنی فروعی احکام جدا جدا ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ (الشوریٰ:۱۳)

ترجمہ:اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ طے کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا،اور جو(اے پیغمبر!) ہم نے تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجا ہے،اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم،موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم کرو،اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

❁ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ (المائدہ:۴۸)

ترجمہ:تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔

❁ وَسْـَٔــلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝۴۵

(الزخرف:۴۵)

ترجمہ:اور تم سے پہلے جو ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے ہیں،ان سے پوچھ لو کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود بھی مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

## سب انبیاء پر ایمان اور سب کی تعظیم ضروری ہے:

نبی اور رسول جتنے بھی مبعوث ہوئے ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے،اگر کسی ایک نبی یا رسول کو جھٹلا دیا اور باقیوں پر ایمان لایا تو بھی ایمان ختم ہوگیا۔

ہر نبی کی تعظیم وتوقیر ضروری ہے،کسی نبی کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْـهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَــهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَــطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ (الحجرات:۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

## دین اسلام کا ادیانِ عالم سے تقابلی جائزہ:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارا دعویٰ یہ نہیں کہ اور مذاہب اور دین بالکل ساختہ اور پرداختہ بنی آدم ہیں، بطورِ جعلسازی ایک دین بنا کر خدا کا نام لگا دیا۔ نہیں دو مذہبوں کو تو ہم یقیناً دینِ آسمانی سمجھتے ہیں ایک دینِ یہود اور ایک دینِ نصاریٰ، ہاں اتنی بات ہے کہ بوجہ تحریفِ بنی آدم کے رائے کی آمیزش بھی ان دونوں دینوں میں ہوگئی۔

باقی رہا دینِ ہنود (ہندوؤں) اس کی نسبت اگرچہ ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ اصل سے یہ دین بھی آسمانی ہے مگر یقیناً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ دین اصل سے جعلی ہے، خدا کی طرف سے نہیں آیا کیونکہ اول تو قرآن شریف میں یہ ارشاد ہے: وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿۲۴﴾ (فاطر) جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی امت یعنی گروہِ عظیم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو پھر کیونکر کہہ دیجئے کہ اس ولایتِ ہندوستان میں جو ایک عریض وطویل ولایت ہے کوئی ہادی نہ پہنچا ہو۔ کیا عجب ہے کہ جس کو ہندو صاحب اوتار کہتے ہیں اپنے زمانے کے نبی یا ولی یعنی نائبِ نبی ہوں۔ دوسرے مقام پر قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہے: مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ (المؤمن: ۷۸) اس کا حاصل یہ ہے بعض انبیاء کا قصہ تو ہم نے تجھ سے بیان کر دیا اور بعضوں کا قصہ بیان نہیں کیا۔ سو کیا عجب ہے کہ انبیاءِ ہندوستان بھی انہی نبیوں میں سے ہوں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔

## دیگر مذاہب کے بانیوں کی طرف منسوب لغویات وکفریات کی حقیقت:

رہی یہ بات کہ اگر ہندوؤں کے اوتار انبیاء یا اولیا ہوتے تو دعویٰ خدائی نہ کرتے، ادھر افعالِ ناشائستہ مثل زنا چوری وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوتے حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دو باتوں کے معتقد ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ دونوں باتیں بے شک ان سے سرزد ہوئی ہیں۔ سو اس شبہ کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دعویٰ خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا اور دلائلِ عقلی ونقلی اس کے مخالف

ہیں۔ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رام چندر جی کی طرف بھی یہ دعویٰ بدروغ (جھوٹا) منسوب کردیا ہو، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بدلالتِ آیتِ قرآنی نیز بدلالت آیاتِ انجیل اپنے بندہ ہونے کے مقرّ اور معترف تھے اور پھر وہی کام مدت العمر کیے جو بندگی کو سزاوار ہیں، دعویٰ خداوندی پر نہیں پھبتے، یعنی نماز روزہ ادا کیے، زبان سے عجز و نیاز کرتے رہے، جب کہا اپنے آپ کو ابنِ آدم کہا اور بندہ قرار دیا، پھر اس پر ان کے ذمے تہمتِ دعویٰ خدائی لگا دی گئی، ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رام چندر کی نسبت تہمتِ خدائی لگا دی ہو۔

علیٰ ہذا القیاس جیسے حضرت لوط اور حضرت داوٗد علیہم السلام کی نسبت باوجود اعتقادِ نبوت یہود و نصاریٰ کے تہمتِ شراب خوری اور زنا کاری لگاتے ہیں اور ہم (مسلمان) اُن کو ان عیوب سے بری سمجھتے ہیں ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رام چندر بھی مذکورہ عیوب سے مبّرا ہوں، اوروں نے ان کے ذمہ یہ تہمتِ زنا اور سرقہ لگا دی ہو

الحاصل! ہمارا یہ دعویٰ! نہیں کہ اور ادیان و مذاہب اصل سے غلط ہیں، دینِ آسمانی نہیں بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اِس زمانے میں سوائے اتباع محمدی ﷺ اور کسی طرح نجات متصور نہیں، اس زمانے میں یہ دین سب کے حق میں واجب الاتّباع ہے۔

## سیّد الاوّلین والآخرین رحمتِ عالم حضورِ نبی کریم ﷺ سے متعلق عقائد

### افضل الانبیاء:

انبیاءکرام علیہم السلام میں باہمی مراتب کا فرق ہے۔بعض انبیاءکرام علیہم السلام کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔سب سے افضل حضرت محمد ﷺ ہیں، اور آپ ﷺ تمام پیغمبروں کے سردار ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

(البقرۃ: ۲۵۳)

ترجمہ: یہ پیغمبر جو ہم نے بھیجے ہیں، ان کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے۔ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا، اوران میں سے بعض کو بدرجہا بلندی عطا کی۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحیح مسلم: ۵۹/۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی اور سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ تَحْتَ لِوَائِي وَلَا فَخْرَ۔الخ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار میں ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور سب سے پہلے میری قبر سے مٹی ہٹائی جائے گی اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ اور اس دن تمام انبیاء آدم ہو یا اس کے سوا کوئی دوسرا پیغمبر وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا اور مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی شانِ بعثت:

حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تمام عالم کے لیے ہے، اور آپ تمام جہانوں کے لیے نبی ہیں۔ جس طرح آپ امت کے نبی ہیں، اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی نبی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

(سباء: ۲۸)

ترجمہ: اور اے پیغمبر ہم نے تمہیں سارے ہی انسانوں کے لیے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے، اور خبردار بھی کرے۔

## نبوت کی تقسیم:

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق نبوت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نبوتِ ذاتی (۲) نبوتِ عرضی

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت تو ذاتی ہے اور آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی ہے، دلیل اس کی قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

۞ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (آل عمران: ۸۱)

ترجمہ: اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا، پھر جب تمہارے پاس ایسا رسول آجائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا اور ضرور اس کی مدد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کر لیا اور میری دی ہوئی ذمہ داری اُٹھاتے ہو؟ اس پر، انبیاء نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کر لیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما پھر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

اس آیتِ مبارکہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا گیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امامت اور پیشوا ہونے کا رتبہ عطا فرمایا گیا ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کی حیثیت آپ کے تابع اور مقتدِی کی ہے اور مقتدَا کا اپنے مقتدِی سے اعلیٰ اور افضل ہونا مسلم ہے، معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ذاتی اور باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی ہے۔ اگر تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو ذاتی مان لیا جائے تو اس کا لازماً نتیجہ یہ ہے کہ سب کا رتبہ برابر ہو جائے حالانکہ یہ بات عقلاً و نقلاً محال ہے۔ (ملخص از آبِ حیات)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ علم:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوقات اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ علوم عطا فرمائے گئے، آپ کو اولین و آخرین کے وہ علوم عطا فرمائے گئے جو کسی اور کو نہیں دیے گئے لیکن عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ط (الانعام: ۵۹)

ترجمہ: اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: 'قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "' هَلْ تَدْرُونَ مَنْ أَجْوَدُ جُودًا؟ "قَالُوا: 'اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "' اللّٰهُ أَجْوَدُ جُودًا، ثُمَّ أَنَا أَجْوَدُ بَنِي آدَمَ، وَأَجْوَدُهُمْ مَنْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمِيرًا وَحْدَهُ " أَوْ قَالَ: "' أُمَّةً وَحْدَهُ " (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول یہ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سب سے بڑا سخی ہے۔ پھر میں تمام انسانوں سے زیادہ سخی ہوں۔ اور پھر لوگوں میں سے زیادہ سخی وہ آدمی ہے جس نے علم سیکھا پھر اس کو آگے پھیلایا، وہ قیامت کے دن ایک جماعت کا سردار بن کر آئے گا۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خداوندِ علیم تو عَالِمُ الغَيبِ وَالشَّهَادَةِ اور بِكُلِّ شَئٍ عَلِيم ہے، پھر اس کے ساتھ لَا يَضِلُّ وَلَا يَنسىٰ خود اپنی شان میں فرماتا ہے جس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ نا بہکے، نا بھولے، اس صورت میں غلطی ہو تو کیونکر ہو اور جناب سرورِ کائنات علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات ہر چند بشر تھے پر خیر البشر، خدا کے منظورِ نظر تھے خداوندِ کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا، من جملہ کمالاتِ علم جو اول درجہ کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ③ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ④ (النجم: ۳۔۴)" اس دعویٰ کے لیے دلیلِ کامل ہے اس صورت میں آپ کا علم خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا کا کہا نکلا۔ (فیوضِ قاسمی: ۴۳)

## نبوت کا دار و مدار: عقلِ کامل اور اخلاقِ حمیدہ

نبوت کا دار و مدار عقلِ کامل اور اخلاقِ حمیدہ پر ہے، رہے معجزات وہ خود نبوت پر موقوف ہیں نبوت ان پر موقوف نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ جس میں معجزات نظر آئیں اس کو نبوت عطا کریں ورنہ خیر بلکہ جس میں نبوت ہوتی ہے اس کو معجزات عطا کرتے ہیں تا کہ عوام کو بھی اس کی نبوت کا یقین ہو جائے اور نبی کے حق میں اس کے معجزے بمنزلہ سند و دستاویز ہو جائیں اس لیے اہلِ عقل کے نزدیک اول عقلِ کامل اور اخلاقِ حمیدہ ہی کا تجسس چاہیے۔

## حضرت محمد ﷺ عقل و اخلاق میں سب انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں:

مگر عقل اور اخلاق میں دیکھا تو حضرت محمد ﷺ کو سب میں افضل و اعلیٰ پایا (غور کریں حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے کس قدر صراحت اور دلیری کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے سب سے اعلیٰ و افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا اور وہ بھی غیر مسلموں کے ساتھ مباحثہ کے دوران۔ پھر کسی کو اعتراض کی جرات بھی نہ ہوئی۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

## عقل و فہم میں افضلیت کی دلیل:

عقل و فہم میں اولیت اور افضلیت کے لیے تو اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذاتِ خود اُمّی، جس میں (یعنی جس ماحول میں) پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گزری، علوم سے یک لخت خالی، نہ علومِ دینی کا پتا نہ علومِ دنیاوی کا نشان، نہ کوئی کتاب آسمانی، نہ کوئی کتاب زمینی، بباعثِ جہل کیا کیا کچھ خرابیاں معاشرے میں نہ تھیں؟

اب کوئی صاحب فرمائیں کہ ایسا شخص اُمّی ایسے ملک میں اوّل سے آخر تک عمر گزاریں جہاں علوم کا نام ونشان نہ ہو، پھر اس پر ایسا دین اور ایسا آئین، ایسی کتابِ لاجواب اور ایسی ہدایاتِ بینات جس پر ملکِ عرب کے جاہلوں کو علومِ الٰہیات یعنی علومِ ذات وصفاتِ خداوندی میں جو تمام علوم سے مشکل ہے اور علم عبادات اور علم اخلاق اور علمِ سیاسیات اور علم معاملات اور علمِ معاش و معاد میں، رشکِ ارسطو و افلاطون بنا دیا جس کے باعث تہذیبِ عرب، رشکِ شائستگی حکمائے عالم ہوگئی، چنانچہ ان کی کمالِ علمی پر آج اہلِ اسلام کی کتب مطوّلہ جو خارج از تعداد ہیں شاہد ہیں، ایسے علوم کوئی بتلائے تو سہی کس قوم اور کس فریق میں ہیں جس کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ دونوں کا یہ حال ہے اُن کے استادِ اول اور معلّم اوّل یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا (عقل ودانائی اور فہم وفراست میں) کیا حال ہوگا؟

## اخلاق میں افضلیت کی دلیل:

اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کسی ملک کے بادشاہ نہ تھے، شہزادے نہ تھے، امیرزادے نہ تھے، نہ تجارت کا سامان تھا، نہ کھیتی کے بڑے اسباب تھے، نہ ہی میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی، نہ بذاتِ خود کوئی دولت کمائی، ایسے افلاس میں عرب کے گردن کشوں، جفاکشوں، برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کرلیا کہ جہاں آپ کا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہیں۔

پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا کہ آیا نکل گیا بلکہ ساری عمر اسی کیفیت سے گذار دی، یہاں تک کہ گھر چھوڑا، باہر چھوڑا، زن و فرزند چھوڑے، مال و دولت چھوڑا، آپ کی محبت میں سب پر خاک ڈال کر اپنوں سے آمادہ جنگ و پیکار ہوئے، کسی کو آپ مارا، کسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے، یہ تسخیرِ اخلاق نہ تھی تو کیا تھی ؟ یہ زورِ شمشیر کس تنخواہ سے آپ نے حاصل کیا، ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدم علیہ السلام میں تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھے، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھے۔

## حضرت محمد ﷺ کی نبوّت کی دلیل:

جب عقل واخلاق کی کیفیت تھی اور اس پر زُہد کی یہ حالت کہ جو آیا وہی لٹایا، نہ کھایا نہ پہنا، نہ کوئی مکان بنایا، تو پھر کونسا عاقل یہ کہہ دے گا کہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم تو نبی ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ نبی نہ ہوں ان کی نبوت میں کسی کو تامل ہو کہ نہ ہو پر محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں اہل عقل وانصاف کو تامّل کی گنجائش نہیں۔ (مباحثہ شاہجہان پور)

# حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ ومقام

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے رسول ہیں، ان کو اللہ کا بیٹا سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے۔ قرآن کریم میں جابجا اس باطل عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۞ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (الصف: ۶)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا کہ: اے بنو اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر بن کر آیا ہوں۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۞ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ (التوبة: ۳۰)

ترجمہ: اور نصرانی یہ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ سب ان کے منہ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ (المائدہ: ۱۷)

ترجمہ: یقیناوہ لوگ کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور انہیں سولی پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ قیامت کے قریب وہ آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے، چالیس یا پینتالیس برس زمین پر رہیں گے پھر ان کا انتقال ہوگا، حضورِ اکرم ﷺ کے روضۂ مبارک میں دفن ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (آل عمران: ۵۹)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے؛ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا "ہوجاؤ" بس وہ ہو گئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم: ۲۰۔۲۱)

ترجمہ: مریم نے کہا کہ: میرے لڑکا کیسے ہوجائے گا، جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے، اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں؟ فرشتے نے کہا: ایسے ہی ہوجائے گا، تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ: یہ میرے لیے ایک معمولی بات ہے۔ اور ہم یہ کام اس لیے کریں گے تاکہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں، اور اپنی طرف سے رحمت کا مظاہرہ کریں، اور یہ بات پوری طرح طے ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (النساء: ۱۵۷۔۱۵۸)

ترجمہ: اور یہ کہا کہ: ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ نہ انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا تھا، نہ انہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، وہ اس سلسلے میں شک کا شکار ہیں، انہیں گمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں، اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کر پائے بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھالیا تھا، اور اللہ بڑا صاحبِ اقتدار اور بڑا حکمت والا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « وَاللَّهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلاً فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلاَصُ فَلاَ يُسْعَى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلاَ يَقْبَلُهُ أَحَدٌ». (صحیح مسلم: ۱/۹۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی مریم علیہ السلام کے بیٹے اتریں گے (آسمان سے) اور وہ حاکم ہونگے، عدل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور ذمیوں سے جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور چھوڑ دیں گے جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا پھر ان سے سواری اور بار برداری کا کام نہیں لیا جائے گا اور یقیناً لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض، اور حسد جاتا رہے گا اور یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو مال و دولت سے نوازنے کے لیے بلائیں گے لیکن کوئی بھی مال و دولت لینے والا نہ ہوگا۔

## نبی کریم ﷺ خاتم النبیین:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ کی شریعت اور کتاب گذشتہ تمام شریعتوں اور کتابوں کے لیے ناسخ ہے۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، جو آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ بلاشبہ کافر و مرتد اور زندیق ہے۔ اور اس کے ماننے والے بھی سب کافر و مرتد ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: (مسلمانو!) محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۸۵

(آل عمران: ۸۵)

ترجمہ: جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا، تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

## جھوٹے مدعی نبوت کے پیروکار کا حکم:

حضورِ اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، حضور ﷺ کے بعد کوئی شخص کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت سے دلیل یا معجزے کا مطالبہ کرے تو وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ مطالبہ عقیدہ ختمِ نبوت میں شک کے مترادف ہے۔

تَنَبَّا رَجُلَ فِيْ زَمَنِ ابی حنیفةَ وَقَالَ امْهِلُونی حتیٰ آجِیئ بِالعلامَاتَ فقَالَ ابو حنیفة رحمہ اللہ مَنْ طَلَبَ مِنْه عَلَامَةَ فَقَدْ كَفَرلقول النبی ﷺ لَانَبِيَّ بَعْدِي،

(مناقب الامام الاعظم)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تاکہ میں دلائل لے آؤں، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: جس نے اس سے دلیل کا مطالبہ کیا تو بیشک اس نے کفر کیا، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بیان فرمائیے۔

① نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

② کیا تمام انبیاء کرام کا رتبہ برابر ہے یا ان کے مرتبہ میں فرق ہے؟

③ نبوت اور رسالت کے منصب پر فائز ہونے کا طریقہ کیا ہے؟

④ کیا انبیاء علیہم السلام سے کسی قسم کا گناہ صادر ہوسکتا ہے؟

⑤ تمام انبیاء اور رسولوں میں سب سے اونچا مرتبہ کس رسول کا ہے؟

⑥ کیا ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے؟

⑦ انبیاء علیہم السلام کی کتنی تعداد مبعوث ہوئی؟

⑧ انبیاء علیہم السلام میں سے کس کس پیغمبر پر ایمان لانا ضروری ہے اور کس پر ایمان لانے کی رخصت ہے؟

⑨ نبی کے اوصاف کیا ہوتے ہیں؟

⑩ اگر کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کا اور اس کے ماننے والوں کا کیا حکم ہے؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں (✓) کے نشان سے امتیاز کریں اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بھی بیان کریں۔

① اللہ تعالیٰ کے بعض رسول فرشتوں میں سے اور بعض جنات میں سے اور بعض انسانوں میں سے مبعوث ہوئے۔

صحیح ☐ غلط ☐

صحیح عقیدہ:..........................................................

② تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اصول وفروع میں یکساں ہیں، کسی میں کچھ فرق نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا کفر وشرک ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

④ تمام نبی معصوم نہیں ہوتے، ان سے چھوٹا یا بڑا گناہ ہوسکتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑤ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں کا کام تبلیغ کرنا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑥ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی شخص معصوم نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑦ نبی تمام عالم میں سے سب سے زیادہ پڑھا لکھا شخص ہوتا ہے اور دنیا کے بڑے بڑے ماہرین اور علماء سے علم حاصل کرتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑧ نبی سے کبھی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے، مگر اس سے نبوت اور نبی کے معصوم ہونے پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑨ تمام انبیاء علیہم السلام مرتبے میں یکساں نہیں ہیں، سب سے بڑا مرتبہ ہمارے پیارے پیغمبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑩ تمام نبیوں میں سے کسی ایک نبی پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے، تمام نبیوں پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑪ نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف انسانوں میں سے مبعوث فرمایا ہے، فرشتوں اور جنات میں سے کوئی بھی نبی نہیں بھیجا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑫ ہر نبی کی تعظیم اور توقیر ضروری ہے، کسی نبی کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی سے انسان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑬ تمام مخلوق اور تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے بڑھ کر علم اللہ تعالیٰ نے رحمت کائنات حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمایا تھا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

⑭ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور اب وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام کامیابی کے ساتھ پہنچا کر وفات پا گئے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

⑮ کسی بھی پیغمبر سے کوئی گناہ نہیں ہوسکتا، خاص طور سے تبلیغ رسالت جو ان کا فرض منصبی ہے اس میں ادنیٰ سی کوتاہی کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

## سوال نمبر ③ صحیح جگہ (✓) نشان لگا کر ایمان کی تازگی اور صحت کا ثبوت دیجیے۔

① اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتے ہیں۔

☐ جنات میں سے ☐ انسانوں میں سے ☐ فرشتوں میں سے

② آنحضرت ﷺ کے بعد بھی دوبارہ ہونے کا امکان ہے۔

☐ اولیاء اللہ کا ☐ شہیدوں کا

☐ کسی بھی نبی کا ☐ فرشتوں کا نبی ہونا

③ تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے بڑھ کر علم اور رتبہ عطا ہوا۔

☐ حضرت نوح علیہ السلام کو ☐ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

☐ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ☐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

☐ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

④ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا۔

☐ داعی ہے ☐ انسانی ہمدردی سے سرشار ہے

☐ کذّاب اور دجّال ہے ☐ کافر اور زندیق ہے

☐ مفکرِ اسلام ہے۔

⑤ کسی بھی نبی اور رسول سے ممکن نہیں ہے کہ اس سے ہو سکے۔

☐ گناہ صغیرہ ☐ گناہ کبیرہ ☐ شرک

☐ اجتہادی خطا ☐ تبلیغ رسالت میں کوتاہی

⑥ انسانوں میں سب سے اونچے رتبے کی حامل شخصیت ہے۔

☐ ولی اور بزرگ ☐ پیر فقیر ☐ رسول

☐ فرشتہ ☐ جنات ☐ شہید

⑦ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن وسنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

☐ وفات پا گئے ہیں ☐ سولی پر چڑھائے گئے

☐ سولی پر چڑھائے گئے پھر دوبارہ زندہ کیے گئے

☐ نہ مقتول ہوئے نہ سولی پر چڑھائے گئے، بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے۔

⑧ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات یکساں ہوتی ہیں۔

☐ عقائد اور فروعی مسائل میں ☐ صرف عقائد اور ایمانیات میں

☐ صرف فروعی مسائل میں ☐ نہ عقائد میں یکساں، نہ فروع میں

⑨ اکثر انبیاء پر ایمان لا کر بعض کا انکار کرنے والا۔

☐ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے ☐ مشرک ہے

☐ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے ☐ گنجائش ہے

☐ مکروہ تحریمی کا مرتکب ہے

⑩ نبوت اور رسالت کا منصب عطا ہوتا ہے۔

☐ خوب محنت اور مجاہدہ سے ☐ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے سے

☐ خوب سخاوت اور شجاعت کے اظہار سے ☐ دعائیں مانگنے سے

☐ خالص اللہ تعالیٰ کی عطا اور انتخاب سے

⑪ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والا اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو تسلیم نہ کرنے والا ہے۔

☐ خطاء اجتہادی کا مرتکب ☐ ملحد اور زندیق

☐ مشرک گناہ کبیرہ کا مرتکب ☐ شخصی آزادی کی رو سے گنجائش ہے

⑫ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہر نبی ان اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔

☐ صادق اور امین ☐ اعلیٰ اخلاق کا مالک

☐ تبلیغ پر فیس لینے والا ☐ روشن خیال

☐ گناہوں کو دیکھ کر چشم پوشی کرنے والا

⑬ درج ذیل انبیاء میں سے عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر تھے۔

☐ حضرت ابراہیم علیہ السلام ☐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

☐ حضرت موسیٰ علیہ السلام ☐ حضرت محمد ﷺ

☐ کوئی پیغمبر بھی نہیں

⑭ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا۔

☐ اچھے اخلاق کی علامت ☐ ضروریات دین میں سے ہے

☐ مستحب اور پسندیدہ عمل ہے ☐ اتفاق اور اتحاد کا تقاضا ہے

⑮ رحمت کائنات آنحضرت ﷺ کو بہت بڑا مدبر (ریفارمر)، تمام دنیا سے زیادہ عقل والا تسلیم کرنا مگر آپ کو رسالت کے قابل نہ سمجھنا۔

☐ گنجائش ہے ☐ کفر ہے

☐ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مظہر ہے ☐ گناہ ہے

سبق نمبر ⑦

# فرشتوں کے بارے میں ضروری عقائد

## فرشتوں پر ایمان:

فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، قرآن وحدیث اور سابقہ کتب میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (البقرة: ۲۸۵)

ترجمہ: یہ رسول (یعنی حضرت محمد ﷺ) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔

## فرشتوں کے منکر کا حکم:

فرشتوں کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝۱۳۶

(النساء: ۱۳۶)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یومِ آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے۔

## فرشتوں کی صفات:

فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، نور سے پیدا کیے گئے ہیں، ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ نہیں ہے، نر و مادہ سے پاک ہیں، لطیف جسم والے ہیں جو نظر نہیں آتا، مختلف شکلوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تکوینی

اموران کے ذمے لگا رکھے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۱۹۔۲۰)

ترجمہ: نہ وہ اس کی عبادت سے سرکشی کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور سست نہیں پڑتے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صلی اللہ علیہ وسلم: خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، اور جنات کو آگ کے شعلے سے اور آدم کو اس سے جو تمہارے سامنے بیان کیا گیا ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں، نیز ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (التحریم: ۶)

ترجمہ: وہ (فرشتے) اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کام کا حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔

کوئی فرشتہ کسی کے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے، بلکہ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا (النجم: ۲۶)

ترجمہ: اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں جن کی سفارش کسی کے کچھ بھی کام نہیں آسکتی۔

## فرشتوں میں مراتب:

فرشتوں میں بھی مراتب ہیں بعض فرشتے دوسروں سے افضل ہیں۔

## سب سے زیادہ مقرب چار فرشتے ہیں:

① حضرت جبرائیل علیہ السلام: بہت زیادہ طاقتور، امانت دار اور مکرم ہیں، ہر زمانہ میں انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی لانے کے لئے مقرر تھے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۙ﴿۱۹﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ۙ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ؕ﴿۲۱﴾ (التکویر: ۱۹۔۲۱)

ترجمہ: یہ (قرآن) یقینی طور پر ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے جو قوت والا ہے جس کا عرش والے کے پاس بڑا رتبہ ہے وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے وہ امانت دار ہے۔

عَنِ ابنِ عَبَّاس رضی الله عنه قالَ قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: اَلَا اُخۡبِرُكُمۡ بِاَفۡضَلِ الۡمَلَائِكَةِ جِبۡرِيۡل (مجمع الزوائد: ۱۴۰/۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو سب فرشتوں میں سے افضل کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ جبرائیل ہیں۔

(۲) حضرت میکائیل علیہ السلام: بارش برسانے، غلہ اگانے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی مخلوق کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۹۸﴾

(البقرۃ: ۹۸)

ترجمہ: اگر کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

(۳) حضرت اسرافیل علیہ السلام: جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے، جس کی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہو جائے گی، سب جاندار مر جائیں گے، دوبارہ پھر صور پھونکیں گے جس سے سب مردے زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ ﷺ: اِنَّ طَرۡفَ صَاحِبِ الصُّوۡرِ مُذۡ وُكِّلَ بِهٖ مُسۡتَعِدٌّ يَنۡظُرُ نَحۡوَ الۡعَرۡشِ مَخَافَةَ اَنۡ يُّؤۡمَرَ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡهِ طَرۡفُه كَاَنَّ عَيۡنَيۡهِ كَوۡكَبَانِ دُرِّيَّانِ. (مستدرک حاکم: ۵۵۹/۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بیشک صور والے فرشتے کو جب سے صور پھونکنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اس وقت سے اس کی آنکھ بالکل مستعد ہے، عرش کی طرف دیکھ رہی ہے اس خوف سے کہ آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی حکم نہ آجائے، اس فرشتے کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے دو ستارے موتی کی طرح چمکتے ہوئے۔

④ حضرت عزرائیل علیہ السلام: یہ مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں اور وقت مقرر پر ان کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۝ (السجدۃ: ۱۱)

ترجمہ: کہہ دیجیے: تمہیں موت کا فرشتہ پورا پورا وصول کرلے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

## فرشتوں کی تعداد:

کل فرشتے کتنے ہیں؟ ان کی حتمی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

## فرشتوں کی ذمہ داری:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے مختلف کاموں پر مقرر ہیں اور ان کاموں کی بجا آوری میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً بعض فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے، بعض فرشتے انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں، بعض فرشتے دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں، بعض فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو تھامے ہوئے ہیں، بعض فرشتے جنت کے خازن اور بعض دوزخ کے خازن ہیں، بعض فرشتے عرش کے اردگرد صف بستہ کھڑے ہیں، بعض فرشتے بیت المعمور کا طواف کررہے ہیں، بعض فرشتے امت کی طرف سے پڑھا جانے والا درود و سلام نبی کریم ﷺ پر پیش کرنے پر مقرر ہیں، بعض فرشتے قبر میں سوالات کرنے پر مقرر ہیں، بعض فرشتوں کے دو، بعض کے تین اور بعض کے چار چار پر ہیں۔ بعض فرشتے لوگوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، بعض فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ غزوہ بدر وغیرہ میں ہوا، بعض فرشتے نافرمان لوگوں کو عذاب دینے کے لئے بھی آسمانوں سے نازل ہوتے رہتے ہیں، جیسے قوم لوط، قوم

عاد اور قوم ثمود پر عذاب کے لئے آسمانوں سے فرشتے نازل ہوئے، بعض فرشتے جنت کے اندر جنتیوں کی خدمت کے لئے مقرر رہوں گے اور بعض فرشتے دوزخ میں دوزخیوں کو طرح طرح کا عذاب دینے کے لئے مقرر ہوں گے، ان میں سے بڑے فرشتے انیس ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الانفطار: ۱۰۔ ۱۲)

ترجمہ: اور تم پر کچھ نگران مقرر ہیں جو معزز لکھنے والے ہیں جو تمہارے سارے کاموں کو جانتے ہیں۔

❁ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ (الزمر: ۷۵)

ترجمہ: اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہوں گے۔

❁ يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۲۵)

ترجمہ: بھیج دے گا تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے جنہوں نے اپنی پہچان نمایاں کی ہوئی ہوگی۔

❁ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ (الانفال: ۵۰)

ترجمہ: اور اگر تم دیکھتے جب فرشتے ان کافروں کی روح قبض کر رہے تھے، ان کے چہرے اور پشت پر مارتے جاتے تھے۔

❁ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ (الاحزاب: ۵۶)

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

❁ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (التحریم: ۶)

ترجمہ: اس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے ہیں۔

❁ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ (القدر: ۴)

ترجمہ: اس رات میں فرشتے اور روح ہر کام کے لیے اپنے رب کی اجازت کے ساتھ اترتے ہیں۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « إِذَا أَمَّنَ الإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (صحیح مسلم: ۱۷/۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اس لیے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل جاتی ہے تو اس کے پہلے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ. (سنن نسائی: ۱/ ۱۸۹)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں چکر لگاتے رہتے ہیں میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔

## فرشتوں کے نام

چار مشہور فرشتوں کے علاوہ بعض دوسرے فرشتوں کے نام بھی قرآن وسنت میں بتلائے گئے ہیں مثلاً ہاروت، ماروت، رضوان، مالک اور منکر نکیر وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

❁ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ (الزخرف: ۷۷)

ترجمہ: وہ (دوزخ کے فرشتے کو) پکار کر کہیں گے اے مالک! تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ کہے گا کہ تمہیں اسی حال میں رہنا ہے۔

❁ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ (البقرۃ: ۱۰۲)

ترجمہ: اور جو بابل میں ہاروت ماروت نامی دو فرشتوں پر اتارا گیا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَوْ قَالَ أَحَدُكُمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيرُ

(جامع ترمذی: ۱/ ۳۳۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہیں، ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نکیر ہے۔

## فرشتے کا انسانی شکل میں آنا:

اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی فرشتے کو انسانی شکل عطا فرمائی تو اسے مردانہ شکل عطا فرمائی، کسی فرشتے کو نسوانی شکل میں ظاہر نہیں فرمایا، حتیٰ کہ حضرت مریم علیہا السلام کے خلوت کدے میں ان کے پاس آنے والا بھی مرد کی شکل میں آیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

❁ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ (مریم: ۱۷)

ترجمہ: پس بھیجا ہم نے مریم کی طرف اپنی روح کو جو ان کے سامنے مکمل انسان بنکر ظاہر ہوا۔

## مشرکینِ مکہ کا عقیدہ:

فرشتوں کے بارے میں مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا اس غلط عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ (الزخرف: ۱۹)

ترجمہ: اور انہوں نے فرشتوں کو جو خدائے رحمٰن کے بندے ہیں مؤنث بنا دیا ہے۔

# جنات کے بارے میں ضروری عقائد

## جنات کی پیدائش:

جن، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک قدیم مخلوق ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش سے بہت پہلے آگ سے بنایا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ (الحجر: ۲۷)

ترجمہ: اور جنات کو اس سے پہلے ہم نے لُو کی آگ سے پیدا کیا تھا۔

انسانوں سے پہلے زمین پر جنات آباد تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کا اعزاز انسان کو عطا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ (البقرۃ: ۳۰)

ترجمہ: اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

## جنات کا وجود:

جنات اب بھی موجود ہیں، اور وہ زمین کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔ جنات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے جیسے فرشتے انسانوں کو نظر نہیں آتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ (الاعراف: ۲۷)

ترجمہ: وہ اور اس کا جتھہ تمہیں وہاں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

## جنات کی شکل وصورت:

جنوں کی اپنی کوئی شکل نہیں، وہ نظر نہ آنے والی ایک لطیف مخلوق ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنات کو اختیار دیا ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں، عام طور پر جنات سانپ، بلی اور کتے کی شکل اختیار کرتے ہیں۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخشنی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَلْجِنُّ ثَلَاثَةِ أَصْنَافٍ: صِنْفٌ لَهُمْ أَجْنِحَةٌ يَطِيْرُوْنَ فِي الْهَوَاءِ وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ وَ كِلَابٌ وَ صِنْفٌ يَحِلُّوْنَ وَ يَظْعنُوْنَ.

(مستدرک حاکم: ۴/ ۱۴۴)

ترجمہ: ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنات کی تین اقسام ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ جن کے پر ہیں، وہ ہوا میں اڑتے ہیں، اور ایک قسم سانپوں اور کتوں کی ہے، اور ایک قسم وہ ہے جو مختلف جگہوں پر اترتے، چڑھتے رہتے ہیں۔

## جنات کی طاقت:

مجموعی لحاظ سے جن، انسان سے زیادہ طاقتور نہیں، صرف وہ نظر نہیں آتا، لمبی لمبی مسافت بہت جلد کر لیتا ہے اور انسانی جسم میں حلول کر سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

## جنات کی عمریں:

جنات کی عمریں انسانوں کی نسبت بہت زیادہ لمبی ہوتی ہیں، کئی کئی سو سال ان کی عمریں ہوتی ہیں۔

اِنَّ الْجِنَّ يَمُوْتُوْنَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ (تفسیر طبری: ۸/ ۶۲)

ترجمہ: جنات ایک زمانہ کے بعد مرتے ہیں۔

## کیا جنات مکلف ہیں؟

انسانوں کی طرح جنات بھی عقل وشعور کے مالک ہیں اور مکلف یعنی احکامات خداوندی کے پابند ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ (الانعام:۱۳۰)

ترجمہ: اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس خود تم میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور تم کو اسی دن کا سامنا کرنے سے خبردار کرتے تھے جو آج تمہارے سامنے ہے۔

امام رازی نے فرمایا:

اِنَّ الْجِنَّ مُكَلَّفُوْنَ كَالْاِنْسِ (تفسیر کبیر: ۱۰/۶۶۵)

ترجمہ: بے شک جنات بھی انسانوں کی طرح احکامات کے مکلف ہیں۔

## نیک و بد جنات:

انسانوں کی طرح جنات میں بھی ہر طرح کے فرقے اور گروہ ہیں، ان میں بھی مسلمان اور کافر، نیک اور بد ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ (الجن:۱۱)

ترجمہ: اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ ایسے نہیں ہیں اور ہم مختلف طریقوں پر چلے آرہے ہیں۔

## جنات میں توالد وتناسل:

جنات میں بھی دیگر مخلوقات کی طرح نر و مادہ ہیں اور ان میں بھی باقاعدہ توالد وتناسل کا سلسلہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

(الکھف:۵۰)

ترجمہ: کیا تم پھر بھی میری بجائے اسے اور اس کی ذریت کو اپنا رکھوالا بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ (اللہ تعالیٰ کا) کتنا برا متبادل ہے جو ظالموں کو ملا ہے۔

## شیاطین:

جنات میں شریر لوگوں کا نام شیاطین ہے، قرآن کریم میں اسی قسم کے جنات کو شیاطین کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـِٕہِمۡ (الانعام:۱۲۱)

ترجمہ: اور شیاطین اپنے دوستوں کو ورغلاتے رہتے ہیں۔

## جنات کی خوراک:

جنات بھی دیگر مخلوقات کی طرح کھانے پینے کے محتاج ہوتے ہیں، بعض احادیث میں ہڈی وغیرہ کو جنات کی خوراک بتلایا گیا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ -صلی اللہ علیہ وسلم- فَقَالُوْا یَا مُحَمَّدُ انْهَ اُمَّتَكَ اَنْ یَسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ اَوْ رَوْثَةٍ اَوْ حُمَمَةٍ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ لَنَا فِیْهَا رِزْقًا. قَالَ فَنَهَی النَّبِیُّ -صلی اللہ علیہ وسلم- عَنْ ذٰلِكَ. (سنن ابی داوٗد:۱/۱۶۱)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنات کا وفد جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے محمد ﷺ منع کر دیجیے اپنی امت کو کہ وہ ہڈی، لید، اور کوئلے سے استنجاء نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء میں ہمارے لئے رزق رکھا ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

## آنحضرت ﷺ سے پہلے جنات کی حالت:

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے بیشتر جنات آسمانی خبریں سننے کے لئے اوپر چلے جایا کرتے تھے اور اس میں اپنی طرف سے سو سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتلایا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ بند ہوگیا۔ اب اگر کوئی جن آسمانی خبریں سننے کے لئے اوپر جاتا ہے تو شہاب ثاقب کا انگارہ پھینک کر اس کو بھگا دیا جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ (الجن: ۹)

ترجمہ: اور یہ کہ ہم پہلے سن گن لینے کے لئے آسمانوں کی کچھ جگہوں پر جا بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن اب جو کوئی سننا چاہتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ ایک شعلہ اس کی گھات میں لگا ہوا ہے۔

﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (الملک: ۵)

ترجمہ: اور ہم نے قریب والے آسمان کو روشن چراغوں سے سجا رکھا ہے اور ان کو شیطانوں پر پتھر برسانے کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔

## زمانہ جاہلیت میں جنات کی پناہ مانگنا:

زمانہ جاہلیت میں لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ رات کسی جنگل میں آجاتی تو اَعوذُ بعظیمِ هٰذَا الوَادِی مِنَ الجن، وغیرہ الفاظ کہتے، اس عمل سے جنات اپنے آپ کو بہت بڑا اور انسان سے افضل سمجھنے لگے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے اس طریق بد کا خاتمہ ہوا، بندوں کو صرف اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ (الجن: ۶)

ترجمہ: اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات کے کچھ لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے، اس طرح ان لوگوں نے جنات کو اور سر چڑھا دیا تھا۔

## جنات صحابہؓ:

بعض جنات کو شرف صحابیت بھی حاصل ہے، مقامِ نصیبین کے بعض جنات نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست قرآن کریم سننے کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ (الجن: ۱)

ترجمہ: (اے پیغمبر) کہہ دو میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) غور سے سنا اور (اپنی قوم سے جا کر) کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔

## جنات کا انجام:

نیک اور فرمانبردار جن جنت میں جائیں گے، کافر اور نافرمان جن جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ (الجن: ۱۱۔ ۱۵)

ترجمہ: اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ ایسے نہیں ہیں اور ہم مختلف طریقوں پر چلتے آرہے ہیں۔ اور یہ کہ ہم سمجھ چکے ہیں کہ نہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ (کہیں اور) بھاگ کر اسے بے بس کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت کی بات سن لی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ کوئی اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تو اسکو نہ کسی گھاٹے کا اندیشہ ہوگا اور نہ کسی زیادتی کا۔ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ تو مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم میں سے (اب بھی) کچھ ظالم ہیں۔ چنانچہ جو اسلام لا چکے ہیں انہوں نے ہدایت کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔ اور رہے وہ لوگ جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔

## ابلیس لعین:

شیطان بھی درحقیقت جنوں میں سے ہے، کثرت عبادت کے سبب فرشتوں کے ساتھ رہنے لگا، آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون و مردود قرار دیا گیا، قیامت تک اسے لوگوں کو بہکانے اور غلط راہ پر لگانے کی مہلت دی گئی، قیامت کے دن اسے اور اس کے متبعین کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ (الکہف: ۵۰)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو، چنانچہ سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ جنات میں سے تھا، چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، کیا پھر بھی تم میرے بجائے اسے اور اس کی ذریت کو اپنا رکھوالا بناتے ہو، حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں (اللہ تعالیٰ کا) کتنا برا متبادل ہے جو ظالموں کو ملا ہے۔

۞ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ۝۸۵ (ص: ۸۵)

ترجمہ: میں تجھ سے اور ان سب سے جو ان میں سے تیرے پیچھے چلیں گے جہنم کو بھر کر رہوں گا۔

## جنات کا ثبوت:

جنات کا وجود قرآن وحدیث کے قطعی دلائل سے ثابت ہے، لہذا ان کے وجود کو تسلیم کرنا فرض ہے۔ جو شخص جنات کا انکار کرتا ہے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

وَوُجُوْدُ الْجِنِّ وَالشَّيَاطِيْنِ وَالْمَلَائِكَةِ ثَابِتٌ بِالشَّرْعِ وَاَنْكَرَهُ الْفَلَاسِفَةُ

**(تفسیر مظہری: ۱۰/۷۹)**

ترجمہ: جنات، شیاطین اور فرشتوں کا وجود شریعت میں ثابت ہے، فلاسفہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بتلایئے۔

① فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے پیدا کیا، ان کی جسمانی کیفیت کے بارے میں بیان کیجیے۔

② فرشتوں کی تعداد بیان فرمائیں؟

③ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کس کس کام پر مامور فرمائے ہیں؟

④ اگر کوئی شخص فرشتوں کا انکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

⑤ چار مقرب فرشتے کون کون سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا کیا کام سپرد فرمائے ہیں؟

⑥ جنات کے وجود کے بارے میں قرآن وسنت کی کیا تعلیم اور عقیدہ ہے؟

⑦ کیا جنات بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مکلف ہیں؟

⑧ اگر کوئی شخص جنات یا فرشتوں کے وجود کا انکار کرے اور ان کو محض ایک وہم اور خیال قرار دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

⑨ جنات اور فرشتوں میں کیا کیا فرق ہیں؟

⑩ شیاطین کسے کہتے ہیں اور ان کا کیا کام ہے؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں (✓) کے نشان کے ساتھ امتیاز کیجیے اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان کر کے اپنے ایمان کی تازگی کا ثبوت دیجیے۔

① فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں مگر ان سے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو جاتی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................

② فرشتے ہر قسم کی حاجاتِ طبعیہ کھانے، پینے، سونے، تھکنے وغیرہ سے پاک ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................................

③ حضرت جبریل امین علیہ السلام سب سے بڑے فرشتے ہیں مگر ان سے وحی لانے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................................

④ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھنا شرک کہلاتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................................

⑤ فرشتے مرتبے کے اعتبار سے انبیاء سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................................

⑥ فرشتوں کی طرح جنات بھی کھانے پینے اور توالد و تناسل سے پاک ہوتے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................................

⑦ انسانوں کی طرح جنات کے بھی ہر طرح کے گروہ اور فرقے ہیں۔ مسلمان و کافر، نیک اور بد

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................................

⑧ بعض جنات کو مقامِ صحابیت کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................................

⑨ جنات کے انکار کی گنجائش ہے، کیونکہ جنات کا وجود ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................................

⑩ مجموعی لحاظ سے جن انسان سے زیادہ طاقت والا نہیں ہے، البتہ وہ نظر نہیں آتا اور انسانی جسم میں حلول کرسکتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................................

سبق نمبر ⑧

# آسمانی کتابیں

## کون سی کتب پر ایمان لانا ضروری ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے عقائد و اعمال درست اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق رہیں۔ جن کتابوں اور صحیفوں کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے اور "ضروریاتِ دین" میں شامل ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے، ان کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

(البقرة: ٤)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

## آسمانی کتابوں کے نام:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم حضرت محمد ﷺ پر، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ (المائدہ: ٤٦)

ترجمہ: ہم نے اس کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) انجیل عطا کی اس میں ہدایت اور نور تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ (المائدہ: ٤٤)

ترجمہ: بیشک ہم نے تورات نازل کی اس میں ہدایت اور روشنی تھی۔

❁ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ (النساء: ۱۶۳)

ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

## آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تعداد:

اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں اور صحیفے آسمان سے نازل فرمائے، بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد ایک سو چار ہے۔ ان میں سے دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، دس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائے۔ (دیکھیے نبراس ص290)

## قرآن کے علاوہ تمام کتب تحریف شدہ ہیں:

آسمان سے اترنے والی تمام کتابیں اور صحیفے حق اور سچے تھے، بعد میں لوگوں نے ان میں تحریف کی۔ چنانچہ اب سوائے قرآن مجید کے کوئی آسمانی کتاب اپنی اصلی اور صحیح حالت میں موجود نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

(البقرۃ: ۴)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

❁ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ (فصّلت: ۴۱۔۴۲)

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے انکار کیا قرآن کا جب کہ وہ ان کے پاس آچکا تھا حالانکہ وہ بڑی عزت والی کتاب ہے۔ جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے یہ اس ذات کی طرف سے اتاری جارہی ہے جو حکمت کا مالک ہے اور تمام تعریفیں اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔

❁ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۤ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرۃ: ۷۹)

ترجمہ: اپنی طرف سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

❁ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ (البقرۃ: ۷۵)

ترجمہ: اور ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اللہ کا کلام سنتے تھے پھر اس کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد بھی جانتے بوجھتے اس میں تحریف کر ڈالتے تھے۔

## صرف قرآنِ پاک محفوظ ہے:

قرآن مجید تحریف سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا، اس میں تحریف کا قائل ہونا کفر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ (الحجر: ۹)

ترجمہ: بیشک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

## قرآنِ پاک کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل:

ناچیز راقم الحروف کی رائے میں قرآن پاک کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کی سچائی کے بارے میں خبر دینے والی ہستی سرکارِ دوعالم نبی کریم ﷺ ہیں اور روئے زمین پر اولین اور آخرین میں آپ ﷺ کی سچائی دوپہر کے سورج سے بڑھ کر مسلم ہے، ایسی مقدس ترین ہستی، جس کی دیانت اور سچائی کے بارے میں ہر زمان ومکان کے لوگ پہلی کتابیں، انبیاء اور دوست، دشمن سب گواہ ہیں۔ کا خبر دینا قرآن پاک کی حقانیت کی کافی وشافی دلیل ہے۔

## قرآن پاک کی حقانیت پر واضح دلیل:

قرآن پاک نے قیامت تک کے لیے دنیائے انسانیت کو چیلنج کیا کہ اگر یہ کتاب گھڑی ہوئی ہے، آسمانی کتاب نہیں تو تمام جن وبشر مل کر اس جیسی کوئی آیت بنا کر لائیں؟

مگر! حیرت کی بات ہے کہ قرآن کریم کے کھلے چیلنج کے باوجود منکرین اور معاندین (دشمنی رکھنے والے) کو جو ہر طرح قرآن کریم کو مٹانے اور اس کی تعلیمات میں سدِ اسکندری بنانا چاہتے ہیں، آج تک ہمت نہ ہوسکی کہ اس چیلنج کو قبول کرتے اور زمانے کے فصیح وبلیغ لوگوں کو بڑی بڑی مراعات دے کر جمع کرتے تاکہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس جیسی ایک آیت بنا کر قیامت تک کے لیے قرآن کریم کا راستہ بند کردیتے، یوں ان کے دلوں کے ارمان اور حسرتیں پوری ہوجاتیں، اسلام اور اہلِ اسلام کی رسوائی سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں، مگر وائے ناکامی! آج تک کوئی مائی کا لال میدانِ مبارزت میں نہ آسکا میں کہتا ہوں کہ آج بھی مغربی طاقتیں یہود

وہنود و نصاریٰ اور منافقین اسلام اور اہل اسلام کو اپنی ریشہ دوانیوں اور گولہ اور بارود کے ذریعے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔

اربوں ڈالر کا بجٹ ایک بے مقصد آگ میں جھونک رہے ہیں، آئیں، ٹھنڈے دل سے آئیں، تعصب وعناد کی عینک اتار کر، انصاف کا ترازو تھام کر آئیں۔ میڈیا (پرنٹ اور الیکٹرونک) کے عروج کے زمانے میں دنیا کے دانشوروں، صحافیوں، شاعروں اور ادیبوں کو جمع کر کے ایک آیت بنالیں اور دنیائے انسانیت کی کھلی عدالت میں قرآن کی صداقت کو چیلنج کریں۔ یوں دریائے خون میں کودے بغیر ان کا مقصد حاصل ہو جائے گا، اسلام مٹ جائے گا اور قرآن پاک پر ایمان لانے والا کوئی نہیں رہے گا۔

مگر حق یہ ہے اور سچ یہ ہے:

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور قرآن پاک اپنے وجود سے دوپہر کے سورج کی طرح اپنی حقانیت کا ڈنکا بجاتا رہے گا۔

## قرآنِ پاک کی حقانیت کی عقلی دلیل:

ساری دنیا جانتی ہے کہ کوئی خبر اور کتاب اعتبار میں قرآن پاک کے ہم پلہ نہیں ہے اور کیونکر ہو، ابتدائے اسلام سے آج تک ہر قرن میں قرآن کے لاکھوں حافظ موجود رہے، ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اس کا اول سے آخر تک آج تک محفوظ چلا آتا ہے واؤ اور فا، یا اور تا وغیرہ حروف متحد المعانی اور قریب المعانی میں بھی آج تک خلط ملط کا اتفاق نہیں ہوا، نماز میں اگر بوجہ سبقتِ لسانی کسی کے منہ سے اس طرح کی تغییر وتبدیلی ہو جاتی ہے تو اول تو پڑھنے والا خود لوٹاتا ہے اور اگر کسی کو دھیان نہ آیا تو سننے والے متنبہ کر کے پھر لوٹوا دیتے ہیں یہ اہتمام کوئی بتلائے تو سہی کس کے یہاں کس کتاب میں ہے اس کے بعد بھی اس وجہ سے اس کے وقوع میں متامل (متردد) ہونا کہ تواریخ میں اس کا ذکر نہیں اور دوسرے ملک والے اس کے گواہ نہیں، اہلِ عقل وانصاف سے بعید ہے۔ باوجود روایتِ قرآن کے صحیح اور متواتر ہونے کے محض خارجی شبہات کی وجہ سے تردد کرنا ایسا ہی ہے جیسے سورج کے طلوع وغروب کا سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے محض گھڑی، گھنٹوں اور کلینڈروں کی وجہ سے طلوع وغروب میں شک کرنا۔

## قرآن کریم کا باقی کتب کے مقابلے میں درجہ:

① قرآن مجید سب سے آخری آسمانی کتاب ہے اور پہلی تمام آسمانی کتابوں کے لیے ناسخ ہے۔ اور قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں میں سب سے افضل ہے۔

② موجودہ تورات، انجیل اور زبور اصل آسمانی کتابیں نہیں ہیں لہٰذا ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اصل آسمانی کتابیں ہیں، غلط ہے اور کفر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرۃ:۷۹)

ترجمہ: اپنی طرف سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

③ پہلی آسمانی کتابیں اکٹھی نازل ہوئیں اور قرآن مجید ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا تئیس برس میں نازل ہوا۔

④ پہلی آسمانی کتابیں صرف مضمون کے اعتبار سے معجز تھیں اور قرآن مجید مضمون اور الفاظ دونوں کے اعتبار سے معجز ہے، لہٰذا قرآن مجید کی نظیر نہ مضمون کے اعتبار سے پیش کی جا سکتی ہے اور نہ لفظوں کے اعتبار سے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ (البقرۃ:۲۳)

ترجمہ: اور اگر تم کو اس وحی کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔

❁ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ (بنی اسرائیل:۸۸)

ترجمہ: کہہ دیجیے: اگر تمام انسان اور جنات اس قرآن کی مثل لانے کے لیے جمع ہو جائیں تو بھی اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

⑤ پہلی آسمانی کتابوں کا کوئی ایک حافظ بھی موجود نہیں جبکہ قرآن مجید کے لاکھوں حفّاظ موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔

⑥ پہلی آسمانی کتابوں کے احکام یا تو بہت سخت تھے یا بہت نرم، قرآن مجید کے احکام انتہائی معتدل اور ہر قوم اور ہر زمانے کے مناسب ہیں کہ قیامت تک ان پر عمل ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ: اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے وہ طوق اتار دے گا جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ چنانچہ جو لوگ اس نبی پر ایمان لائیں گے اس کی تعظیم کریں گے اس کی مدد کریں گے اور اس کے ساتھ جو نور اتارا گیا اس کے پیچھے چلیں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

⑦ پہلی آسمانی کتابیں نازل ہی ایک مقررہ زمانے تک کے لیے ہوئیں تھیں، اور قرآن مجید قیامت تک کے لیے نازل ہوا ہے، لہٰذا وہ باقی نہ رہیں اور قرآن مجید قیامت تک باقی رہے گا۔

⑧ پہلی آسمانی کتابوں کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا تھا جبکہ قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے، اس لیے وہ ختم ہوگئیں اور قرآن مجید باقی ہے اور باقی رہے گا۔

(إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ) يَعْنِي الْقُرْآنَ. (وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) مِنْ أَنْ يُزَادَ فِيهِ أَوْ يُنْقَصَ مِنْهُ. قَالَ قَتَادَةُ وَثَابِتُ الْبُنَانِي: حَفِظَهُ اللهُ مِنْ أَنْ تَزِيْدَ فِيهِ الشَّيَاطِيْنُ بَاطِلاً أَوْ تُنْقِصَ مِنْهُ حَقًّا، فَتَوَلّٰى سُبْحَانَهُ حِفْظَهُ فَلَمْ يَزَلْ مَحْفُوظًا. (احکام القرآن للقرطبی: ۱۰/۵)

ترجمہ: بیشک ہم نے ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اس بات سے کہ اس میں کوئی کمی یا زیادتی کی جائے۔ حضرت قتادہؒ اور ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں: اللہ نے قرآن کو محفوظ فرما دیا ہے اس بات سے کہ شیاطین اس میں کوئی ناحق بات داخل کرسکیں یا کوئی حق بات اس سے کم کرسکیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کی ذمہ داری لے لی ہے اس لیے یہ ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

## الفاظِ قرآنی کے ساتھ معانی اور تفسیر بھی محفوظ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا، بلکہ اس کے معانی اور تفسیر کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا ہے، لہٰذا قرآن کریم اپنے الفاظ و معانی کے ساتھ باقی رہے گا۔

{إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ} وَهُوَ الْقُرْآنُ، {وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ} قَالَ: " وَإِنَّا لِلْقُرْآنِ لَحَافِظُونَ

مِنْ أَنْ يُزَادَ فِيهِ بَاطِلٌ مَا لَيْسَ مِنْهُ، أَوْ يَنْقُصَ مِنْهُ مَا هُوَ مِنْهُ مِنْ أَحْكَامِهِ وَحُدُودِهِ وَفَرَائِضِهِ۔ (تفسیر طبری: ۱۴/ ۱۲)

ترجمہ: بیشک ہم نے ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ فرمایا: اور ہم قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں اس بات سے کہ اس میں کوئی ایسی باطل چیز داخل کردی جائے جو اس میں سے نہیں ہے، یا اس کے احکام، حدود اور فرائض میں سے کچھ کم کر دیا جائے۔

## قرآن مجید کے مختلف نام:

قرآن مجید کے بہت سے نام ہیں جو قرآن کریم میں ذکر کیے گئے ہیں، مثلاً قرآن مجید، قرآن حکیم، قرآن کریم، قرآن مبین، قرآن عربی، فرقان، برھان، نور مبین، شفاء، رحمت، ہدایت، تذکرہ اور ذکر وغیرہ۔

## قرآن مجید عربی میں:

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور الفاظ و معانی دونوں کا نام ہے لہٰذا غیر عربی میں اس کی تلاوت کرنا، یا غیر عربی میں نماز میں پڑھنا یا عربی متن کے بغیر کسی دوسری زبان میں اس کا ترجمہ لکھنا ناجائز ہے۔

وَقَالَ لَو قَرَأَ بِغَيرِ العَرَبِيَةِ فَإِمَّا اَن يَكُونَ مَجنُوناً فَيُدَاوى أَوزِندِيقاً فَيُقتَل لأَنَّ الله تَكَلَّمَ بِهٰذِهِ اللُّغَةِ۔ (شرح فقہ اکبر: ۱۵۲)

ترجمہ: فرمایا کہ اگر غیر عربی میں قرآن پڑھا، تو اگر پڑھنے والا مجنون ہے تو اس کا علاج کروایا جائے اور اگر زندیق ہے تو قتل کر دیا جائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی زبان میں اس کا تکلم فرمایا ہے۔

## قرآن مجید کلام اللہ ہے:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کی طرح قدیم، غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔

اَلْقُرْآنُ الْعَظِيمُ كَلَامُ اللهِ الْقَدِيمُ۔ (شرح عقیدہ سفارینیہ: ۱/ ۱۷۷)

ترجمہ: قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور قدیم ہے۔

وقد قال الامام الاعظم فی کتابه الوصية: نقر بأن القرآن كلام الله تعالىٰ ووحيه

وتنزیله وصفته لا هو ولا غیره بل هو صفته علی التحقیق مکتوب فی المصاحف مقروء بالألسن محفوظ فی الصدور غیر حال فیها.....وکلام الله سبحانه وتعالیٰ غیر مخلوق ..... فمن قال بأن کلام الله تعالیٰ مخلوق فهو کافر بالله العظیم۔ (شرح فقہ اکبر: ۲۶)

ترجمہ: امام اعظمؒ نے اپنی کتاب الوصیۃ میں فرمایا: ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام، اور اس کی وحی اور اس کا نازل کردہ اور اس کی صفت ہے، نہ قرآن خود خدا ہے اور نہ اس کا غیر ہے بلکہ اس کی صفت ہے، لکھا ہوا ہے مصاحف میں، زبان کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، سینوں میں محفوظ ہے ان میں حلول کیا ہوا نہیں ہے.....اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں ہے.....لہٰذا جو شخص کلام اللہ کے مخلوق ہونے کا قائل ہو تو وہ اللہ بزرگ و برتر کا منکر ہے۔

## قرآن مجید کا رتبہ:

❁ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب اگرچہ ترتیبِ نزولی کے مطابق نہیں مگر یہ موجودہ ترتیب حضور اکرم ﷺ کے فرمان اور حکم کے عین مطابق ہے۔

❁ قرآن مجید زمانِ نزول سے لے کر اب تک بطریقِ تواتر منقول ہے اور قیامت تک اسی نقلِ تواتر کے ساتھ موجود رہے گا۔

❁ قرآن مجید حضور اکرم ﷺ کا سب معجزات سے بڑا، عظیم الشان اور دائمی معجزہ اور مذہبِ اسلام کی حقانیت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بتلایئے۔

① کیا آسمانی کتابوں پر ایمان لانا لازم ہے؟

② سابقہ آسمانی کتب اور قرآن مجید میں کیا فرق ہے، کل پانچ فرق بیان فرمائیں؟

③ قرآن مجید کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اس میں تبدیلی ہوئی یا ہو سکتی ہے کیسا ہے؟

④ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ذکر فرمائیں؟

⑤ اللہ تعالیٰ نے کل کتنی کتب اور صحیفے نازل فرمائے؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں (✓) نشان کے ساتھ امتیاز کیجیئے اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح بیان فرمائیں۔

① انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح آسمانی کتب پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں شامل ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................

② قرآن مجید کے ہوتے ہوئے باقی آسمانی کتب کی تعلیمات پر بھی عمل ہو سکتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................

③ قرآن مجید کی طرح باقی کتب تورات، زبور، اور انجیل بھی محفوظ ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................

④ قرآن پاک کے مطالب اور معانی میں ضروریاتِ زمانہ کے مطابق تبدیلی ہوسکتی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................

⑤ بغیر عربی کے خالی ترجمہ قرآن کریم لکھنا جائز ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................

⑥ قرآن پاک باقی آسمانی کتب کی طرح یکبارگی نازل ہوا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................

⑦ کسی بھی آسمانی کتاب کا انکار کرنے سے قرآن پاک پر ایمان بھی ختم ہوجاتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................

⑧ قرآن پاک میں بیان کردہ حقائق کو تسلیم کرنا مگر اس کی تفسیر اور تشریح اجماع امت سے ہٹ کر اپنی مرضی سے کرنا کفر، زندقہ اور الحاد ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................

⑨ مسلمان ہونے کے لئے پورے قران پر ایمان لانا ضروری ہے اور جب تک پورے قرآن کا انکار نہ کرے اس پر کفر ثابت نہیں ہوتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................

⑩ اہل مغرب کے دستور اور قوانین کو عصر حاضر میں قرآنی تعلیمات اور دستور سے بہتر سمجھنا روشن خیالی اور وسعت ظرفی کی رو سے صحیح ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

**سوال نمبر ③** صحیح اور غلط میں امتیاز کریں اور اپنی ایمانی تازگی کا ثبوت دیں۔

① مسلمان ہونے کے لئے درج ذیل امور پر ایمان لانا لازم ہے۔

☐ فرشتے ☐ آسمانی کتب

☐ روشن خیالی ☐ تمام ضروریات دین

☐ اہل حکومت کی ہر سیاہ، سفید میں فرمانبرداری

② ہر قسم کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے۔

☐ تورات ☐ قرآن مجید کے صرف الفاظ

☐ انجیل (بائبل) ☐ قرآن مجید کے صرف معانی اور تفسیر

☐ تمام احادیث مبارکہ ☐ اقوال بزرگان

☐ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں

③ بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

☐ مکمل قرآن پاک کا انکار کرنے سے

☐ کسی ایک بھی آیت کا انکار کرنے سے

☐ قرآن پاک کو بطور دستور نافذ نہ کرنے سے

☐ جب تک تمام آسمانی کتب کا اکٹھا انکار نہ کرے

☐ قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونے سے

☐ قرآن پاک سے کسی بھی قانون اور دستور کو افضل اور اعلیٰ سمجھنے سے

④ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح قدیم ہیں۔

☐ احادیث مبارکہ ☐ قرآن پاک

☐ اس کی تمام صفات ☐ فرشتے اور جنات ☐ انبیاء علیہم السلام

⑤ درج ذیل امور کی توہین کرنے یا مذاق اڑانے سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

☐ قرآن پاک کی کسی آیت اور تعلیم

☐ کسی نیک، صالح شخص کی وضع قطع،

☐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی بھی سنت

☐ اذان، نماز، مسجد اور تمام شعائر اسلام

☐ کسی آستانے اور مزار کا

سبق نمبر ⑨

# قیامت اور علاماتِ قیامت

## قیامت کا منظر:

قیامت صورِ اسرافیل کی اس خوفناک چیخ کا نام ہے جس سے پوری کائنات زلزلہ میں آجائے گی، اس ہمہ گیر زلزلہ کے ابتدائی جھٹکوں ہی سے دہشت زدہ ہوکر دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پلاتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہوجائیں گے، اس چیخ اور زلزلہ کی شدت دم بدم بڑھتی جائے گی جس سے تمام انسان اور جانور مرنے شروع ہوجائیں گے یہاں تک کہ زمین و آسمان میں کوئی جاندار زندہ نہ بچے گا، زمین پھٹ پڑے گی، پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھریں گے، ستارے اور سیارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے، آفتاب کی روشنی فنا اور پورا عالم تیرہ و تار ہوجائے گا، آسمانوں کے پرخچے اڑ جائیں گے اور پوری کائنات موت کی آغوش میں چلی جائے گی۔

اس عظیم دن کی خبر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو دیتے چلے آئے تھے مگر رسولِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ نے آکر یہ بتایا کہ قیامت قریب آپہنچی اور میں اس دنیا میں اللہ کا آخری رسول ہوں، قرآن حکیم نے بھی یہ اعلان کیا کہ:

۞ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① (القمر: ۱)

ترجمہ: قیامت قریب آپہنچی اور چاند شق ہوگیا

اور یہ کہہ کر لوگوں کو چونکایا:

۞ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ⑱ (محمد: ۱۸)

ترجمہ: سو کیا یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آپڑے؟ سو یاد رکھو کہ اس کی (متعدد)

علامتیں آ چکی ہیں، سو جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔

## قیامت کا وقت:

لیکن قیامت کب آئے گی اس کی ٹھیک ٹھیک تاریخ تو کجا، سال اور صدی تک اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، یہ ایسا راز ہے جو خالقِ کائنات نے کسی فرشتے یا نبی کو بھی نہیں بتایا، جبرائیلِ امین نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو ان کو بھی یہی جواب ملا کہ:

مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ

ترجمہ: جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا

قرآن حکیم نے بھی بتایا کہ قیامت کے مقررہ وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

## نفخہ اُولیٰ اور نفخہ ثانیہ:

حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت برپا ہونے کے چالیس سال بعد دوبارہ صور پھونکیں گے۔ اس سے سب زندہ ہو جائیں گے، قبروں میں پڑے ہوئے قبروں سے نکل کر میدان محشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے، پہلے صور پھونکنے کا نام نفخہ اولیٰ یا نفخہِ اماتت ہے اور دوسرے صور پھونکنے کا نام نفخہ ثانیہ یا نفخہ احیاء ہے، اس سے دوبارہ زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔

## قیامت کا مقصد:

قیامت کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے رہے ہوں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو انہوں نے اپنایا ہوگا، ان کو انعام سے نوازا جائے اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے انحراف کرنے والوں کو سزا دی جائے، ظالم سے انتقام لیا جائے اور مظلوم کی دادرسی کی جائے، دنیا میں جن لوگوں پر ظلم ہوا اور انہیں انصاف نہیں مل سکا، انہیں انصاف فراہم کیا جائے، ہر حق والے کو اس کا حق دیا جائے اور ہر ظالم کو ظلم کا بدلہ دیا جائے۔

نفخہ اولیٰ سے لے کر جنت اور جہنم میں داخل ہونے تک کے سارے زمانے کو "قیامت" کہا جاتا ہے۔

## علاماتِ قیامت کی اہمیت:

البتہ قیامت کی علامات انبیاء سابقین علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی امتوں کو بتلائی تھیں اور رسولِ کریم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس کی علامات سب سے زیادہ تفصیل سے ارشاد فرمائیں، تاکہ لوگ یومِ آخرت کی تیاری کریں، اعمال کی اصلاح کرلیں اور نفسانی خواہشات ولذات میں انہماک سے باز آجائیں، آپ ﷺ صحابہ کرام کو انفراداً اور اجتماعاً کبھی اختصار اور کبھی تفصیل سے ان علامات کی تعلیم فرماتے رہے، آپ ﷺ نے ان کی تبلیغ کا کتنا اہتمام فرمایا اس کا کچھ اندازہ صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوگا:

## حدیث سے دلیل:

وعن أَبي زيد عمرِو بن أَخْطَبَ الأنصاريِّ - رضی الله عنه - قَالَ: صلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - الْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا. (رواه مسلم)

ترجمہ: ابوزیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر ہمارے سامنے خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا، پس آپ ﷺ نے اتر کر نماز پڑھی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا، پھر آپ ﷺ نے اتر کر نماز پڑھی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا، پس آپ ﷺ نے ہمیں (اس خطبہ میں) ان (اہم) واقعات کی خبر دی جو ہوچکے اور آئندہ ہونے والے ہیں، پس ہم میں سے جس کا حافظہ زیادہ قوی تھا وہی (ان واقعات کو) زیادہ جاننے والا ہے۔

## علاماتِ قیامت کی تین قسمیں:

قرآن حکیم میں جو علاماتِ قیامت ارشاد فرمائی گئیں وہ زیادہ تر ایسی علامات ہیں جو بالکل قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گی، اور آنحضرت ﷺ نے احادیث میں قریب اور دور کی چھوٹی بڑی ہر قسم کی علامات بیان فرمائیں۔ علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجیؒ نے اپنی کتاب "الاشاعۃ لاشراط الساعۃ" میں علاماتِ قیامت کی تین قسمیں بیان کی ہیں: ① علاماتِ بعیدہ ② علاماتِ متوسطہ جن کو علاماتِ صغریٰ بھی کہا جاتا ہے ③ علاماتِ قریبہ، جن کو علاماتِ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

## قسمِ اوّل (علاماتِ بعیدہ):

علاماتِ بعیدہ وہ ہیں جن کا ظہور کافی پہلے ہو چکا ہے، ان کو بعیدہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے اور قیامت کے درمیان نسبتاً زیادہ فاصلہ ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کی بعثت، شق القمر کا واقعہ، رسول اللہ ﷺ کی وفات، خلافت کا ہونا، حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا، جنگِ صفین، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح ہونا، یہ سب واقعات از روئے قرآن وحدیث علاماتِ قیامت میں سے ہیں اور ظاہر ہو چکے ہیں۔

### فتنۂ تاتار:

انہی علامات میں سے فتنۂ تاتار ہے، جس کی پیشگی خبر احادیثِ صحیحہ میں دی گئی تھی، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ نے یہ روایات ذکر کی ہیں، بخاری میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

### حدیث سے دلیل:

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْأَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوهِ ذُلْفَ الْأُنُوفِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ تم ترکوں سے جنگ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ اور ناکیں چھوٹی اور چپٹی ہوں گی، ان کے چہرے (گولائی اور موٹائی میں) ایسی ڈھال کی مانند ہوں گے جس پر تہ بہ تہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو، اور قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ تم ایک ایسی قوم سے جنگ کر لو جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔

شارح مسلم علامہ نوویؒ نے وہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کیونکہ ان کی ولادت ۶۳۱ھ میں اور وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی، وہ انہی احادیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

یہ سب پیشین گوئیاں رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہیں، کیونکہ ان ترکوں سے جنگ ہو کر رہی، وہ سب صفات ان میں موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھیں، آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ، ناکیں چھوٹی اور چپٹی، چہرے عریض، ان کے چہرے ایسی ڈھال کی طرح ہیں جن پر تہ بہ تہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو، بالوں کے جوتے

پہنتے ہیں، غرض یہ ان تمام صفات کے ساتھ ہمارے زمانے میں موجود ہیں، مسلمانوں نے ان سے بارہا جنگ کی ہے اور اب بھی ان سے جنگ جاری ہے ہم خدائے کریم سے دعا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے حق میں بہرحال انجام بہتر کرے ان کے معاملہ میں بھی اور دوسروں کے معاملہ میں بھی، اور مسلمانوں پر اپنا لطف وحمایت ہمیشہ برقرار رکھے، اور رحمت نازل فرمائے اپنے رسول ﷺ پر جو اپنے خواہشِ نفس سے نہیں بولتے بلکہ جو کچھ بولتے ہے وہ وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

## نارُ الحجاز (حجاز کی آگ):

قیامت کی انہی علامات میں سے ایک حجاز کی وہ عظیم آگ ہے جس کی پیشگی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی، بخاری اور مسلم نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

## حدیث سے دلیل:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، تُضِيْءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرٰى۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ سرزمینِ حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن کردے گی۔

اور فتح الباری میں یہ روایت بھی ہے جس میں مزید تفصیل ہے:

عن عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ يَرْفَعُه لَا تَقُوْمُ السَّاعَةِ حَتّٰى يَسِيْلَ وَادٍ مِنْ اَوْدِيَةِ الْحِجَازِ بِالنَّارِ تُضِيْءُ لَه أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرٰى۔ (فتح الباری: ۱۳/ ۶۸)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ حجاز کی وادیوں میں سے ایک وادی ایسی آگ سے بہہ پڑے گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوجائیں گی۔

بصریٰ مدینہ طیبہ اور دمشق کے درمیان شام کا مشہور شہر ہے جو دمشق سے تین مرحلہ (تقریباً ۴۸ میل) پر واقع ہے۔

یہ عظیم آگ بھی فتنۂ تاتار سے تقریباً ایک سال پہلے مدینہ طیبہ کے نواح میں انہی صفات کے ساتھ ظاہر

ہو چکی ہے جو ان احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ آگ جمعہ ۶ جمادی الثانیۃ ۶۵۴ھ کو نکلی اور بحرِ ذخار کی طرح میلوں میں پھیل گئی جو پہاڑ اس کی زد میں آ گئے انہیں راکھ کا ڈھیر بنا دیا، اتوار ۲۷ رجب (۵۲ دن) تک مسلسل بھڑکتی رہی اور پوری طرح ٹھنڈی ہونے میں تقریباً تین ماہ لگے، اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ، ینبوع، تیاء حتیٰ کہ حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق بصریٰ جیسے دور دراز مقام پر بھی دیکھی گئی، اس کی خبر تواتر کے ساتھ پورے عالمِ اسلام میں پھیل گئی تھی چنانچہ اس زمانہ کے محدثین و مؤرخین نے اپنی تصانیف میں اور شعراء نے اپنے کلام میں اس کا بہت تفصیل سے تذکرہ کیا ہے، صحیح مسلم کے مشہور شارح علامہ نوویؒ جو اسی زمانہ کے بزرگ ہیں وہ مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

حدیث میں جس آگ کی خبر دی گئی ہے یہ علاماتِ قیامت میں سے ایک مستقل علامت ہے اور ہمارے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں ایک آگ ۶۵۴ھ میں نکلی ہے جو بہت عظیم آگ تھی، مدینہ طیبہ میں مشرقی سمت میں حرّہ کے پیچھے نکلی ہے، تمام اہلِ شام اور سب شہروں میں اس کا علم بدرجۂ تواتر پہنچ چکا ہے اور خود مجھے مدینہ کے ان لوگوں نے خبر دی ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے۔

مشہور مفسر علامہ محمد بن احمد قرطبیؒ بھی اسی زمانہ کے بلند پایا عالم ہیں انہوں نے اپنی کتاب "التذکرہ بامورالآخرۃ" میں اس آگ کی مزید تفصیلات بیان کی ہیں، بخاری اور مسلم کی اسی حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

حجاز میں مدینہ طیبہ میں ایک آگ نکلی ہے، اس کی ابتداء زبردست زلزلہ سے ہوئی جو بدھ ۳ جمادی الثانیۃ ۶۵۴ھ کی رات میں عشاء کے بعد آیا اور جمعہ کے دن چاشت کے وقت تک جاری رہ کر ختم ہو گیا، اور آگ قریظہ کے مقام پر حرّہ کے پاس نمودار ہوئی جو ایسے عظیم شہر کی صورت میں نظر آ رہی تھی جس کے گرد فصیل بنی ہوئی ہو اور اس پر کنگرے، برج اور مینارے بنے ہوئے ہوں، کچھ ایسے لوگ بھی دکھائی دیتے تھے جو اسے ہانک رہے تھے، جس پہاڑ پر گذرتی تھی اسے ڈھا دیتی اور پگھلا دیتی تھی، اس مجموعہ میں سے ایک حصہ سرخ اور نیلا نہر کی سی شکل میں نکلتا تھا جس میں بادل کی سی گرج تھی، وہ سامنے کی چٹانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا اور عراقی مسافرین کے اڈے تک پہنچ جاتا تھا، اس کی وجہ سے راکھ ایک بڑے پہاڑ کی مانند جمع ہو گئی، پھر آگ مدینہ کے قریب تک پہنچ گئی، مگر اس کے باوجود مدینہ میں ٹھنڈی ہوا آتی رہی، اس آگ میں سمندر کے سے جوش وخروش کا مشاہدہ کیا گیا، میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ میں نے اس آگ کو پانچ یوم کی مسافت سے فضاء میں بلند ہوتا ہوا دیکھا، اور میں نے سنا ہے کہ وہ مکہ اور بصریٰ کے پہاڑوں سے بھی دیکھی گئی ہے۔ علامہ قرطبیؒ

آگے فرماتے ہیں کہ: یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے۔

اسی زمانہ کے ایک اور بزرگ علامہ قطب الدین القسطلانیؒ ہیں جو عین اس وقت کہ جب آگ لگی ہوئی تھی مکہ مکرمہ میں موجود تھے، انہوں نے اس آگ کی تحقیق میں بڑی کاوش سے کام لیا حتیٰ کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا، جس میں عینی گواہان کے بیانات قلم بند کیے ہیں، انہوں نے یہ عجیب واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ:

مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا ہے جس پر میں اعتماد کرتا ہوں کہ اس نے حرّہ کے پتھروں میں سے ایک بہت بڑا پتھر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس کا بعض حصہ حرمِ مدینہ کی حد سے باہر تھا آگ اس کے صرف اس حصہ میں لگی جو حدِ حرم سے خارج تھا اور جب پتھر کے اس حصہ پر پہنچی جو حدِ حرم میں داخل تھا تو بجھ گئی اور ٹھنڈی ہوگئی۔ یہ آنحضرت ﷺ کا ایک اور معجزہ ہے کہ اتنی بڑی آگ حرمِ مدینہ میں داخل نہ ہوسکی حتیٰ کہ ایک ہی پتھر کا جو حصہ حرم سے باہر تھا اسے آگ نے جلادیا اور جو حصہ اندر تھا وہاں پہنچ کر آگ خود ٹھنڈی ہوگئی۔

اسی زمانہ کے ایک بزرگ قاضی القضاۃ صدرالدین حنفی ہیں جو دمشق میں حاکم رہے ہیں ان کی ولادت ۶۴۲ھ میں ہوئی قاضی القضاۃ ہونے سے پہلے یہ بصریٰ میں ایک مدرسہ کے مدرس تھے اور آگ کے واقعہ کے وقت بھی بصریٰ میں تھے انہوں نے مشہور مفسّر ومؤرخ حافظ ابن کثیرؒ کو خود بتایا کہ:

جن دنوں یہ آگ نکلی ہوئی تھی میں نے بصریٰ میں ایک دیہاتی کو خود سنا جو میرے والد کو بتارہا تھا کہ ہم لوگوں نے اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں دیکھی ہیں۔ (بحوالہ علاماتِ قیامت ونزولِ مسیح)

## قسمِ دوم (علامت متوسطہ):

قیامت کی علاماتِ متوسطہ وہ ہیں جو ظاہر تو ہوگئی ہیں مگر ابھی انتہاء کو نہیں پہنچیں، ان میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے اور ہوتا جائے گا یہاں تک کہ تیسری قسم کی علامات ظاہر ہونے لگیں گی، علاماتِ متوسطہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔

مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والے کی حالت اس شخص کی طرح ہوگی جس نے انگارے کو اپنی مٹھی میں پکڑ رکھا ہو، دنیاوی اعتبار سے سب سے زیادہ نصیبہ ور وہ شخص ہوگا جو خود بھی کمینہ ہو اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو، لیڈر بہت اور امانت دار کم ہوں گے، قبیلوں اور قوموں کے لیڈر منافق، رذیل ترین اور فاسق ہوں گے، بازاروں کے رئیس فاجر ہوں گے، پولیس کی کثرت ہوگی جو ظالموں کی پشت پناہی کرے گی، بڑے عہدے نااہلوں کو ملیں گے، لڑکے حکومت کرنے لگیں گے، تجارت بہت پھیل

جائے گی، یہاں تک کہ تجارت میں عورت اپنے شوہر کا ہاتھ بٹائے گی، مگر کساد بازاری ایسی ہوگی کہ نفع حاصل نہ ہوگا، ناپ تول میں کمی کی جائے گی، لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا، مگر تعلیم محض دنیا کے لیے حاصل کی جائے گی، قرآن کریم کو گانے باجے کا آلہ بنا لیا جائے گا، ریاء شہرت اور مالی منفعت کے لیے گا گا کر قرآن کریم پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور فقہاء کی قلت ہوگی، علماء کو قتل کیا جائے گا، اور ان پر ایسا سخت وقت آئے گا کہ وہ سرخ سونے سے زیادہ اپنی موت کو پسند کریں گے، اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔

امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا، اچھائی کو برا اور برائی کو اچھا سمجھا جائے گا، اجنبی لوگوں سے حسنِ سلوک کیا جائے گا اور رشتہ داروں کے حقوق پامال کیے جائیں گے، بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی، مسجدوں میں شور وشغب اور دنیا کی باتیں ہوں گی، سلام صرف جان پہچان کے لوگوں کو کیا جائے گا (حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہیے، خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو)، طلاقوں کی کثرت ہوگی، نیک لوگ چھپتے پھریں گے اور کمینے لوگوں کا دور دورہ ہوگا، لوگ فخر اور ریاء کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔ شراب کا نام نبیذ، سود کا نام بیع اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائے گا۔ سود، جوا، گانے باجے کے آلات، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی، بے حیائی اور حرامی اولاد کی کثرت ہوگی، لوگ موٹی موٹی گدّیوں پر سواری کر کے مسجدوں کے دروازوں تک آئیں گے، ان کی عورتیں کپڑے پہنتی ہوں گی مگر (لباس باریک اور چست ہونے کے باعث) وہ ننگی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، لچک لچک کر چلیں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ یہ لوگ نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے، مؤمن آدمی ان کے نزدیک باندی سے بھی زیادہ رذیل ہوگا، مومن ان برائیوں کو دیکھے گا مگر انہیں روک نہ سکے گا، جس کے باعث اس کا دل اندر ہی اندر گھلتا رہے گا۔

علاماتِ متوسطہ میں اور بھی بہت سی علامات ہیں ان سب کی خبر رسول اللہ ﷺ نے ایسے دور میں دی تھی جب کہ ان کا تصور بھی مشکل تھا، مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے ان سب کا مشاہدہ کر رہے ہیں، کوئی علامت اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے اور کوئی ابتدائی مراحل سے گذر رہی ہے، جب یہ سب علامات اپنی انتہاء کو پہنچیں گی تو قیامت کی بڑی بڑی اور قریبی علامات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اللہ عزّوجلّ ہمیں ہر فتنہ کے شر سے محفوظ رکھے اور سلامتی ایمان کے ساتھ قبر تک پہنچا دے۔ آمین۔

## ظہورِ مہدی علیہ السلام:

قیامت کی علامات کبریٰ میں سب سے پہلی علامت حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے، احادیث مبارکہ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ذکر بڑی تفصیل سے آیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام، حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔ نام محمد، والد کا نام عبداللہ ہوگا، آنحضرت ﷺ سے بہت مشابہت ہوگی، پیشانی کھلی اور ناک بلند ہوگی، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، پہلے ان کی حکومت عرب میں ہوگی پھر ساری دنیا میں پھیل جائے گی، سات سال تک حکومت کریں گے۔

مہدی عربی زبان میں ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں، ہر صحیح الاعتقاد اور باعمل عالم دین کو مہدی کہا جاسکتا ہے بلکہ ہر راسخ العقیدہ نیک مسلمان کو بھی مہدی کہا جاسکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی ہادی اور مہدی ہونے کی دعا دی ہے، اس سے بھی یہی لغوی معنی مراد ہے۔

یہاں مہدی سے مراد وہ خاص شخص ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ امام مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے، آخری زمانہ میں جب مسلمان ہر طرف سے مغلوب ہوجائیں گے، مسلسل جنگیں ہوں گی، شام میں بھی عیسائیوں کی حکومت قائم ہوجائے گی، ہر جگہ کفار کے مظالم بڑھ جائیں گے، عرب میں بھی مسلمانوں کی باقاعدہ پر شوکت حکومت نہیں رہے گی، خیبر کے قریب تک عیسائی پہنچ جائیں گے اور اس جگہ تک ان کی حکومت ہوجائے گی، بچے کچے مسلمان مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے، اس وقت حضرت امام مہدی علیہ السلام مدینہ منورہ میں ہوں گے، لوگوں کے دلوں میں یہ داعیہ پیدا ہوگا کہ اب امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کرنا چاہئے، ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو امام بنالینا چاہئے۔ اس زمانے کے نیک لوگ، اولیاء اللہ اور ابدال سب ہی امام مہدیؑ کی تلاش میں ہوں گے۔ بعض جھوٹے مہدی بھی پیدا ہوں گے، امام اس ڈر سے کہ لوگ انہیں حاکم اور امام نہ بنالیں مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ آجائیں گے، اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہوں گے، حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہوں گے کہ پہچان لئے جائیں گے، اور لوگ ان کو گھیر کر ان سے حاکم اور امام ہونے کی بیعت کرلیں گے، اسی بیعت کے دوران ایک آواز آسمان سے آئے گی جس کو تمام وہ لوگ جو وہاں موجود ہوں گے سنیں گے، وہ آواز یہ ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور حاکم بنائے ہوئے امام مہدیؑ ہیں۔

جب آپ کی بیعت کی شہرت ہوگی تو مدینہ منورہ کی فوجیں مکہ مکرمہ میں جمع ہوجائیں گی، شام، عراق، اور یمن کے اہل اللہ اور ابدال سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور بیعت کریں گے۔

ایک فوج حضرت امام مہدیؓ سے لڑنے کے لئے آئے گی، جب وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے نیچے ٹھہرے گی تو سوائے دو آدمیوں کے سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے۔ امام مہدی علیہ السلام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کریں گے، پھر ملکِ شام روانہ ہوں گے، دمشق پہنچ کر عیسائیوں سے ایک خونریز جنگ ہوگی جس میں بہت سے مسلمان شہید ہو جائیں گے، بالآخر مسلمانوں کو فتح ہوگی، امام مہدیؓ ملک کا انتظام سنبھال کر قسطنطنیہ فتح کرنے کے لئے عازم سفر ہوں گے۔

قسطنطنیہ فتح کر کے امام مہدیؓ کے ملکِ شام پہنچنے کے کچھ ہی عرصہ بعد دجال نکل پڑے گا۔ دجال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور گھومتا گھماتا دمشق کے قریب پہنچ جائے گا۔ عصر کی نماز کے وقت لوگ نماز کی تیاری میں مصروف ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے ہوئے نظر آئیں گے۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا، بالآخر بابِ لد (موجود نام نہاد اسرائیل کا ایئرپورٹ) پر پہنچ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا کام تمام کر دیں گے اس وقت روئے زمین پر کوئی کافر نہیں رہے گا سب مسلمان ہوں گے، حضرت مہدی علیہ السلام کی عمر پینتالیس، اڑتالیس یا انچاس برس ہوگی کہ آپ کا انتقال ہو جائے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے، بیت المقدس میں انتقال ہوگا اور وہیں دفن ہوں گے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** زبانی مگر مختصر الفاظ میں بیان فرمائیں۔

① قیامت کا مقصد بیان فرمائیں۔

② حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے کے بعد کے احوال ذکر فرمائیں۔

③ علاماتِ قیامت کی کتنی قسمیں ہیں، ہر قسم کی قدرے وضاحت فرمائیں؟

④ قیامت کب برپا ہوگی، دن تاریخ اور حتمی وقت بیان فرمائیں؟

⑤ قیامت کی علاماتِ بعیدہ کون کون سی ہیں؟

⑥ قیامت کی کون کون سی علامات ظاہر ہو چکی ہیں؟

⑦ سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ کس پیغمبر نے علامات بیان فرمائی ہیں؟

⑧ کوئی سی پانچ علاماتِ قیامت ایسی ذکر فرمائیں جن کا آپ نے کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا ہو؟

⑨ کیا عقلِ انسانی کی رو سے قیامت برپا ہونے کا امکان ہے؟

⑩ ناچ گانے، اسلافِ امت (پرانے اکابرین)، عہدوں پر تسلط، دعویٔ نبوت، اور دین پر عمل کے حوالہ سے کیا علامات بیان فرمائی گئی ہیں؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں (✓) کے نشان کے ساتھ امتیاز کیجیے۔ صحیح/غلط

① قیامت کی تمام قسم کی علامات کا ظاہر ہونا باقی ہے۔ ☐ ☐

② فتنۂ تاتار کی پیش گوئی احادیث میں دے دی گئی تھی، جو من وعن آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق ظاہر ہو چکا ہے۔ ☐ ☐

③ چاند کے دو ٹکڑے ہونا آپ ﷺ کا معجزہ بھی ہے اور علامتِ قیامت بھی۔ ☐ ☐

④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں حجاز میں آگ ظاہر ہوگی جس کی روشنی بصریٰ (دمشق کے قریب مقام) تک پہنچے گی۔ ☐ ☐

⑤ خواتین کا باریک اور چست لباس پہننا قربِ قیامت کی علامت ہے۔ ☐ ☐

⑥ علاماتِ قیامت پر ایمان لانا اور ان کو تسلیم کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ ☐ ☐

⑦ مدینہ طیبہ میں لگنے والی آگ نے حرم اور حرم سے باہر پہاڑوں کو جلا کر خاکستر بنا دیا۔

☐ ☐

⑧ اللہ تعالیٰ نے آخری رسول ﷺ کو قیامت کا حتمی علم عطا فرمایا تھا۔ ☐ ☐

⑨ قیامت کے برپا ہونے کو سو فیصد دل سے ماننا ایمان کے لیے شرط ہے، اس میں ادنیٰ سے شک سے بھی بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ☐ ☐

## سوال نمبر ③ صحیح جگہ (✓) کا نشان لگائیں۔

① آنحضرت ﷺ اپنی احادیث میں خبر دے چکے ہیں۔

☐ قیامت کے متعین وقت کی ☐ علاماتِ قیامت کی

☐ تمام غیب کی باتوں کی

② آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق ظاہر ہو چکی ہیں۔

☐ علاماتِ قریبہ ☐ علاماتِ متوسطہ ☐ علاماتِ بعیدہ

③ قیامت کی وہ علامتیں جو ظاہر ہو چکی ہیں۔

☐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ☐ حضرت مہدیؓ کا ظہور

☐ تاتاریوں سے جنگ ☐ قسطنطیہ کی فتح

☐ صحابہ کرامؓ، ائمۂ دین اور بزرگانِ دین کو برا بھلا کہنا

④ کثرت سے درج ذیل باتوں کا ظاہر ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے۔

☐ شراب پینا ☐ انواع واقسام کے لذیذ کھانے تناول کرنا

☐ سیر وسیاحت کرنا ☐ کاروبار کا بڑھ جانا

☐ میوزیکل شو اور ناچ رنگ کی محفلیں ہونا ☐ زنا کی کثرت

⑤ مندرجہ ذیل امور میں جس کا انکار دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے وہ یہ ہے۔

☐ قیامت کے وقوع کا ☐ علاماتِ قیامت کا

☐ حدیثِ موضوع کا ☐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا

☐ قرآن پاک کی کسی بھی آیت کا

**سوال نمبر ④** بریکٹ میں بہت ساری علاماتِ قیامت ذکر کی گئی ہیں جو علامات ظاہر ہو چکی ہیں انہیں کالم نمبر ① میں اور جو ظاہر نہیں ہوئیں انہیں کالم نمبر ② میں لکھیں۔

① والدین کی نافرمانی ② حضرت مہدی کا ظہور

③ یاجوج ماجوج ④ بے حیائی اور بے پردگی

⑤ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ⑥ حجاز کی آگ

⑦ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ⑧ جاہل لوگوں کا مقتدا اور دینی پیشوا بنانا

⑨ تاتاریوں سے جنگ ⑩ دجال کا ظہور

⑪ نبوت کے جھوٹے دعویدار ہونا ⑫ مسجدوں میں شور وشغب کرنا

⑬ تجارت وملازمت میں عورت کا اپنے شوہر کا ہاتھ بٹانا

⑭ دین پر عمل کرنا انگارے کو تھامنے کی طرح مشکل ہونا

⑮ علماء کو شہید کرنا ⑯ مدینہ شریف میں بڑے زلزلے آنا

⑰ اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کے درمیان جنگ عظیم ہونا۔

## سبق نمبر ⑩

# خروج دجال

قیامت کی علامتِ کبریٰ میں سے دوسری علامت خروج دجال ہے، احادیثِ مبارکہ میں دجال کا ذکر بڑی وضاحت سے آیا ہے، ہر نبی دجال کے فتنے سے اپنی امت کو ڈراتا رہا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نشانیاں بھی بیان فرمائی ہیں۔ دجال کا ثبوت احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت سے ہے۔ دجال کا لغوی معنی ہے، مکار، جھوٹا اور حق و باطل کو خلط ملط کرنے والا، اس معنی کے اعتبار سے ہر اس شخص کو جس میں یہ اوصاف ہوں، دجال کہا جا سکتا ہے۔

## دجال کا حلیہ:

یہاں دجال سے ایک خاص کافر مراد ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر یعنی کافر لکھا ہوا ہوگا، دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، دائیں آنکھ کی جگہ انگور کی طرح کا ابھرا ہوا دانہ ہوگا، زمین پر اس کا قیام چالیس دن ہوگا لیکن ان چالیس دنوں میں سے پہلا دن سال کے برابر، دوسرا دن مہینہ کے برابر، اور تیسرا دن ہفتہ کے برابر ہوگا، باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے، بندوں کے امتحان کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے مختلف خرق عادت امور اور شعبدے ظاہر فرمائیں گے، وہ لوگوں کو قتل کر کے زندہ کرے گا، وہ آسمان کو حکم کرے گا، آسمان بارش برسائے گا، زمین کو حکم کرے گا، زمین غلہ اگائے گی، ایک ویرانے سے گزرے گا اور کہے گا اپنے خزانے نکال، وہ اپنے خزانے باہر نکالے گی جو شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے، آخر میں ایک شخص کو قتل کرے گا، پھر اس کو زندہ کرے گا پھر اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو نہیں کر سکے گا، دجال پوری زمین کا چکر لگائے گا کوئی شہر ایسا نہیں ہوگا جہاں دجال نہیں جائے گا، سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے، کہ ان دو شہروں میں فرشتوں کے پہرے کی وجہ سے وہ داخل نہیں ہو سکے گا۔ دجال کا فتنہ تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا فتنہ ہوگا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ الدَّجَّالُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَ فَ رَ أَيْ كَافِرٌ (صحیح مسلم: ۴۰۰/۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا ک،ف،ر یعنی کافر۔

صحیح مسلم کی ہی ایک اور روایت جو بہت طویل ہے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا کہ دجال جوان ہوگا، اس کے بال گھونگریالے ہوں گے۔ دجال اس راستے سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان واقع ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! تم (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا۔ (راوی فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کتنے دن زمین پر رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن، اور ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کے مطابق ہوں گے۔ وہ ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا اور وہ لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے، پھر وہ بادل کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بادل بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی، پھر جب شام کو اس قوم کے مویشی آئیں گے جو چرنے کے لیے صبح کے وقت جنگل و بیاباں میں گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہوجائیں گے اور ان کے تھن (دودھ کی زیادتی کی وجہ سے) بڑھ جائیں گے اور ان کی کوکھیں (خوب کھانے پینے کی وجہ سے) تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور ان کو اپنی دعوت دے گا لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کردیں گے اور وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا پھر اس قوم کے لوگ قحط و خشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہوجائیں گے یہاں تک کہ وہ مال و اسباب سے بالکل خالی ہوجائیں گے، اس کے بعد ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانوں کو نکال دے چنانچہ وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہولیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں، پھر دجال ایک شخص کو جو کہ جوانی سے بھرپور ہوگا اپنی طرف بلائے گا اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہوجائیں گے جیسے کہ تیر نشانے پر پھینکا جاتا ہے، اس کے بعد دجال اس نوجوان کو بلائے گا، چنانچہ وہ زندہ ہوکر دجال کی طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت ہی بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۴۰۱/۱)

حضرت امام مہدی علیہ السلام جب قسطنطنیہ کو فتح فرما کر شام تشریف لائیں گے، دمشق میں مقیم ہوں گے کہ شام اور عراق کے درمیان سے دجال نکلے گا۔ پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا، یہاں سے اصفہان پہنچے گا، اصفہان کے ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے، پھر خدائی کا دعویٰ شروع کر دے گا اور اپنے لشکر کے ساتھ زمین میں فساد مچاتا پھرے گا، بہت سے ملکوں سے ہوتا ہوا یمن تک پہنچے گا، بہت سے گمراہ لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ یہاں سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوگا، مکہ مکرمہ کے قریب آ کر ٹھہرے گا، مکہ مکرمہ کے گرد فرشتوں کا حفاظتی پہرہ ہوگا جس کی وجہ سے وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے گا، پھر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوگا یہاں بھی فرشتوں کا حفاظتی پہرہ ہوگا، دجال مدینہ منورہ میں بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ اس وقت مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا، جس سے کمزور ایمان والے گھبرا کر مدینہ منورہ سے باہر نکل جائیں گے اور دجال کے فتنہ میں پھنس جائیں گے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْفَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ ». (صحيح مسلم: ۲/ ۴۰۵)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی اطاعت و پیروی اختیار کریں گے جن کے سروں پر طلیسائیں ہوگی۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلاَّ سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلاَّ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلاَّ عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهَا فَيَنْزِلُ بِالسَّبَخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلاَثَ رَجَفَاتٍ يَخْرُجُ إِلَيْهِ مِنْهَا كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ ». (صحيح مسلم: ۲/ ۴۰۵)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شہر بھی ایسا نہیں ہے جسے دجال نہ روندے مگر مکہ اور مدینہ، اور ان کے ہر دروازے پر فرشتوں صف باندھے پہرہ دے رہے ہوں گے، چنانچہ دجال سبخہ وادی میں اترے گا اور مدینہ میں تین مرتبہ زلزلے کے جھٹکے آئیں گے جس کی وجہ سے ہر کافر اور منافق دجال کے پاس چلا جائے گا۔

مدینہ منورہ میں ایک اللہ والے دجال سے مناظرہ کریں گے، دجال انہیں قتل کر دے گا، پھر زندہ کرے گا

وہ کہیں گے اب تو تیرے دجال ہونے کا پکا یقین ہو گیا ہے دجال انہیں دوبارہ قتل کرنا چاہے گا مگر نہیں کر سکے گا۔

## حدیث سے دلیل:

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا حَدِيثًا طَوِيلا عَنِ الدَّجَّالِ، فَكَانَ فِيمَا يُحَدِّثُنَا بِهِ، أَنَّهُ قَالَ: يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ، فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ رَجُلٌ، وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَدِيثَه، فَيَقُولُ الدَّجَّالُ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا، ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ، هَلْ تَشُكُّونَ فِي الأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ: لا، فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ: وَاللَّهِ مَا كُنْتُ فِيكَ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْيَوْمَ، فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ، فَلا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ..(صحیح البخاری: ۲/۱۰۵۶)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ہمیں دجال کے متعلق ایک طویل حدیث بیان کی جس میں فرمایا دجال آئے گا اس حال میں کہ اس پر حرام ہوگا یہ کہ وہ مدینہ میں داخل ہو سکے لہٰذا وہ ایک ٹیلے پر آئے گا جو مدینہ سے متصل ہوگا، پھر اس کے پاس ایک شخص آئے گا (جو کہ اس زمانہ کے ) بہترین لوگوں میں سے ہوگا یا یہ فرمایا کہ جملہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا، وہ شخص دجال سے کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی وہ دجال ہے جس کی خبر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے احوال اور علامات بیان کرنے کے ذریعہ دی ہے، دجال کہے گا کہ بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے دوبارہ زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی تم میرے (خدا ہونے کے ) بارے میں شک وشبہ کرو گے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم کو پھر کوئی شک وشبہ نہیں رہے گا، پس دجال اس شخص کو جان سے مار ڈالے گا اور پھر اس کو زندہ کر دے گا تب وہ شخص کہے گا کہ خدا کی قسم! تیرے بارے میں بصیرت اور میرا یقین اب پہلے سے بھی پختہ ہے یہ سن کر دجال چاہے گا کہ اس کو قتل کر دے مگر وہ اس پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

یہاں سے دجال شام کے لئے روانہ ہوگا، دمشق کے قریب پہنچ جائے گا، یہاں حضرت امام مہدی علیہ السلام پہلے سے موجود ہوں گے، کہ اچانک آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، حضرت امام مہدی علیہ السلام تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے کرنا چاہیں گے وہ فرمائیں گے، منتظم آپ ہی ہیں، میرا کام دجال کو قتل کرنا ہے۔ اگلی صبح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ دجال کے لشکر کی طرف پیش

قدمی فرمائیں گے، گھوڑے پر سوار ہوں گے، نیزہ ہاتھ میں ہوگا، دجال کے لشکر پر حملہ کردیں گے، بہت گھسان کی لڑائی ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ جہاں تک ان کی نگاہ جائے گی وہیں تک سانس پہنچے گا اور جس کافر کو آپ کے سانس کی ہوا لگے گی وہ اسی وقت مرجائے گا، دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگنا شروع کردے گا، آپ اس کا پیچھا کریں گے، باب لد پر پہنچ کر دجال کو قتل کردیں گے۔

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ:..... فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ -صلّى الله عليه وسلم- فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعاً كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ، إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلاَ يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلاَّ مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي إِلَى حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ. (صحیح مسلم: ۲/ ۴۰۱)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن دجال کا ذکر فرمایا: دجال (فریب کاریوں اور گمراہ کرنے والے کاموں میں) مشغول ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا جو دمشق کے شرقی جانب سفید منارہ پر سے اتریں گے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہونگے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہونگے، وہ جس وقت سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہونگے، یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس پہنچ جائے اور وہ مر نہ جائے (یعنی جو بھی کافر ان کے سانس کی ہوا پائے گا مرجائے گا) اور ان کے سانس کی ہوا ان کی حس نظر تک جائے گی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔

## نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے تیسری علامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا ہے۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت

ہے۔ اس کی تصدیق کرنا اور ایمان لانا فرض ہے اور مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے، اس عقیدے کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

آسمانوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام مدینہ منورہ سے ہوکر دمشق پہنچ چکے ہوں گے اور دجال بھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے دھتکارا ہوا دمشق کے قریب پہنچ گیا ہوگا، امام مہدی علیہ السلام اور یہودیوں کے درمیان جنگیں زوروں پر ہوں گیں کہ ایک دن عصر کی نماز کا وقت ہوگا، اذان عصر ہوچکی ہوگی، لوگ نماز کی تیاری میں مشغول ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمانوں سے اترتے ہوئے نظر آئیں گے، سر نیچے کریں گے تو پانی کے قطرے گریں گے، سر اونچا کریں گے تو چمکدار موتیوں کی طرح دانے گریں گے، دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی جانب کے سفید رنگ کے مینارے پر اتریں گے، وہاں سے سیڑھی کے ذریعے نیچے اتریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عدل وانصاف قائم کریں گے، عیسائیوں کی صلیب توڑ دیں گے (صلیب توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں کے عقیدے صلیب کو غلط قرار دیں گے)، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو ختم کردیں گے، یہودیوں اور دجال کو قتل کریں گے، یہاں تک کہ یہودی ختم ہوجائیں گے، جس کافر کو ان کا سانس پہنچے گا وہ وہیں مر جائے گا، باب لد پر دجال کو قتل کریں گے، مال کی اتنی فراوانی ہوجائے گی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلی الله علیه وسلم-: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ. (صحیح البخاری: ۱/ ۴۹۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قریب ہے کہ مریم علیہا السلام کے بیٹے اتریں گے (آسمان سے) اور وہ حاکم ہونگے، عدل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور ذمیوں سے جزیہ کو موقوف کردیں گے اور مال ودولت کی فراوانی ہوگی یہاں تک کہ کوئی اس کا خواہشمند نہ رہے گا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سنبھالیں گے۔

آسمانوں سے اترنے کے بعد بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہی ہوں گے، کیونکہ نبی منصب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوتا، لیکن اس وقت امتِ محمدیہ کے تابع، مجدد اور عادل حکمران کی حیثیت میں ہوں گے۔

دجال کو قتل کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے احوال کی اصلاح فرمائیں گے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں کوہ طور پر لے جائیں گے، چالیس یا پینتالیس برس کے بعد ان کی وفات ہوگی، اس دوران نکاح بھی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی، مدینہ منورہ میں انتقال ہوگا اور حضور ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن ہوں گے۔آپ کے بعد قحطان قبیلے کے ایک شخص (جہجاہ) حاکم بنیں گے، ان کے بعد کئی نیک وعادل حکمران آئیں گے، پھر آہستہ آہستہ نیکی کم ہونا شروع ہوجائے گی اور برائی بڑھنے لگے گی۔

## حدیث سے دلیل:

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ:.... فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ.... فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى، إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ.

(صحیح مسلم: ۲/۴۰۱)

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حدیث دجال میں فرمایا: پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہونگے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس وحی آئے گی کہ میں نے اپنے بہت سے ایسے بندے پیدا کیے ہیں جن سے لڑنے کی طاقت وقدرت کوئی نہیں رکھتا لہٰذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو پھر اللہ یاجوج وماجوج کو ظاہر کرے گا۔الخ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ ﷺ: "يَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِي فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ". (مشكوة المصابيح: ۲/۴۸۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور وہ نکاح کریں گے اور ان کے اولاد پیدا ہوگی اور وہ دنیا میں پینتالیس سال

ٹھہریں گے پھر ان کی وفات ہو جائے گی اور وہ میری قبر میں یعنی میرے مقبرہ میں میرے پاس دفن کیے جائیں گے۔ چنانچہ (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک مقبرہ سے ابوبکر اور عمر کے درمیان اٹھیں گے۔

۞ ۞ ۞

## یاجوج ماجوج:

امام مہدی علیہ السلام کے انتقال کے بعد انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوں گے اور نہایت سکون و آرام سے زندگی بسر ہو رہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائیں گے کہ میں ایک ایسی قوم نکالنے والا ہوں جس کے ساتھ کسی کو مقابلہ کی طاقت نہیں ہے، آپ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جائیں۔ اس قوم سے یاجوج ماجوج کی قوم مراد ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ:.... فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ.... فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى، إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ.

(صحیح مسلم: ۴۰۱/۲)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حدیث دجال میں فرمایا: پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہونگے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس وحی آئے گی کہ میں نے اپنے بہت سے ایسے بندے پیدا کیے ہیں جن سے لڑنے کی طاقت وقدرت کوئی نہیں رکھتا لہذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو پھر اللہ یاجوج و ماج کو ظاہر کرے گا جو ہر بلند زمین کو پھلانگتے ہوئے اتریں گے اور دوڑیں گے۔ الخ

یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے۔ یہ قوم یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے، شمال کی طرف بحر منجمد سے آگے یہ قوم آباد ہے، ان کی طرف جانے والا راستہ پہاڑوں کے درمیان ہے، جس کو حضرت ذوالقرنین نے تانبا پگھلا کر لوہے کے تختے جوڑ کر بند کر دیا تھا۔ بڑی طاقتور قوم ہے، دو پہاڑوں کے درمیان

نہایت مستحکم آہنی دیوار کے پیچھے بند ہے، قیامت کے قریب وہ دیوار ٹوٹ کر گر پڑے گی اور یہ قوم باہر نکل آئے گی اور ہر طرف پھیل جائے گی اور فساد برپا کرے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۝ (الکہف: ۹۴۔۹۷)

آیات کا ترجمہ: انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں۔ تو کیا ہم آپ کو کوکچھ مال کی پیش کش کر سکتے ہیں، جس کے بدلے میں آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنادیں؟ ذوالقرنین نے کہا: اللہ نے مجھے جو اقتدار عطا فرمایا ہے، وہی (میرے لیے) بہتر ہے۔ لہذا تم لوگ (ہاتھ پاؤں کی) طاقت سے میری مدد کرو، تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں گا۔ مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ یہاں تک کہ جب انہوں (درمیانی خلا کو پاٹ کر) دونوں پہاڑی سروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تو کہا کہ: اب آگ دہکاؤ۔ یہاں تک کہ جب اس (دیوار) کو لال انگارا کر دیا تو کہا کہ: پگھلا ہوا تانبا لاؤ۔ اب میں اس پر انڈیلوں گا۔ چنانچہ (وہ دیوار ایسی بن گئی کہ) یاجوج و ماجوج نہ اس پر چڑھنے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ اس میں کوئی سوراخ بنا سکتے تھے۔

﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۹۶)

ترجمہ: یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا، اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے نظر آئیں گے۔

یاجوج ماجوج آہنی دیوار ٹوٹنے کے بعد ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے نظر آئیں گے جب ان کی پہلی جماعت بُحیرہ طبریہ پر سے گزرے گی تو اس کا سارا پانی پی جائے گی، جب دوسری جماعت گزرے گی تو کہے گی یہاں کبھی پانی تھا یاجوج ماجوج کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان بڑی تکلیف میں ہوں گے۔ کھانے کی قلت کا یہ عالم ہوگا کہ بیل کا سر سو دینار سے بھی قیمتی اور بہتر سمجھا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

یاجوج ماجوج کے لئے بد دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک بیماری پیدا کردیں گے جس سے سارے مرجائیں گے اور زمین بدبو اور تعفن سے بھر جائے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ بڑی بڑی گردنوں والے پرندے بھیجیں گے جو ان کو اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہیں گے پھینک دیں گے، پھر موسلا دھار عظیم بارش ہوگی جو ہر جگہ ہوگی، کوئی مکان یا کوئی علاقہ ایسا نہیں ہوگا جہاں یہ بارش نہ پہنچے، وہ بارش پوری زمین دھو کر صاف وشفاف کردے گی۔اس زمانے میں زمین اپنی برکتیں ظاہر کرے گی، ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا، اس کے چھلکے کے سائے میں پوری جماعت بیٹھ سکے گی، ایک اونٹنی کا دودھ بڑی جماعت کے لئے، ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کے لئے اور ایک بکری کا دودھ ایک چھوٹے قبیلے کے لئے کافی ہوگا۔

## حدیث سے دلیل:

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حدیث دجال میں فرمایا: یاجوج وماجوج کی پہلی جماعت بُحَیرہ طبریہ پر سے گزرے گی تو اس کا سارا پانی پی جائے گی، پھر جب دوسری جماعت وہاں سے گزرے گی تو بحیرہ طبریہ کو دیکھ کر کہے گی کہ اس میں کبھی پانی تھا۔اور اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کوہ طور پر روکے رکھے جائیں گے اور (ان پر اسباب معیشت کی تنگی وقلت اس درجہ کی ہوجائے گی کہ) ان کے لیے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہوگا، اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی یاجوج وماجوج کی ہلاکت کے لیے دعا وزاری کریں گے، پس اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں نغف یعنی کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا جس سے وہ سب یکبارگی اس طرح ہلاک ہوجائیں گے جس طرح کوئی ایک شخص مرجاتا ہے، اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی پہاڑ سے زمین پر اتر آئیں گے اور انہیں زمین پر ایک بالشت کا ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جو یاجوج وماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تب اللہ تعالیٰ بختی اونٹ کی گردن جیسی لمبی لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا جو یاجوج وماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش بھیجے گا جس سے کوئی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر کا اور خواہ اون کا ہو نہیں بچے گا وہ بارش زمین کو دھو کر آئینہ کی مانند صاف کردے گی، پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پھلوں کو نکال اور اپنی برکت کو واپس لا، چنانچہ اس وقت دس سے لے کر چالیس آدمیوں کی ایک جماعت ایک انار کے پھل سے سیر ہوجائے گی اور اس انار کے چھلکے سے یہ لوگ سایہ حاصل کریں گے، نیز دودھ میں برکت دی جائے گی یہاں

تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگی، اور دودھ دینے والی ایک گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی جماعت کے لیے کافی ہوگی۔(صحیح مسلم: ۴۰۱/۲)

## دھویں کا ظاہر ہونا:

قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت دھویں کا نکلنا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی حکمرانوں تک نیکی غالب رہے گی، پھر آہستہ آہستہ شر غالب ہونا شروع ہو جائے گا تو ان دنوں آسمان سے ایک بہت بڑا دھواں ظاہر ہوگا، جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

جب یہ دھواں نکلے گا تو ہر جگہ چھا جائے گا، جس سے مسلمانوں کو زکام اور کافروں کو بیہوشی ہو جائے گی، چالیس دن تک مسلسل یہ دھواں چھایا رہے گا، چالیس دنوں کے بعد آسمان صاف ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۞ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ (الدخان: ۱۰)

ترجمہ: لہٰذا اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک واضح دھواں لے کر نمودار ہوگا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ « مَا تَذْكُرُونَ ». قُلْنَا السَّاعَةَ. قَالَ « إِنَّ السَّاعَةَ لاَ تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ مِنْهَا الدُّخَانُ ». (صحیح مسلم: ۳۹۳/۲)

ترجمہ: حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک بالاخانہ میں تھے اور ہم اس سے نیچے تھے پس آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس علامات واقع نہ ہو جائیں، ان علامات میں سے دھواں ہے۔

## زمین کا دھنس جانا:

قیامت سے پہلے اسی زمانہ میں تین جگہ سے زمین دھنس جائے گی، ایک جگہ مشرق میں، ایک جگہ مغرب میں اور ایک جگہ جزیرہ عرب میں۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ -صلی اللہ علیہ وسلم- فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ «مَا تَذْكُرُونَ». قُلْنَا السَّاعَةَ. قَالَ «إِنَّ السَّاعَةَ لاَ تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ. الخ

(صحیح مسلم: ۲/۳۹۳)

ترجمہ: حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک بالا خانہ میں تھے اور ہم اس سے نیچے تھے پس آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس علامات واقع نہ ہو جائیں، ان علامات میں مشرق کی طرف زمین میں دھنسنا اور مغرب کی طرف اور جزیرہ عرب کی طرف زمین میں دھنسنا شامل ہیں۔

## سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:

قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے ایک بڑی علامت سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں اس کا ذکر موجود ہے، دھویں کے ظاہر ہونے اور زمین دھنس جانے کے واقعہ کے بعد ذوالحجہ کے مہینے میں دسویں ذوالحجہ کے بعد اچانک ایک رات بہت لمبی ہوگی کہ مسافروں کے دل گھبرا کر بے قرار ہو جائیں گے، بچے سوسو کر اکتا جائیں گے، جانور باہر کھیتوں میں جانے کے لیے چلانے لگیں گے، تمام لوگ گھبراہٹ اور ڈر سے بیقرار ہو جائیں گے، جب تین راتوں کے برابر وہ رات ہو چکے گی تو سورج ہلکی سی روشنی کے ساتھ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اور سورج کی حالت ایسے ہوگی جیسے اس کو گہن لگا ہوتا ہے، اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کسی کا ایمان اور گناہوں سے توبہ قبول نہ ہوگی، سورج آہستہ آہستہ اونچا ہوتا جائے گا، جب اتنا اونچا ہو جائے گا جتنا دوپہر سے کچھ پہلے ہوتا ہے تو واپس مغرب کی طرف غروب ہونا شروع ہو جائے گا اور معمول کے مطابق غروب ہو جائے گا، پھر حسبِ معمول طلوع و غروب ہوتا رہے گا۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے والا واقعہ کے ایک سو بیس سال بعد قیامت کے لیے صور پھونکا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (الانعام: ۱۵۸)

ترجمہ: یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا رب آ جائے یا تیرے رب کی بعض نشانیاں آ جائے، جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آ گئیں تو کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم-: « لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ وَذٰلِكَ حِينَ (لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا) (صحيح البخاری: ۲/ ۱۰۵۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے، پس جب طلوع ہو جائے اور لوگ اس کو دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے، لیکن اس وقت کسی بھی ایسے نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے ایمان والا نہ تھا، یا پہلے سے اس نے ایمان کے ساتھ نیک کام نہ کیے تھے۔

## صفا پہاڑی سے جانور کا نکلنا:

قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت دابۃ الارض کا زمین سے نکلنا ہے اس کا ذکر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔

مغرب سے سورج طلوع ہونے والے واقعہ کے کچھ ہی روز بعد مکہ مکرمہ میں واقع پہاڑ صفا پھٹے گا اور اس سے ایک عجیب وغریب جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا اور بڑی تیزی کے ساتھ ساری زمین میں پھر جائے گا، اس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا، ایمان والوں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ایک نورانی لکیر کھینچ دے گا جس سے ان کا سارا چہرہ روشن ہو

جائے گا، اور کافروں کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگا دے گا، جس سے اس کا سارا چہرہ میلا ہو جائے گا، لوگوں کے مجمع میں ایمان والوں کو کہے گا یہ ایماندار ہے اور کافروں کے بارے میں کہے گا یہ کافر ہے، اس کے بعد وہ غائب ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۞ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (النمل: ۸۲)

ترجمہ: اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان لوگوں پر آ پہنچے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ « مَا تَذْكُرُونَ ». قُلْنَا السَّاعَةَ. قَالَ « إِنَّ السَّاعَةَ لاَ تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ وَمِنْهَا دَابَّةُ الأَرْضِ». (صحیح مسلم: ۲/ ۳۹۳)

حضرت ابو سریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک بالا خانہ میں تھے اور ہم اس سے نیچے تھے پس آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس علامات واقع نہ ہو جائیں، ان علامات میں سے دابۃ الارض (جانور) ہے۔

عَنْ أَبِي هريرة رضی الله عنه: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «تَخْرُجُ الدَّابَّةُ ومَعها خاتَمُ سُلَيْمان، وعَصَا موسى، فتجْلُو وجْهَ المُؤمِنِ، وتَخْطِمُ أنفَ الكافِرِ بالخاتم، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الْخُوَانِ لَيَجْتَمِعُونَ، فيقول هذا: يا مؤمن، ويقول هذا: يا كافر، ويقول هذا: يا كافر، ويقول هذا: يا مؤمن» (ابن ماجه: ۲۹۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک جانور زمین سے نکلے گا اور اس کے پاس سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور وہ عصا کے ساتھ مؤمن کے چہرے کو روشن کرے گا اور انگوٹھی کے ساتھ کافر کی ناک پر مہر لگائے گا حتی کہ ایک جگہ کے تمام لوگ جمع ہوں گے، تو ایک کہے گا: اے مومن! اور دوسرا کہے گا: اے کافر!

## ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور تمام مسلمانوں کا وفات پا جانا:

جانور والے واقعہ کے کچھ ہی روز بعد جنوب کی طرف سے ایک ٹھنڈی اور نہایت فرحت بخش ہوا چلے گی، جس سے تمام مسلمانوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا، جس سے وہ سب مرجائیں گے، حتی کہ اگر کوئی مسلمان کسی غار میں چھپا ہوا ہوگا اس کو بھی یہ ہوا پہنچے گی اور وہ وہیں مرجائے گا، اب روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں ہوگا، سب کافر ہوں گے اور شرار الناس یعنی برے لوگ رہ جائیں گے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ...... ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَوَفَّى كُلَّ مَنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيهِ فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ ». (صحیح مسلم: ۲/ ۳۹۳)

ترجمہ: حضرت امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جس کے ذریعہ ہر وہ شخص مرجائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا اور دنیا میں صرف وہ ہی شخص باقی بچے گا جس میں کوئی نیکی نہیں ہوگی پس تمام لوگ اپنے آباء واجداد کے دین یعنی کفر وشرک کی طرف لوٹ جائیں گے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- « يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ...... ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّأْمِ فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتَّى تَقْبِضَهُ ». قَالَ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا (صحیح مسلم: ۲/۴۰۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال نکلے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا (جو اہل ایمان کو موت کی نیند سلا دے گی) چنانچہ اس وقت روئے زمین پر ایسا کوئی شخص باقی نہ رہے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی یا ایمان میں سے کچھ ہوگا

اور ہوا اس کی روح قبض نہ کرے، یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی شخص پہاڑ کے اندر بھی چلا گیا ہوگا تو تو وہ ہوا پہاڑ میں داخل ہوکر اس شخص کا پیچھا کرے گی اور اس کی روح قبض کر کے چھوڑے گی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بعد صرف بدکار و شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی مانند سبک رو اور تیز رفتار اور درندوں کی مانند مضبوط اور سخت ہونگے وہ نہ تو نیکی و بھلائی سے واقف ہونگے اور نہ برائی و بدکاری سے اجتناب کریں گے۔

## حبشیوں کی حکومت اور بیت اللہ کا شہید ہونا:

جب سارے مسلمان مرجائیں گے اور روئے زمین پر صرف کافر رہ جائیں گے، اس وقت ساری دنیا میں حبشیوں کا غلبہ ہوگا، اور انہی کی حکومت ہوگی، قرآن کریم دلوں اور کاغذوں سے اٹھالیا جائے گا، حج بند ہوجائے گا، دلوں سے خوفِ خدا اور شرم وحیا بالکل اٹھ جائے گی، لوگ برسرِ عام بے حیائی کریں گے۔ بیت اللہ شریف کو شہید کردیا جائے گا، حبشہ کا رہنے والا چھوٹی پنڈلیوں والا ایک شخص بیت اللہ شریف کو گرائے گا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ ». (صحیح مسلم: ۲/ ۳۹۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حبشیوں میں سے ایک چھوٹی پنڈلیوں والا شخص بیت اللہ کو گرائے گا۔

## آگ کا لوگوں کو ملکِ شام کی طرف ہانکنا:

قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے آخری علامت آگ کا نکلنا ہے۔ قیامت کا صور پھونکے جانے سے پہلے زمین پر بت پرستی اور کفر پھیل جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے شام میں جمع ہونے کے اسباب پیدا ہوں گے۔ شام میں حالات اچھے ہوں گے، لوگ وہاں کا رخ کریں گے، پھر یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ارضِ محشر یعنی ملکِ شام کی طرف ہانکے گی، جب سب لوگ ملک شام میں پہنچ جائیں گے تو یہ آگ غائب ہوجائے گی۔ اس کے بعد عیش و آرام کا زمانہ آئے گا، لوگ مزے سے زندگی بسر کررہے ہوں گے کچھ عرصہ اسی حالت میں گزرے گا کہ اچانک قیامت قائم ہوجائے گی۔

## ❁ حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ أَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ إِلَيْنَا فَقَالَ « مَا تَذْكُرُونَ ». قُلْنَا السَّاعَةَ. قَالَ « إِنَّ السَّاعَةَ لاَ تَكُونُ حَتَّى تَكُونَ عَشْرُ آيَاتٍ مِنْهَا: نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قُعْرَةِ عَدَنٍ تَرْحَلُ النَّاسَ ». (صحیح مسلم: ۲/ ۳۹۳)

حضرت ابوسریحۃ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک بالا خانہ میں تھے اور ہم اس سے نیچے تھے پس آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک دس علامات واقع نہ ہو جائیں اور ان علامات میں سے آگ ہے جو کہ نکلے گی عدن کی وادی سے، ہانکے گی لوگوں کو۔

## ❁ صور پھونکا جانا اور قیامت کا قائم ہونا:

ان تمام علامات کے واقع ہو جانے کے بعد عیش و آرام کا زمانہ آئے گا، محرم کی دس تاریخ اور جمعہ کا دن ہوگا، لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوں گے کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے گی۔ دو آدمیوں نے کپڑا پھیلا رکھا ہوگا، اس کو سمیٹ نہ سکیں گے اور نہ ہی خرید و فروخت کر سکیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر جائے گا اور اسے پی نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک شخص اپنے پانی والے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا اور اس سے پانی نہیں پی سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، ایک شخص نے نوالہ منہ کی طرف اٹھایا ہوگا اسے منہ میں ڈال نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ....... وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أَحَدُكُمْ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا. (صحیح البخاری: ۲/ ۱۰۵۵)

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس میں شک نہیں کہ

قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ دو شخصوں نے اپنا کپڑا (خرید وفروخت کے لیے) کھول رکھا ہوگا اور وہ نہ تو اس کی خرید وفروخت کر چکے ہونگے اور نہ اس کو لپیٹ کر رکھ سکیں گے کہ اسی حالت میں قیامت آجائے گی، اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اونٹنی کے ساتھ واپس آیا ہوگا (یعنی دودھ لے کر آیا ہوگا) اور اس دودھ کو پینے نہ پایا ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی، اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اپنے حوض کو لیپتا ہوگا اور وہ اس حوض سے اپنے جانوروں کو پانی نہ پلا پائے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص نے ایک لقمہ منہ میں رکھنے کے لیے اٹھایا ہوگا اور وہ اس لقمہ کو کھانے نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔

قیامت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے برپا ہوگی جس کی آواز پہلے ہلکی اور پھر اس قدر ہیبت ناک ہوگی کہ اس سے سب جاندار مرجائیں گے، زمین وآسمان پھٹ جائیں گے، ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہوجائے گی۔ چالیس سال بعد دوبارہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس سے سب زندہ ہوکر میدان محشر میں جمع ہونا شروع ہوجائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۞ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ (الزمر:۶۸)

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں، وہ سب بے ہوش ہوجائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔

۞ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ② (حج:۱۔۲)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار (کے غضب) سے ڈرو۔ یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے۔ جس دن وہ تمہیں نظر آجائے گا، اس دن ہر دودھ پلانے والی اس بچے (تک) کو بھول بیٹھے گی جس کو اس نے دودھ پلایا، اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا بیٹھے گی، اور لوگ تمہیں یوں نظر آئیں گے کہ وہ نشے میں بدحواس ہیں، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہونگے، بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔

۞ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ (المعارج:۴۳)

ترجمہ: جس دن یہ جلدی جلدی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے اپنے بتوں کی طرف دوڑے جارہے ہوں۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر مگر زبانی بیان فرمایئے۔

① کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ضروریاتِ دین میں شامل ہے، اور اگر ضروریاتِ دین میں سے ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

② "دجال" کا کیا معنیٰ ہے اور اس کی کون کون سی علامات احادیثِ مبارکہ میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد کون کون سے اہم کارنامے انجام دیں گے؟

④ کیا حضرت مہدی کے ظہور اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ ضروریاتِ دین میں شامل ہے؟

⑤ یاجوج ماجوج سے کیا مراد ہے اور یہ فتنہ کب اور کیسے ظاہر ہوگا؟

⑥ قربِ قیامت میں ظاہر ہونے والی بڑی بڑی علامات ذکر فرمائیں؟

⑦ حبشیوں کی حکومت اور بیت اللہ کی شہادت کے بارے میں کیا پیش گوئی فرمائی گئی ہے؟

⑧ حضرت مہدیؓ کے جو اوصاف احادیثِ مبارکہ میں آئے ہیں بیان کیجیے؟

⑨ "دابۃ الارض" سے کیا مراد ہے، یہ جانور کب نکلے گا اور اس کے بارے میں قرآن وسنت میں کیا بیان کیا گیا ہے؟

⑩ عصرِ حاضر تک بہت سے لوگوں نے اپنے مہدی یا مسیحِ موعود (وہ حضرت مسیح جن کے نزول کی خوشخبری سنائی گئی ہے) ہونے کا دعویٰ کیا، ان کے بارے میں اپنے صحیح عقیدے کی وضاحت کر کے ایمان کو تازہ کیجئے۔

**سوال نمبر ۲** صحیح اور غلط میں (✓) کے نشان کے ساتھ امتیاز کیجیے، اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان فرمائیے۔

① حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور کا انکار کرنے والا گمراہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..........................................................

② حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور ملکِ شام میں ہوگا اور آپ وہیں پر دجال کو قتل کریں گے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..........................................................

③ دجال خدائی کا دعویٰ کرے گا اس کے زیادہ تر پیروکار یہودی، اور کمزور عقیدہ لوگ ہوں گے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..........................................................

④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اپنی کتاب بائبل کو زمین پر نافذ فرمائیں گے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..........................................................

⑤ قربِ قیامت میں سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اب کسی گناہ گار کی توبہ اور کافر کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..........................................................

⑥ تمام مسلمانوں کی وفات کے بعد انگریز بیت اللہ شریف کو شہید کر دیں گے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑦ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا نام محمد، والد کا نام عبداللہ ہوگا، مدینہ شریف میں پیدا ہوں گے، آپ کی سب سے پہلے عادلانہ حکومت عرب میں اور پھر پوری دنیا میں پھیل جائے گی۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑧ حضرت امام مہدیؓ کے ظہور سے پہلے دجال نکل پڑے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑨ حضرت مہدیؓ انتقال کے بعد بیت المقدس میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال کے بعد روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑩ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ یا حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یا فتنہ دجال کے انکار سے ایمان کو کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑪ حضرت عیسیٰ کے نزول سے پہلے ایک عالمگیر دھواں ظاہر ہوگا جس سے کافر بیہوش ہو جائیں گے اور مسلمانوں کو صرف زکام ہوگا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑫ قیامت کی بڑی علامات میں آخری علامت سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑬ دجال مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف میں داخل نہیں ہو سکے گا اس کے علاوہ پوری دنیا میں فساد مچائے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑭ قیامت کی ہر قسم کی علامات بعیدہ، متوسطہ اور قریبہ کا ظہور ہونا ابھی باقی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑮ قیامت کی بڑی بڑی علامات (علاماتِ کبریٰ) میں ظہور کے اعتبار سے ترتیب نمبروار درج ذیل ہے۔

① خروجِ دجال ② یاجوج ماجوج کا فتنہ ③ ظہورِ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ

④ نزولِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ⑤ عالمگیر دھویں کا ظاہر ہونا

⑥ زمین کا دھنس جانا ⑦ صفا پہاڑی سے جانور کا نکلنا

⑧ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ⑨ آگ کا لوگوں کو ملکِ شام کی طرف ہانکنا

⑩ حبشیوں کا بیت اللہ کو شہید کرنا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................................

........................................................................................................

........................................................................................................

........................................................................................................

**سوال نمبر ③** درج ذیل میں تین کالم بنائے گئے ہیں، بریکٹ میں درج شدہ علاماتِ قیامت سے کالم کو صحیح پُر کر کے اپنی علمی بصیرت کا ثبوت دیجئے۔

① حضرت مہدیؓ کا ظہور ② فتنہ تاتار۔

③ فحاشی وعریانی کا سیلاب ④ نزولِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

⑤ حجاز کی آگ ⑥ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

⑦ عہدوں اور امانتوں میں خیانت ⑧ دجال کا فتنہ

⑨ چاند کے دو ٹکڑے ہونا۔ ⑩ قسطنطنیہ کی فتح

⑪ شراب وکباب کا عام ہونا۔ ⑫ زمین میں دھنسا یا جانا

⑬ یاجوج ماجوج کا فتنہ۔ ⑭ گلوکاروں اور آلاتِ میوزک کی کثرت

⑮ کم علم اور جاہل لوگوں کو مقتدا بنالینا۔

⑯ مدینہ شریف میں تین زبردست زلزلے آنا۔

⑰ آنحضرت ﷺ کا دنیا میں مبعوث ہونا۔

⑱ خراسان کے لشکر کا حضرت مہدیؓ کی نصرت کرنا۔

⑲ اسلاف بزرگانِ دین اور صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہنا۔

⑳ نیک لوگوں کا چھپنا اور گھٹیا لوگوں کا دور دورہ ہوجانا۔

سبق نمبر (۱۱)

# عالَم آخرت کے بارے میں

## میدانِ محشر:

قیامت قائم ہونے کے چالیس سال بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پہلے صور پھونکنے سے تمام مخلوق تباہ وبرباد ہوجائے گی، تمام فرشتے مرجائیں گے، حتیٰ کہ اسرافیل علیہ السلام پر بھی موت طاری کردی جائے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کرکے صور پھونکنے کا حکم دیں گے۔ اس دوسرے صور کی آواز سے تمام مخلوق دوبارہ زندہ ہوجائے گی، یہ زمین کسی دوسری زمین سے تبدیل کردی جائے گی، مردے قبروں سے نکل نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہونا شروع ہوجائیں گے، بعض عمدہ قسم کی سواریوں پر سوار ہوکر میدانِ محشر میں پہنچیں گے، اور بعض چہروں کے بل گھسٹ گھسٹ کر میدانِ محشر میں جمع ہوں گے، تمام لوگ برہنہ حالت میں اللہ کے حضور پیش ہوں گے، ہر شخص تنہا اور اکیلا ہوگا، اولین اور آخرین تمام کو جمع کیا جائے گا، اور کوئی اس دن کی حاضری سے مستثنٰی نہیں ہوگا، اور سب اللہ کے حضور صفوں میں کھڑے ہوں گے۔ قیامت کا وہ ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اس دن سورج سروں کے بہت قریب ہوگا، جس کی تپش اور گرمی سے لوگوں کے دماغ کھولنے لگیں گے۔ ہر گناہ گار اپنے گناہوں کے بقدر پسینہ میں شرابور ہوگا، لوگ اس میدان میں بھوکے پیاسے کھڑے ہوں گے، اس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، ہر کسی کو اپنی فکر دامن گیر ہوگی، لوگ انتہائی پریشانی کے عالم میں ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انتہائی غضب اور غصے کی حالت میں ہوں گے، حساب وکتاب شروع نہیں ہورہا ہوگا، میدان محشر کی گرمی، تپش اور بھوک پیاس برداشت سے باہر ہوجائے گی، انسان وہاں سے بھاگنا چاہے گا مگر کہیں بھاگ نہیں سکے گا۔ کچھ چہرے اس دن تروتازہ اور سفید ہوں گے، ان پر اللہ کی رحمت ہوگی اور کچھ چہرے اس دن مرجھائے ہوئے اور سیاہ رنگ کے ہوں گے ان پر اللہ کا غضب اور غصہ ہوگا۔ اس دن آپس کے سب تعلقات اور دوستیاں ختم ہوجائیں گی، البتہ نیک لوگوں کے تعلقات برقرار رہیں گے۔ وہ دن ایسا ہولناک ہوگا کہ بچوں کو بوڑھا بنادے گا۔ اسی حالت میں لوگوں کو کھڑے

ہوئے جب ایک عرصہ گزر جائے گا بالآخر سب اکٹھے ہو کر سفارش کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حساب و کتاب شروع کروانے کی درخواست پیش کی جائے۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف بھیج دیں گے، حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھیجیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے تم اس کام کے لیے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تم اس کام کے لیے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جاؤ (آج وہی یہ کام کریں گے)۔ تمام خلقت جمع ہو کر حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگی اور شفاعت کی درخواست کرے گی، آپ اس درخوست کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی سفارش کو قبول فرمائیں گے۔ آپ ﷺ کی اس سفارش کو شفاعتِ کبریٰ کہا جاتا ہے اور اس مقام و مرتبہ پر فائز ہونے کو مقامِ محمود کہتے ہیں اور یہ مقام صرف آپ ﷺ ہی کو عطا ہوا ہے، اس کے بعد لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ (الزمر:۶۸)

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

❁ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ (یٰس:۵۱)

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو یکا یک یہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے روانہ ہو جائیں گے۔

❁ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ (المعارج:۴)

ترجمہ: ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

❁ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾

(القیٰمۃ: ۱۰۔۱۲)

ترجمہ: اس وقت انسان کہے گا کہ: کہاں ہے کوئی جگہ جہاں بھاگ کر جاؤں؟ نہیں نہیں پناہ کی کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ اس دن تو ہر ایک کو تمہارے پروردگار ہی کے سامنے جا کر ٹھہرنا پڑے گا۔

❁ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى (الانعام: ۹۴)

ترجمہ: تم ہمارے پاس تن تنہا آ گئے ہو۔

❁ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ (الکہف: ۴۸)

ترجمہ: اور سب کو تمہارے رب کے سامنے صف باندھ کر پیش کیا جائے گا۔

## حدیث سے دلیل:

❁ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ « يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً. (صحیح مسلم: ۲/ ۳۸۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: لوگوں کو قیامت کے دن ایسی حالت میں جمع کیا جائے گا کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون ہوں گے۔

❁ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « إِنَّ الْعَرَقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيَذْهَبُ فِي الأَرْضِ سَبْعِينَ بَاعًا وَإِنَّهُ لَيَبْلُغُ إِلَى أَفْوَاهِ النَّاسِ أَوْ إِلَى آذَانِهِمْ ».

(صحیح مسلم: ۲/ ۳۸۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک پسینہ قیامت کے دن ستر ہاتھ زمین میں پہنچ جائے گا اور (زمین کے اوپر) لوگوں کے منہ یا کانوں تک پہنچ جائے گا۔

❁ قَالَ رسول اللّٰه ﷺ تُحْشَرُونَ هَاهُنَا وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى نَحْوِ الشَّامِ مُشَاةً وَرُكْبَانًا وَعَلَى وُجُوهِكُمْ تُعْرَضُونَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالَى وَعَلَى أَفْوَاهِكُمُ الْفِدَامُ. (مسند احمد: ۵/ ۴)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سب کو وہاں جمع کیا جائے گا (اور ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ فرمایا) پیدل اور سواریوں پر اور منہ کے بل، تمہیں اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا اس حالت میں کہ تمہارے منہ پر چھینکے ہوں گے۔

❁ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ (عبس: ۳۴-۴۱)

ترجمہ: اس دن انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا اور اپنے ماں باپ سے بھی، اور اپنے بیوی بچوں سے بھی، ان میں سے ہر ایک کو اس دن اپنی ایسی فکر پڑی ہوگی کہ اسے دوسروں کا ہوش نہیں ہوگا۔ اس روز کتنے چہرے تو چمکتے دمکتے ہوں گے، ہنستے، خوشی مناتے ہوئے، اور کتنے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر خاک پڑی ہوگی، سیاہی نے انہیں ڈھانپ رکھا ہوگا۔

❁ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (آل عمران: ۱۰۶)

ترجمہ: اس دن کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔

❁ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾ (النازعات: ۸۔۹)

ترجمہ: اس دن بہت سے دل لرز رہے ہوں گے، ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

❁ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ (الرحمٰن: ۳۳)

ترجمہ: اے انسانوں اور جنات کے گروہ! اگر تم میں یہ بل بوتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے پار نکل سکو، تو پار نکل جاؤ۔ تم زبردست طاقت کے بغیر پار نہیں ہو سکو گے۔

❁ عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال «سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ.

(صحيح مسلم: ۱/ ۳۳۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ایسے دن سایہ عطا فرمائے گا جس دن اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

## تجلی حق تبارک وتعالیٰ:

حساب وکتاب شروع ہونے سے پہلے آسمان سے بہت زیادہ فرشتے اتریں گے اور لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرش اتارا جائے گا، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلی ہوگی جس سے تمام مخلوق بیہوش ہو جائے گی۔ سب سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ ہوش میں آئیں گے، آپ ﷺ دیکھیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کو پکڑے کھڑے ہوں گے۔ یہ معلوم نہیں ہوگا کہ انہیں حضور ﷺ سے پہلے ہوش آگیا ہوگا یا طور کی بیہوشی کے بدلے میں انہیں میدانِ محشر کی بیہوشی سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا، پھر ساری

مخلوق ہوش میں آجائے گی اور حساب وکتاب شروع ہوجائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ (الفجر: ۲۲)

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار اور قطاریں باندھے ہوئے فرشتے آئیں گے۔

❁ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ (الزمر: ۶۸)

ترجمہ: اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب بیہوش ہوجائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب پل بھر میں کھڑے ہوکر دیکھنے لگیں گے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَيُصْعَقُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَإِذَا مُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلا أَدْرِي أَكَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ، أَمْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلِي۔ (شرح السنة)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بیشک صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب بیہوش ہوجائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا تو موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، پس میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ان میں سے ہیں جن کو مستثنیٰ کیا گیا یا مجھ سے پہلے اٹھایا جائے گا۔

## اعمال ناموں کی تقسیم:

حساب وکتاب شروع ہونے سے پہلے ہر ایک کو اس کا نامۂ اعمال دے دیا جائے گا۔ نامۂ اعمال دینے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اعمال ناموں کو اڑایا جائے گا ہر کسی کا نامۂ اعمال اڑ کر خود بخود اس کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ ایمان والوں کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور بے ایمانوں کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں آجائے گا۔ پھر ہر ایک کو اپنا نامہ اعمال پڑھنے کا حکم ہوگا۔ نامہ اعمال کا دائیں ہاتھ میں ملنا، اس دن کامیاب وکامران اور جنتی ہونے کی علامت ہوگا، اور نامہ اعمال کا بائیں ہاتھ میں ملنا، ناکام اور جہنمی ہونے کی علامت ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۝۱۹ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۝۲۰ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۝۲۱ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝۲۲ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ۝۲۳ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ۝۲۴ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۝۲۵ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۝۲۶ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۝۲۷ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ۝۲۸ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۝۲۹ (الحاقة:۱۹۔۲۹)

ترجمہ: پھر جس کسی کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا: "لوگو! لو میرا اعمال نامہ پڑھو، میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ مجھے اپنے حساب کا سامنا کرنا ہوگا"۔ چنانچہ وہ من پسند عیش میں ہوگا، اس اونچی جنت میں جس کے پھل جھکے پڑ رہے ہوں گے، (کہا جائے گا کہ) "اپنے ان اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو، جو تم نے گذرے ہوئے دنوں میں کئے تھے"۔ رہا وہ شخص جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہے گا کہ: "اے کاش مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا، اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش میری موت ہی پر میرا کام تمام ہو جاتا، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، میرا سارا زور مجھ سے جاتا رہا"۔

۞ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝۸ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ۝۱۲

(الانشقاق:۷۔۱۲)

ترجمہ: پھر جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس سے تو آسان حساب لیا جائے گا، اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوشی مناتا ہوا واپس آئے گا، لیکن وہ شخص جس کو اس کا اعمال نامہ اس کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا، وہ موت کو پکارے گا، اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَا يُبْكِيكِ». قَالَتْ: ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا: عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ (هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ) حَتّٰى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ أَمْ فِي

شِمَالِهِ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ ۔ (سنن ابی داؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جہنم کی آگ کو یاد کر کے رونے لگیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا کہ جہنم کی آگ کی یاد نے رُلا دیا، کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین جگہوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں رہے گا، ترازو کے پاس یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اس کا پلڑا ہلکا ہے یا بھاری، اور اعمال نامہ دیے جانے کے وقت یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے، اور پل صراط کے وقت جب اس کو جہنم کے اوپر بچھا دیا جائے گا۔

## حساب وکتاب کا آغاز:

نامہ اعمال کی تقسیم کے بعد انہیں پڑھنے کا حکم ہوگا۔ جب ہر شخص اپنا اپنا نامہ اعمال پڑھ لے گا تب اس کا حساب شروع ہوگا۔ کراماً کاتبین کو بطورِ گواہ پیش کیا جائے گا، گواہیوں کا سلسلہ شروع ہوگا، انبیاء کرام علیہم السلام، حضورِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو بطورِ گواہ پیش کیا جائے گا، اعضائے انسانی بھی گواہی دیں گے، ہاتھ، پاؤں اور جسم کے جس حصہ کو اللہ تعالیٰ چاہیں گے قوتِ گویائی عطا فرما کر ان سے بطورِ اتمامِ حجت گواہیاں لیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ (الزمر:۶۹)

ترجمہ: اور انبیاء اور سب گواہوں کو حاضر کر دیا جائے گا، اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔

❁ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ (النساء:۴۱)

ترجمہ: پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لیکر آئیں گے اور ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔

❁ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (النور:۲۴)

ترجمہ: جس دن گواہی دیں گی ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان باتوں کی جو وہ کرتے تھے۔

❁ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴿۶۵﴾ (یٰس:۶۵)

ترجمہ: اس دن ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور ہمارے ساتھ ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

❁ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴿۲۱﴾ (ق:۲۱)

ترجمہ: اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا، اور ایک گواہی دینے والا۔

## وزنِ اعمال:

قیامت کے دن حساب و کتاب کا طریقہ گننا نہیں ہوگا کہ نیکیوں اور برائیوں کو گنا جائے بلکہ وزن کر کے یعنی ترازو میں نیکیوں اور برائیوں کو تول کر حساب و کتاب ہوگا۔ قیامت کے دن وزنِ اعمال حق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴿۸﴾ (الاعراف:۸)

ترجمہ: اور اس دن وزن ہونا اٹل حقیقت ہے، چنانچہ جن کی ترازو کے پلے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔

❁ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴿۴۷﴾ (الانبیاء:۴۷)

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازویں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی، چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا، تو ہم اسے سامنے لائیں گے۔

❁ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴿۸﴾ (الزلزال:۷،۸)

ترجمہ: چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی بھلائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

## حدیث سے دلیل:

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایسا ترازو رکھا جائے گا کہ اگر اس میں تمام آسمان اور زمین بھی رکھ دیے جائیں تو وہ ان کو وسیع ہو جائے، فرشتے عرض

کریں گے اے رب کس کے لیے یہ وزن کرے گا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ جس کے لیے میں اپنی مخلوق میں سے چاہوں گا، فرشتے عرض کریں گے پاک ہے تیری ذات ہم نے تیری بندگی نہیں کی جیسے کہ بندگی کا حق تھا، اور پل صراط رکھا جائے گا مثل استرے کی دھار کے، فرشتے عرض کریں گے کون گذر سکے گا اس پر؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، جس کو میں اپنی مخلوق میں سے چاہوں گا، فرشتے عرض کریں گے پاک ہے تیری ذات ہم نے تیری بندگی نہیں کی جیسے کہ بندگی کا حق تھا۔

## وزنِ اعمال دو مرتبہ ہوگا:

قیامت کے دن وزنِ اعمال دو مرتبہ ہوگا۔ پہلی مرتبہ مومن و کافر کو الگ الگ کرنے کے لیے وزن ہوگا، اس وزن میں جس کے پاس صرف کلمہ طیبہ ہوگا اس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا اور وہ مومنین میں شمار ہوگا۔ دوسری مرتبہ نیک و بد کو الگ الگ کرنے کے لیے صرف مسلمانوں کے اعمال کا وزن ہوگا، جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ کامیاب قرار پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا، اور جس کی برائیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ ناکام ہوگا اور جہنم میں داخل ہوگا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَبْدِاللہ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما انَّ رَسُوْلَ اللہ ﷺ قَالَ: إِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَعَا ابْنَيْهِ فَقَالَ..... آمُرُكُمَا بِلاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ، فَإِنَّ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ وَمَا فِيهِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ، وَوُضِعَتْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ فِي الْكِفَّةِ الأُخْرَى، كَانَتْ أَرْجَحَهُمَا.

(المستدرک للحاکم: رقم الحدیث ۱۵۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو اپنے بیٹوں کو بلایا اور فرمایا.... میں تم کو لا الہ الا اللہ کا حکم دیتا ہوں اس لیے کے سب آسمان اور زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ دوسرے میں رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا زیادہ وزنی ہوگا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللہ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (تُوْضَعُ الْمَوَازِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَتُوْزَنُ الْحَسَنَاتُ والسَّيِّئَاتُ فَمَنْ رَجَحَتْ حَسَنَاتُه عَلٰى

سَيِّئَاتِه مِثْقَالَ صُؤَابه دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ رَجحتْ سَيِّئَاتُه عَلى حَسَنَاتِه مِثْقَالَ صُؤَابه دَخَلَ النَّارَ. (تفسیر القرطبی: ۷/ ۲۱۱)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ترازو رکھا جائے گا اور نیکیوں اور برائیوں کو تولا جائے گا، جس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب آگئیں وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کی برائیاں اس کی نیکیوں پر غالب آگئیں وہ آگ میں داخل ہوگا۔

## قیامت کے دن اعمال ہی کا وزن ہوگا:

قیامت کے دن اعمال ہی کا وزن ہوگا یعنی قولی، فعلی، بدنی، مالی اور ہر قسم کے اعمال کو تولا جائے گا۔ وزنِ اعمال سے اعمال ناموں کو تولا جانا یا خود صاحبِ اعمال یعنی انسان کو تولا جانا مراد نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ (آل عمران: ۳۰)

ترجمہ: اس دن ہر شخص اپنے اچھے اعمال کو اپنے سامنے موجود پائے گا، اور برے اعمال کو بھی سامنے موجود پائے گا تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کی بدی کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔

### اِشکال:

انسانی اعمال اعراض ہیں، ان کا کوئی حجم یا جسم نہیں ہے۔ جس چیز کا کوئی حجم یا جسم نہ ہو اسے کیسے تولا جاسکتا ہے؟

### جواب:

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ ایسا ترازو بنانے پر بھی قادر ہے جس میں اعراض کو تولا جائے، جس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت اور ذکر وغیرہ کو تولا جائے۔ جب اس نے کہہ دیا کہ میں اعمال کا وزن کروں گا تو ایک مسلمان کے لیے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ سائنسی ایجادات کے نتیجے میں آج ایسے آلات موجود ہیں جن کے ذریعے اعراض کو تولا جارہا ہے مثلاً سردی، گرمی اور ہوا وغیرہ کو تولا جارہا ہے، اگر انسان اعراض تولنے کے آلات ایجاد کرسکتا ہے تو کیا احکم الحاکمین ایسے آلات ایجاد نہیں کرسکتا جن سے نیکیوں اور برائیوں کو تولا جائے، یقیناً کرسکتا ہے۔

## ترازو کی حقیقت:

وزنِ اعمال کے لیے قائم کیے جانے والی اس ترازو کی حقیقت تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی جانتے ہیں، اس پر اتنا اجمالی ایمان کافی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ وزنِ اعمال کے لیے ایک ترازو قائم فرمائیں گے، جس کے دو پلڑے ہوں گے، ایک میں نیکیاں اور دوسرے میں برائیاں تولی جائیں گی، یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ترازو ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ کئی سارے ترازو ہوں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ (الاعراف:۸)

ترجمہ: اور اس دن وزن کا ہونا اٹل حقیقت ہے۔

## پل صراط:

جہنم کے اوپر ایک پل لگایا گیا ہے جسے ہر ایک نے عبور کرنا ہے۔ مقربین میں سے بعض اسے پلک جھپکنے میں عبور کرلیں گے، بعض بجلی کی رفتار سے اسے عبور کریں گے، بعض ہوا کی رفتار سے عبور کریں گے، بعض پرندوں کی رفتار سے عبور کریں گے، بعض عمدہ گھوڑوں کی رفتار سے عبور کریں گے، ہر ایک کی رفتار اس کے ایمان واعمال کے بقدر ہوگی۔ جنہیں جنت میں جانا ہوگا وہ اس پل کو عبور کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے، اور جہنمی لوگ پل صراط پر لگے ہوئے کانٹوں اور کنڈوں سے پھنس کر جہنم میں جا گریں گے۔ سب سے پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے ساتھ اس پل کو عبور کریں گے، پھر باقی انبیاء اور رسل اس پل سے گزریں گے۔ نیک لوگوں کی زبان پر یہ ورد ہوگا "اے اللہ سلامت رکھنا، اے اللہ سلامت رکھنا"۔ پل صراط ایک حقیقی پل ہے جو باقاعدہ نظر آئے گا اور محسوس ہوگا، کوئی تخیلاتی افسانہ نہیں ہے، باقی اس کی اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا (مریم:۷۱)

ترجمہ: اور تم میں سے کوئی نہیں ہے جس کا اس (دوزخ) پر گذر نہ ہو۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ: قَالَ وَيُضْرَبُ جِسْرٌ عَلَى جَهَنَّمَ قَالَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَبِهَا كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ تَعَالَى۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ رسول ﷺ سے روایت فرماتے ہیں: اور جہنم کا پل بچھایا جائے گا، نبی ﷺ نے فرمایا تو سب سے پہلے گذرنے والا میں ہوں گا، اور پیغمبروں کی دعا اس دن یہ ہوگی "اے رب سلامت رکھنا، اے رب سلامت رکھنا"، اور اس پل کے ساتھ کنڈے ہوں گے سعدان کے کانٹوں کی طرح، کیا نہیں دیکھے تم نے سعدان کے کانٹے؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، فرمایا پس وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہیں لیکن ان کی بڑائی کو اللہ ہی جانتا ہے، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے اچک لیں گے۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: ﷺ شِعَارُ الْمُؤْمِنِ عَلَى الصِّرَاطِ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ۔

(جامع ترمذی: ۵۲۰/۲)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا شعار پل صراط پر "رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ" (اے رب سلامت رکھنا، اے رب سلامت رکھنا) ہوگا

## حوضِ کوثر:

کوثر عربی زبان میں "خیرِ کثیر" کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو کوثر یعنی خیرِ کثیر عطا فرمائی ہے، اس سے دنیا وآخرت کی تمام قسم کی خیریں، بھلائیاں اور نعمتیں مراد ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت حوضِ کوثر ہے جو آپ کو میدانِ محشر میں عطا ہوگا، جس کی لمبائی چوڑائی سینکڑوں میل پر محیط ہوگی، دو پرنالوں کے ذریعے سے اس میں جنت کی نہر کا پانی گرے گا۔ جو اس حوض سے ایک مرتبہ پانی پی لے گا، اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ حوضِ کوثر پر حاضری میزانِ عمل سے پہلے ہوگی، ہوسکتا ہے بعضوں کی اس سے بھی پہلے اور بعضوں کی میزانِ عمل کے بھی بعد ہو۔ بعض لوگ حوضِ کوثر پر حاضر ہوں گے، فرشتے یہ کہہ کر انہیں دھتکار دیں گے کہ یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپ ﷺ کے بعد دین میں نئی نئی بدعات داخل کر لی تھیں۔ ہر

نبی کو اپنی اپنی امت کے لیے حوض عطا ہوگا، مگر سب سے بڑا حوض حضورِ اکرم ﷺ کا ہوگا، اور آپ ﷺ کے حوض کوثر پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔

## حدیث سے دلیل:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْه، قَالَ الْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيْرُ الَّذِيْ أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهُ۔

(صحیح البخاری: ۲/ ۹۷۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوثر سے مراد وہ خیرِ کثیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی۔

عن سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ (صحیح البخاری: ۲/ ۹۷۴)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا میر ساماں ہوں گا حوض پر جو میرے پاس آئے گا پیے گا اور جو پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، البتہ ضرور میرے پاس ایسے لوگ آئیں گے جن کو میں پہچان لوں گا اور وہ مجھے پہچان لیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان (پردہ) حائل کر دیا جائے گا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِنَهْرٍ حَافَتَاهُ خِيَامُ اللُّؤْلُؤِ فَضَرَبْتُ بِيَدِي إِلَى مَا يَجْرِي فِيهِ الْمَاءُ فَإِذَا مِسْكٌ أَذْفَرُ قُلْتُ مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ قَالَ هَذَا الْكَوْثَرُ الَّذِي أَعْطَاكَهُ اللهُ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو اچانک میں ایک جاری نہر کے پاس تھا جس کے کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے، میں نے پانی میں ہاتھ لگایا تو وہ خوشبودار مشک تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کا رب آپ کو عطا کرے گا۔

## شفاعت:

قیامت کے دن شفاعت بھی ہوگی، لیکن شفاعت نہ تو ہر کوئی کر سکے گا اور نہ ہی ہر کسی کی کر سکے گا، خاص لوگوں کو شفاعت کی اجازت ہوگی اور خاص لوگوں کے لیے ہوگی۔ سب سے بڑی اور سب سے پہلی شفاعت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی، جس کو شفاعتِ کبریٰ کہا جاتا ہے، جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مگر جب سراپا اطاعت یعنی ہر طرح سے محکوم ہوئے تو پھر ان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے طور پر جسے چاہیں بخش دیں، جسے چاہیں عذاب دینے لگیں، یہ اختیار ہو تو محکوم نہ رہیں حاکم ہو جائیں، ہاں یہ بات البتہ متصور ہے کہ کسی کے لیے دعا، کسی کے لیے بد دعا کریں، کسی کے حق میں کلمہ خیر، کسی کے حق میں برا کلمہ کہیں، مگر جب وہ ہر طرح سے مقدس مانے گئے تو وہ اپنے خیر خواہوں کے خیر خواہ ہی بنیں گے بدخواہ نہ ہوں گے، کلمہ خیر ہی کہیں گے کوئی برا کلمہ نہ کہیں گے، سو اسی کو ہم شفاعت کہتے ہیں۔"

رسولوں اور پیغمبروں کی شفاعت ممکن لیکن پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفّارہ ہو جانا ممکن نہیں، یعنی یہ بات جو عیسائیوں کے اعتقاد میں جمی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتیوں کی طرف سے ملعونِ خدا ہوئے (نعوذ باللہ) اور تین دن تک ان کے عوض جہنم میں رہے ہرگز قرینِ عقل نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ (الإسراء:۷۹)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو جو تمہارے لیے ایک اضافی عبادت ہے، امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچائے گا۔

۞ مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ (البقرۃ: ۲۵۵)

ترجمہ: کون ہے جو اُس کے حضور اُس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ ». (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں پوری انسانیت کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے مجھے قبر سے اٹھایا جائے گا، اور سب سے پہلے میں سفارش کروں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔

## شفاعت کون کرے گا؟

شفاعت صرف وہی لوگ کریں گے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت ہوگی، بلا اجازت کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ شفاعت کی اجازت انبیاء، علماء، شہداء، اولیاء، حفاظ، صلحاء اور فرشتوں کو ہوگی، اسی طرح قرآن اور روزہ بھی سفارش کریں گے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللہ عَنْہ مَرْفُوْعًا: فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّونَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْقَ إِلاَّ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳/۱)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے کہ فرشتوں نے سفارش کرلی اور نبیوں نے سفارش کرلی اور مومنین نے بھی سفارش کرلی اور نہیں باقی رہ گیا مگر اللہ ارحم الراحمین۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ شُفِّعَ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ. (مسند احمد: ۱۸۵/۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کیا تو اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے رب میں نے اس کو دن میں کھانے پینے اور شہوات سے

روکے رکھا لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول کی جائے، اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کو سونے سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے متعلق میری سفارش قبول کی جائے تو ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

## اقسام شفاعت:

① **شفاعت کبریٰ:** سب سے پہلی شفاعت، شفاعت کبریٰ ہے، جو حضور اکرم ﷺ میدانِ محشر کی سختی میں تخفیف اور حساب وکتاب شروع کروانے کے لئے فرمائیں گے۔

② **دوسری شفاعت:** حساب وکتاب میں سہولت اور آسانی کے لئے ہوگی کہ ان لوگوں کے حساب وکتاب میں سہولت اور آسانی کا معاملہ کیا جائے۔

③ **تیسری شفاعت:** بعض اہلِ ایمان کے جنت میں درجات بلند کرنے کے لئے ہوگی کہ جو درجہ اس مومن کو عطا ہوا ہے، اس سے اونچا درجہ عطا فرما دیا جائے۔

④ **چوتھی شفاعت:** ان گناہ گاروں کے لئے ہوگی جن کے لئے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہوگا کہ ان کی خطا معاف فرما دی جائے اور انہیں جہنم میں داخل نہ کیا جائے۔

⑤ **پانچویں شفاعت:** ان گناہ گاروں کے لئے ہوگی جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے اور یہ شفاعت انہیں جہنم سے باہر نکالنے کے لئے ہوگی۔

⑥ **چھٹی شفاعت:** ان لوگوں کے حق میں ہوگی جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی یعنی اصحاب اعراف کے بارے میں کہ ان کو اعراف سے نکال کر جنت میں داخل فرما دیا جائے۔

⑦ **ساتویں شفاعت:** بعض لوگوں کو بلا حساب وکتاب جنت میں داخل کروانے کے لئے ہوگی، چنانچہ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ اس شفاعت کے نتیجے میں بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے۔

⑧ **آٹھویں شفاعت:** مستحقین عذاب کے عذاب میں تخفیف کے لئے ہوگی۔

## شفاعت کا مستحق:

شفاعت صرف اہلِ ایمان کے لئے ہوگی، کیونکہ اہل ایمان ہی قابل معافی ومغفرت ہیں۔ کافروں، مشرکوں اور ان لوگوں کے لئے جن کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا ہوگا، جہنم سے خلاصی کی کوئی شفاعت نہیں ہوگی۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بیان فرمائیں۔

① میدانِ حشر میں لوگوں کی مختلف کیفیات درج ذیل عنوانات کو ذہن میں رکھ کر بیان فرمائیں؟

(۱) لباس کے حوالے سے

(۲) تعلقات اور رشتہ داروں کے حوالے سے

(۳) روزِ قیامت کی گرمی اور پسینہ کے حوالے سے۔

② میدانِ محشر میں لوگوں کے چہروں کی قرآن مجید نے کیا کیفیت بیان فرمائی ہے؟

③ قیامت کے دن حساب کتاب کس طرح شروع ہوگا؟

④ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلی کس طرح ہوگی؟

⑤ اعمال نامے کس طرح تقسیم ہوں گے؟

⑥ "وزنِ اعمال" سے کیا مراد ہے؟ وزنِ اعمال کی تفصیل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرمائیں؟

⑦ پل صراط کے بارے میں قرآن وسنت میں کیا ارشادات وارد ہوئے ہیں؟

⑧ شفاعت سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

⑨ میدانِ قیامت میں اعمال کا وزن کس طرح ہوگا؟

⑩ علاماتِ قیامت اور عالمِ آخرت کے اس سبق کو پڑھنے سے ہمیں کیا نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے؟

**سوال نمبر ۲** صحیح اور غلط میں ( ✓ ) نشان کے ساتھ امتیاز کیجیے اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان فرمائیں۔

① عالمِ آخرت پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے مگر اس بارے میں بیان ہونے والی تفصیلات کے انکار کی گنجائش ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

② قیامت کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

③ قیامت کے دن کسی فرد کو کسی قسم کی شفاعت کا اختیار نہیں ملے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

④ قیامت میں وزنِ اعمال دو مرتبہ ہوگا، ایک مرتبہ مومن اور کافر کو الگ الگ کرنے کے لیے، دوسری مرتبہ نیک و بد میں امتیاز کرنے کے لیے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑤ پل صراط ایک تخیلاتی افسانہ ہے اس کے انکار کی گنجائش ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑥ قیامت کے دن وزن پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں شامل ہے مگر اعمال کے وزن کی کیفیت اور ترازو کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..............................................................................................................

⑦ دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کرنے والے کو حوضِ کوثر سے محروم کردیا جائے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..............................................................................................................

⑧ قیامت کے دن ہر شخص کا حساب کتاب ہوگا، کوئی فرد بھی حساب کتاب سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..............................................................................................................

⑨ اعمال ناموں کے دائیں اور بائیں ہاتھ پر تقسیم کا عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے، اس کا انکار کفر ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..............................................................................................................

⑩ میدانِ حشر میں اہلِ ایمان کے ساتھ ساتھ کافروں، مشرکوں، ملحدوں اور منافقوں کے لیے شفاعت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..............................................................................................................

**سوال نمبر ③** درست جگہ (✓) کا نشان لگا کر اپنی ایمانی تازگی کا ثبوت دیں۔

① حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے پہلے پہلے ان چیزوں کا ہونا یقینی ہے۔

☐ پل صراط کا قیام ☐ دجال کا ظہور

☐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ☐ وزنِ اعمال

☐ بڑے بڑے جھوٹے نبوت کے دعویدار ☐ حوضِ کوثر

② اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے عرش کے سائے تلے جگہ عطا فرمائیں گے۔

☐ تمام انسانوں کو ☐ تمام مسلمانوں کو

☐ سات قسم کے افراد کو (جن کا بیان حدیث میں ہے)

☐ جن افراد کی سفارش کر دی گئی

③ عالمِ آخرت کی درج ذیل چیزوں پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے جن کا انکار کرنا کفر اور گناہ ہے۔

☐ پل صراط ☐ وزن اعمال ☐ حساب کتاب

☐ شفاعت ☐ حوض کوثر ☐ ایک دوسرے کا تعاون اور نصرت

☐ ہر مسلمان کی مغفرت اور بخشش

④ خروجِ دجال اور نزولِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا، مگر اس کی تشریح قرآن و سنت اور اجماعِ امت سے ہٹ کر اپنی خواہشِ نفس سے بیان کرنا۔

☐ شرک فی العلم ☐ کفر الحاد و زندقہ ☐ کفرِ نفاق

☐ وسعتِ ظرفی کی علامت ☐ وسعتِ مطالعہ اور علمی رسوخ کی علامت

⑤ میدانِ قیامت میں شفاعت کا حق ملے گا۔

☐ ہر مسلمان کو ☐ صرف انبیاء علیہم السلام کو

☐ انبیاء، علماء، شہداء، اولیاء، حفاظ اور صلحاء کو ☐ کسی کو بھی نہیں

⑥ میدانِ قیامت میں ان لوگوں کے چہرے تروتازہ اور روشن ہوں گے۔

☐ تمام انبیاء کرام علیہ السلام ☐ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

☐ اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم ☐ نیک اہلِ ایمان

☐ تمام اغنیاء اور مالدار لوگ ☐ حکمران اور بڑے بڑے عہدیدار

⑦ شفاعت کا باب بہت وسیع ہوگا مگر درج ذیل لوگوں کے لیے سفارش کی اجازت نہیں ہوگی۔

☐ تمام کبیرہ گناہ کرنے والے ☐ سودخور اور شراب پینے والے

☐ منافق ☐ کفر کی پانچ اقسام میں کسی میں شامل فرقہ

☐ کسی طرح کا شرک کرنے والا ☐ سود اور شراب کو حلال سمجھنے والے

☐ بے نمازی اور حرام کمائی والا

☐ شعائرِ دین اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا مذاق اڑانے والا

☐ توحید، رسالت اور تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لانے مگر باطل مذاہب (عیسائیت، قادیانیت، یہودیت) وغیرہ، سے بیزاری کا اعلان نہ کرنے والا

☐ تبلیغ اور جہاد میں حصہ نہ لینے والا ☐ تبلیغ اور جہاد کا انکار اور توہین کرنے والا

⑧ روزِ قیامت درج ذیل بزرگ ہستی کی سفارش سے حساب کتاب شروع ہوگا۔

☐ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ☐ حضرت موسیٰ علیہ السلام

☐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ☐ حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☐ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ☐ اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم

⑨ درج ذیل امور میں غالب گمان کافی ہے اور سو فیصد یقین ضروری نہیں۔

☐ وضوء کے لیے پانی کی طہارت ☐ نماز میں قبلہ کی سمت ہونا

☐ وزنِ اعمال اور حساب کتاب ☐ خروجِ دجال اور نزولِ سیدنا مسیح علیہ السلام

☐ یاجوج ماجوج کا خروج ☐ نماز کے لیے بدن اور لباس کی طہارت

☐ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کسی کا مستحق ہونا

☐ سود، شراب، جوا وغیرہ کی حرمت کا

⑩ جتنی باتیں ضروریاتِ دین میں سے ہیں ان میں درج ذیل معیار کے مطابق ایمان لانا شرط ہے، اس سے کم درجہ کفر ہے۔

☐ اکثر ضروریاتِ دین پر ☐ آدھی ضروریاتِ دین پر

☐ کچھ نہ کچھ ضروریاتِ دین پر ☐ تمام کی تمام ضروریاتِ دین پر

☐ تمام ضروریاتِ دین کو مان کر ان کا مطلب اپنی مرضی سے بیان کرنا

☐ تمام ضروریات کو غالب گمان کے درجہ میں تسلیم کرنا

## سبق نمبر (۱۲)

# جنت

### جنت کا ثبوت:

جنت حق ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعام کی جگہ ہے، اس کی لمبائی، چوڑائی بے حد وحساب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت اور وہ جنت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے تیزی دکھاؤ جس کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

❁ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ (ق: ۳۱)

ترجمہ: اور پرہیز گاروں کے لیے جنت اتنی قریب کردی جائے گی کہ کچھ بھی دور نہ رہے گی۔

### جنت کا وجود:

جنت پیدا ہو چکی ہے اور اس وقت موجود ہے۔

### حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: «لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيلَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا. فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لاَ يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلاَّ دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لاَ يَدْخُلَهَا أَحَدٌ». قَالَ: « فَلَمَّا خَلَقَ

اللَّهُ النَّارَ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا. فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لاَ يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا. فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لاَ يَبْقَى أَحَدٌ إِلاَّ دَخَلَهَا». (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمادیا تو ارشاد فرمایا اے جبرائیل! جاؤ اور جنت کو دیکھ کر آؤ، (فرماتے ہیں) پس جبرائیل علیہ السلام گئے اور جنت کو دیکھ کر آئے اور عرض کیا: اے رب تیری عزت کی قسم کہ کوئی بھی شخص جو اس کے بارے میں سنے گا تو ضرور اس میں داخل ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کو مشقتوں سے ڈھانپ دیا اور فرمایا: کہ جاؤ اور جنت کو دیکھ کر آؤ، جبرائیل علیہ السلام گئے اور جنت کو دیکھ کر آئے اور عرض کیا کہ: تیری عزت کی قسم مجھے خوف ہے کہ اس میں ایک شخص بھی داخل نہ ہو سکے گا، پھر جہنم کو پیدا فرمایا اور حکم فرمایا کہ اے جبرائیل جاؤ اور جہنم کو دیکھ کر آؤ، جبرائیل علیہ السلام گئے اور اور جہنم کو دیکھا، اور عرض کیا: (اے رب) تیری عزت کی قسم کوئی شخص بھی اس کے بارے میں نہیں سنے گا جو اس میں داخل ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو شہوات سے ڈھانپ دیا اور فرمایا کہ جاؤ اور دیکھ کر آؤ، جبریل علیہ السلام گئے دیکھا اور عرض کیا کہ اے رب! تیری عزت کی قسم مجھے خوف ہے کہ کوئی ایک شخص بھی اس میں داخل ہونے سے بچ نہ سکے گا۔

## جنت میں داخلہ کا وقت:

اہلِ جنت، جنت میں قیامت کے بعد داخل ہوں گے، قیامت سے پہلے کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا، سوائے آدم وحوا علیہما السلام کے کہ وہ زمین پر آنے سے پہلے جنت میں رہ چکے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (البقرۃ: ۳۵)

ترجمہ: اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو جی بھر کر کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہیں جانا ورنہ تم ظالموں میں سے شمار ہو گے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ فَأَقُولُ مُحَمَّدٌ. فَيَقُولُ بِكَ أُمِرْتُ لاَ أَفْتَحُ لأَحَدٍ قَبْلَكَ». (صحیح مسلم: ۱/ ۱۱۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازے پر دستک دوں گا، تو خازن پوچھے گا کہ آپ کا تعارف؟ تو میں جواب دوں گا کہ محمد، تو داروغہ کہے گا آپ ہی کے لیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے نہیں کھولوں گا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « أَنَا أَكْثَرُ الأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ». (صحیح مسلم: ۱/ ۱۱۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن تمام نبیوں سے زیادہ متبعین میرے ہوں گے اور سب سے پہلے میں ہی جنت کے دروازے پر دستک دوں گا۔

## جنت دائمی ہے:

جنت دائمی ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی اور اہلِ جنت بھی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ (ھود: ۱۰۸)

ترجمہ: اور جو لوگ خوشحال ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے الا یہ کہ تمہارے رب کو ہی کچھ اور منظور ہو، یہ اللہ کی عطا ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔

۞ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ (الزمر: ۷۳)

ترجمہ: اور جنت کا داروغہ اہل جنت سے کہے گا کہ تم پر سلامتی ہو، تم خوب رہے، ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « يُدْخِلُ اللّٰهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فَيَقُولُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لاَ مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لاَ مَوْتَ كُلٌّ خَالِدٌ فِيمَا هُوَ فِيهِ». (الصحيح لمسلم/الحديث: ۷۳۶۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں داخل فرما دیں گے اور اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل فرما دیں گے، پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا اور کہے گا کہ اے اہلِ جنت اب موت نہیں ہے اور اے اہلِ جہنم اب موت نہیں آئے گی ہر ایک جس میں داخل ہوا اسی میں رہے گا۔

## جنتی کو جنت سے نکالا نہیں جائے گا:

جو ایک مرتبہ جنت میں داخل ہو جائے گا، وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ (الحجر: ۴۸)

ترجمہ: اہلِ جنت کو نہ کوئی مشقت چھوئے گی اور نہ وہ جنت سے نکالے جائیں گے۔

## جنت کا مستحق:

جنت میں اہلِ ایمان ہی داخل ہوں گے، اگر چہ سزا بھگتنے کے بعد ہی کیوں نہ داخل ہوں۔ کوئی کافر ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط (الاعراف: ۴۰)

ترجمہ: اور کافر لوگ جنت میں اس وقت تک نہیں داخل ہو سکتے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو جائے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ». قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ « وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ». قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ

سَرَقَ قَالَ « وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ » . ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ « عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ . (صحیح مسلم: ۱/ ۶۶)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ بھی جو لا الہ الا اللہ کہے اور پھر اسی پر اس کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ زانی اور چور ہی کیوں نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چہ وہ زانی اور چور ہی کیوں نہ ہو، میں نے پھر عرض کیا کہ اگر چہ وہ زانی اور چور ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چہ وہ زانی اور چور ہی کیوں نہ ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ زانی اور چور ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چہ وہ زانی اور چور ہی کیوں نہ ہو، اور اگر چہ ابوذر کو نا گوار لگے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ فَقَالَ « مَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ » . (صحیح مسلم: ۱/ ۶۶)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول دو واجب کرنے والی چیزیں کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس حال میں وفات پا جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس حال میں مر جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

## جنت کے فنا کا قائل:

جو شخص جنت کے فنا ہونے کا قائل ہے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس لئے کہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے جنت کا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنا ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝﴾ (النساء: ۱۲۲)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو عنقریب ہم ان کو ایسی جنتوں میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور اللہ سے بڑھ کر بات میں کون سچا ہو سکتا ہے؟

## جنت کا منکر:

جو شخص جنت کو اللہ تعالیٰ کے انعام کی حقیقی جگہ نہیں سمجھتا بلکہ جنت کو ایک تخیلاتی جہاں سے تعبیر کرتا ہے، وہ درحقیقت جنت کا منکر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

**ان ما اخبر اللہ تعالیٰ من الحور والقصور والانہار والاشجار والاثمار لاھل الجنۃ حق خلافا للباطنیۃ والعدول عن ظواھر النصوص الیمعان یدعیھا اھل الباطنیۃ الحاد۔**

(شرح فقہ اکبر: ۱۳۳)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے حوروں، محلات، نہروں، درخت اور پھلوں کی جو خبر دی ہے وہ سچ اور حق ہے، برخلاف باطنیہ کے۔ اور نصوص کو ان کے ظاہری معانی سے ایسے معانی کی طرف لے جانا جو اہلِ باطنیہ بیان کرتے ہیں الحاد ہے۔

## جنت عیش وآرام کی جگہ:

جنت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام اور عیش وآرام کی جگہ ہے جنت میں ملنے والی کچھ نعمتوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، جنت کی جو نعمتیں قرآن کریم یا طریق متواتر سے معلوم ہیں ان پر ایمان لانا فرض ہے، مثلاً جنت میں کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہوگا، جنت میں ملنے والی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوں گی، وہاں جنتی کی ہر خواہش پوری ہوگی، جنت میں حق تعالیٰ کی رضاء اور اس کا دیدار نصیب ہوگا، اہلِ جنت کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے کھلے ہوں گے، ہر جنتی کے گھر میں چار نہریں ہوں گی، پانی کی نہر، تازہ دودھ کی نہر جس کا ذائقہ خراب نہیں ہوگا، پاکیزہ شراب کی نہر اور صاف ستھرے شہد کی نہر، تمام جنتی کامیاب قرار دیئے جائیں گے، اہلِ جنت کے دل میں اگر ایک دوسرے کی طرف سے کوئی رنجش، کدورت، یا عداوت ہوگی اللہ تعالیٰ اس کو دلوں سے نکال دیں گے، اہلِ جنت، جنت میں بالکل خوشی خوشی اور بھائی بھائی ہوکر رہیں گے، جنت میں اونچے اونچے باغات ہوں گے جن کے خوشے لٹک رہے ہوں گے، جنتیوں کے لئے ریشم کا لباس اور سونے چاندی کے کنگن ہوں گے، جنت میں انار، انگور، کیلے اور مختلف اقسام کے میوے اور پھل ہوں گے، پرندوں کا گوشت اور حوریں ہوں گی، لمبے سائے اور پانی کی بہتی آبشاریں ہوں گی، جنت کی یہ نعمتیں قرآن کریم میں بیان کی گئیں ہیں، ان پر اور ان کے علاوہ دوسری ان نعمتوں پر جو قرآن کریم یا احادیث متواترہ میں بیان کی گئیں ہیں، ایمان لانا فرض ہے،

ان میں سے کسی ایک نعمت کے انکار سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴿۴۹﴾ (الاعراف:۴۹)

ترجمہ: جنت میں داخل ہوجاؤ تم پر کوئی خوف نہیں آئے گا اور نہ تم غمگین ہوگے۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ (الفرقان:۱۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے: کیا یہ (عذابات) بہتر ہیں یا وہ ہمیشہ کی جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

❁ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ﴿۱۰۲﴾ (الانبیاء:۱۰۲)

ترجمہ: اور وہ اپنی من پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

❁ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ (التوبة:۲۱)

ترجمہ: ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت اور رضامندی کی خوشخبری سنائے گا۔

❁ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴿۲۳﴾ (القیمة:۲۲۔۲۳)

ترجمہ: بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

❁ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس:۲۶)

ترجمہ: جن لوگوں نے بہتر کام کیے ہیں، بہترین حالت انہی کے لیے ہے اور کچھ زیادہ بھی۔

❁ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴿۳۵﴾ (ق:۳۵)

ترجمہ: ان کے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس کچھ زیادہ بھی ہے۔

❁ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ (محمد:۱۵)

ترجمہ: جس جنت کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے اندر ایسے پانی کی نہریں ہوں گی جو خراب نہیں ہوگا، اور ایسے دودھ کی نہریں ہوں گی جس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا، اور ایسی شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لیے سراپا لذت ہوگی، اور نتھرے ہوئے شہد کی نہریں ہوں گی، اور ان کے لیے جنت میں ہر طرح کے میوے ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔

۞ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ (الحجر: ۴۷)

ترجمہ: اور ان کے سینوں میں جو رنجشیں ہوں گی وہ ہم نکال پھینکیں گے، وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

۞ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ (الحاقۃ: ۲۲-۲۳)

ترجمہ: بلند و بالا جنت میں، جس کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہوں گے۔

۞ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ (الرحمٰن: ۵۴)

ترجمہ: اور دونوں باغوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔

۞ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ (فاطر: ۳۳)

ترجمہ: جنت میں سونے کے کنگنوں اور موتیوں کے زیور پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

۞ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ (الکہف: ۳۱)

ترجمہ: جنت میں سونے کے کنگنوں سے زیور پہنایا جائے گا اور وہ باریک اور دبیز ریشم سے سبز رنگ کا لباس پہن کر اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، کتنا بہترین اجر اور کیسی حسین آرام گاہ ہے۔

۞ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ (الواقعۃ: ۳۶-۳۸)

ترجمہ: ان عورتوں کو ہم نے کنواریاں بنایا ہے، محبت سے بھری ہوئی، عمر میں برابر، یہ سب دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہے۔

۞ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ (الرحمٰن: ۷۲)

ترجمہ: حوریں جنہیں خیموں میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔

۞ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ (الدخان: ۵۴)

ترجمہ: اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کا ان سے نکاح کر دیں گے۔

۞ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ (الواقعۃ: ۲۱-۲۳)

ترجمہ: اور ان پرندوں کا گوشت ہوگا جو وہ چاہیں گے، اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسے جیسے چھپے ہوئے موتی۔

## خبر واحد میں جنت کی نعمت کا ذکر:

جنت کی بعض نعمتیں اخبار آحاد میں بیان کی گئی ہیں، ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، تاہم ان کے انکار سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

## دیدارِ باری تعالیٰ:

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی کو نصیب نہیں ہوسکتا، جنت میں ہر جنتی کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور دیدار الٰہی جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٠٣﴾ (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ: اس کو نگاہیں نہیں پاسکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے اور اس کی ذات اتنی ہی لطیف اور خبر رکھنے والی ہے۔

❁ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس:۲۶)

ترجمہ: جن لوگوں نے بہتر کام کیے ہیں، بہترین حالت انہی کے لیے ہے اور کچھ زیادہ بھی۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ - قَالَ- يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ -قَالَ- فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ ». (الصحیح لمسلم/الحدیث: ۴۶۷)

ترجمہ: حضرت صہیبؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کسی اور چیز کی خواہش ہے جو تم پر زیادہ کی جائے؟ تو جنتی لوگ عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کردیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کردیا اور جہنم سے ہمیں نجات دے دیدی؟ فرماتے ہیں پس اللہ تعالیٰ حجاب دور فرمادیں گے، (اب انہیں معلوم ہوگا) کہ اللہ عزوجل کی زیارت سے بڑھ کر انہیں کوئی چیز نہیں دی گئی۔

## جنت میں داخلہ اللہ پر واجب نہیں:

تمام اہلِ جنت کا جنت میں داخلہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے ہوگا جنت میں کسی کا داخلہ اللہ تعالیٰ پر واجب اور ضروری نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ۝۲۳ (الانبیاء:۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو بھی کریں اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّهُ لَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ ». قَالُوا وَلاَ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ « وَلاَ أَنَا إِلاَّ أَنْ يَتَغَمَّدَنِىَ اللَّهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ ». (الصحیح لمسلم/الحدیث: ۷۳۰۰)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ سیدھے ہو جاؤ اور آپس میں قریب ہو جاؤ اور بشارتیں سناؤ، اس لیے کہ کوئی ایک بھی اپنے عمل سے جنت میں ہرگز داخل نہ ہو سکے گا، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ بھی؟ آپ نے فرمایا میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور جان لو کہ اللہ کے ہاں بہتر عمل دائمی ہے اگر چہ کم ہو۔

## کافر پر جنت حرام:

جنت کافر و مشرک پر حرام ہے، کوئی کافر، مشرک اور منافق ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ (المائدۃ:۷۲)

ترجمہ: بیشک جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ (فاطر:۳۶)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہوگی، ان پر موت طاری نہیں کی جائے گی کہ وہ مرجائیں اور نہ ہی ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی، ہر کافر کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم۔

۞ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ (الاعراف:۴۰)

ترجمہ: اور وہ جنت میں داخل نہ ہوسکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہوجاتا۔

# اعراف

## اعراف کی حقیقت:

جنت اور جہنم کے درمیان ایک اونچی دیوار حائل ہوگی، اس کا نام "اعراف" ہے، اس جگہ نہ تو جنت جیسی راحت ہوگی اور نہ ہی جہنم جیسا عذاب ہوگا، وہ لوگ جن کے لئے ابتدائی طور پر جنت کا فیصلہ نہیں ہوگا، کچھ مدت یہاں ٹھہریں گے، جنتیوں کو ان کے سفید چہروں اور جہنمیوں کو ان کے سیاہ چہروں سے پہچانیں گے، جنتیوں اور جہنمیوں سے ہم کلام بھی ہوں گے، اصحاب الاعراف بالآخر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

## اَعراف کے مکین:

اعراف میں وہ لوگ ہوں گے جنہیں مستقبل میں جنت میں داخل ہونا ہوگا، بعض عوارض کی بناء پر کچھ دیر اعراف میں رکھے جائیں گے، ان عوارض میں سے نیکیوں اور بدیوں کا برابر ہونا، یا نیکیوں کی وجہ سے پل صراط سے گذر کر جہنم سے بچ جانا اور نیکیوں کی کمی کی وجہ سے فی الحال جنت میں داخل نہ ہوسکنا، یا والدین کی اجازت کے بغیر جہاد فرض کفایہ میں شرکت کرنا وغیرہ ہوسکتا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

حضرت حذیفہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ: اصحابِ اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی، لہٰذا اپنی برائیوں کی وجہ سے وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکے، اور ان کی نیکیوں

نے ان کو آگ سے بچالیا، پس یہ لوگ وہاں ٹھہرے رہیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اپنی منشاء کے مطابق فیصلہ فرمائیں، پھر اپنی رحمت کے ساتھ ان کو جنت میں داخل کردیں گے، اور یہ لوگ سب سے آخری ہوں گے جو جنت میں داخل ہوں گے۔ (شعب الایمان)

شرحبیل بن سعد فرماتے ہیں کہ اصحابِ اعراف وہ لوگ ہوں گے جو اپنے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہوئے۔ حضرت مقاتل نے اپنی تفسیر میں مرفوعاً ایک روایت نقل کی ہے وہ یہ کہ: اصحابِ اعراف وہ لوگ ہوں گے جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد میں شریک ہوئے اور شہید ہوگئے، تو اللہ کے راستے میں قتل ہونے کی وجہ سے وہ جہنم سے تو بچ گئے لیکن والدین کی نافرمانی کی وجہ سے جنت سے روک دیے گئے، پس یہ لوگ آخر میں جنت میں داخل ہوں گے۔ (تفسیر بغوی)

اور مجاہدؒ نے روایت فرمایا ہے کہ: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے والدین میں سے ایک راضی تھا اور دوسرا ناراض، ان کو اعراف میں روک دیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائیں، پھر جنت میں داخل کردیے جائیں گے۔

## اصحابِ اعراف کی حالت:

اصحاب الاعراف جنتیوں کو دیکھ کر ان کو سلام کریں گے اور جنت میں جانے کی تمنا اور آرزو کریں گے، اور دوزخیوں کو دیکھ کر ان کے عذاب سے پناہ مانگیں گے، گویا بیک وقت جنت اور جہنم کے حالات کا مشاہدہ کریں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمادیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ۝۴۸ اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۝۴۹ (الاعراف: ۴۸-۴۹)

ترجمہ: اور اعراف والے ان لوگوں کو آواز دے کر کہیں گے جن کو ان کی علامات سے پہچانتے ہوں گے کہ تم کو تمہاری جمع پونجی نے کچھ نفع نہ دیا اور نہ ان لوگوں نے جن کو تم بڑا سمجھتے تھے، کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت نہیں پہنچے گی، (حالانکہ ان کو تو کہہ دیا گیا کہ) جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تم پر کوئی خوف ہوگا نہ تم غمگین ہوگے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ (الاعراف: ۴۶۔۴۷)

ترجمہ: اوران دوگرہوں (یعنی جنتیوں اور دوزخیوں) کے درمیان اہل آڑ ہوگی، اور اعراف پر (یعنی اس آڑ کی بلندیوں پر) کچھ لوگ ہوں گے جو ہر گروہ کو ان کی علامتوں سے پہنچانتے ہوں گے۔ اور وہ جنت والوں کو آواز دے کر کہیں گے: سلام ہو تم پر! وہ (اعراف والے) خود تو اس میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، البتہ اشتیاق کے ساتھ امید لگائے ہوئے ہو گے۔ اور جب ان کی نگاہوں کو دوزخ والوں کی سمت موڑا جائے گا تو وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ نہ رکھنا۔

# جہنم

## جہنم کا ثبوت:

جنت کی طرح جہنم بھی حق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی جگہ ہے، یہاں ہر طرح کا اور شدید قسم کا عذاب تیار کیا گیا ہے، جہنم پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ (ھود: ۱۰۶)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو بدحال ہوں گے وہ آگ میں ہوں گے، وہاں ان کی چیخنے چلانے کی آوازیں ہوں گی۔

## جہنم کا وجود:

جنت کی طرح جہنم بھی پیدا کی جا چکی ہے اور اس وقت موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ (الشعراء: ۹۱)

ترجمہ: اور دوزخ کھلے طور پر گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی۔

﴿ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٢٤﴾ (البقرۃ: ۲۴)

ترجمہ: بچو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

## جہنم میں داخلہ کا وقت:

جہنم میں اہلِ جہنم قیامت کے بعد ہی داخل ہوں گے، اس سے پہلے برزخ کا عذاب ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ قِيۡلَ ادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ‏ ﴿۷۲﴾ (الزمر:۷۲)

ترجمہ: کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ ہمیشہ اس میں رہو، پس کتنا برا ہے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا۔

❁ اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا‌ ۚ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ‏ ﴿۴۶﴾ (غافر:۴۶)

ترجمہ: وہ لوگ صبح اور شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، اور قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا اے آلِ فرعون سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ۔

❁ وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِىۡ جَحِيۡمٍ‌ ۖ‏ ﴿۱۴﴾ يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ الدِّيۡنِ‏ ﴿۱۵﴾ وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِيۡنَؕ‏ ﴿۱۶﴾

(انفطار:۱۴-۱۶)

ترجمہ: اور بدکار لوگ ضرور جہنم میں ہوں گے، وہ اس میں قیامت کے دن داخل ہوں گے، اور وہ اس سے غائب نہیں ہو سکتے۔

## جہنم کا عذاب:

جہنم کا عذاب کافروں کے لئے دائمی یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگا، گناہ گار مسلمانوں کے لئے عارضی عذاب ہوگا، وہ اگر اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئے تو ایک نہ ایک دن ضرور نکال لیے جائیں گے اور بالآخر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنۡهَا‌ ۖ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ‏ ﴿۳۷﴾

(المائدہ:۳۷)

ترجمہ: وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے باہر نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ایسا عذاب ہوگا جو قائم رہے گا۔

## گناہ گار مومن:

جہنم میں داخل ہونے والا، جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جا سکتا ہے، جیسے گناہ گار مسلمان، لیکن جنت میں داخل ہونے والے شخص کو نہ تو جنت سے نکالا جائے گا اور نہ ہی کبھی جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝ (ھود:۱۰۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو خوشحال ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں الّا یہ کہ تمہارے رب کو ہی کچھ اور منظور ہو، ایسی عطا ہے جو نہ ختم ہونے والی ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا آگ سے ہر ایسا شخص نکال دیا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی بھلائی ہو، آگ سے وہ تمام لوگ نکال دئے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دلوں میں ایک ذرے کے برابر بھی بھلائی ہو، اور وہ سب لوگ آگ سے نکال دیے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دلوں میں گندم کے دانے کے برابر بھی بھلائی ہو۔

## جہنم کے مستحق:

جہنم اور اس کا عذاب دراصل کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے، اسی لئے اس میں کفار ہمیشہ رہے گے۔ مسلمان اگر داخل بھی ہوں گے تو نکال لئے جائیں گے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ فَقَالَ «مَنْ مَاتَ لاَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ». (صحیح مسلم: ۱/ ٦٦)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول دو واجب کرنے والی چیزیں کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس حال میں وفات پا جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس حال میں مر جائے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

## یہود کا نظریہ اور اس کا بطلان:

یہود کا یہ نظریہ غلط ہے کہ ہم کچھ عرصے کے لئے جہنم میں داخل ہوں گے پھر نکل جائیں گے، اس کے رد میں قرآن کریم نے کہا ہے کہ وہ یہود و کفار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ (البقرۃ: ۸۰-۸۱)

ترجمہ: اور یہودیوں نے کہا کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے علاوہ آگ ہرگز نہ چھوئے گی، آپ کہہ دیجیے کہ: کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لیا ہوا ہے جس کی بنا پر وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا یا تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں خود نہیں پتا، (آگ تمہیں) کیوں نہیں (چھوئے گی) جو لوگ بھی بدی کماتے ہیں اور ان کی بدی ان کو گھیر لیتی ہے تو ایسے لوگ ہی جہنم کے باسی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۞ (آل عمران: ۲۴)

ترجمہ: یہودیوں نے کہا کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے علاوہ آگ ہرگز نہ چھوئے گی، اور انہوں نے جو

جھوٹی باتیں تراش رکھی ہیں ان باتوں نے ان کو ان کے دین کے معاملے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

## منکرِ جہنم کا حکم:

جہنم، جنت کی طرح ایک حقیقی مقام اور عذاب کی جگہ ہے، جو شخص جہنم کو حقیقی جگہ نہیں سمجھتا بلکہ ایک تخیّلاتی جہان یا کوئی غیر حقیقی چیز سمجھتا ہے، وہ در حقیقت جہنم کا منکر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

## جہنم غیر فانی ہے:

جنت کی طرح جہنم بھی دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، اس کے فنا کا قائل ہونا غلط نظریہ اور گمراہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ شَقُوۡا فَفِی النَّارِ لَهُمۡ فِیۡهَا زَفِیۡرٌ وَّشَهِیۡقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ (هود:۱۰۶۔۱۰۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو بدحال ہوں گے وہ آگ میں ہوں گے، وہاں ان کی چیخنے چلانے کی آوازیں ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہے۔ الا یہ کہ تمہارے رب کو کچھ اور منظور ہو۔

❁ قَالَ النَّارُ مَثۡوٰىكُمۡ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾ (الانعام:۱۲۸)

ترجمہ: کہا کہ آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو گے مگر یہ کہ تیرے پروردگار کو کچھ اور ہی منظور ہو، بیشک تیرا رب حکمت والا جاننے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا فضل وعدل:

اہلِ جنت کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہر نعمت وعطاء اس کا فضل وکرم ہوگا اور اہلِ جہنم کے لئے ہر عقوبت وسزا اس کا عدل وانصاف ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَوَقٰىهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿۵۶﴾ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۵۷﴾ (الدخان:۵۶۔۵۷)

ترجمہ: اور بچایا ان کو جہنم کے عذاب سے، یہ سب تمہارے رب کی طرف سے فضل ہوگا، یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

❁ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیۡ رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ ۚ لَهُمۡ مَّا یَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ

رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ (الشوریٰ:۲۲)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے، ان کے لیے ان کے رب کے ہاں ہر وہ چیز ہوگی جو چاہیں گے وہ، یہی وہ بڑا فضل ہے۔

❁ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

(فاطر:۳۵)

ترجمہ: اس ذات نے ہمیں ہمیشہ کے گھر میں اپنے فضل سے ٹھکانا دیا، اس میں ہمیں نہ کوئی مشقت چھو کر گذرے گی اور نہ کبھی کوئی تھکن پیش آئے گی۔

❁ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ (المائدۃ:۱۱۸)

ترجمہ: اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر آپ انہیں بخش دیں، تو بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

❁ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ (آل عمران:۱۸۲)

ترجمہ: اور بیشک اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

## جہنم میں کفار کا داخلہ ہمیشہ کے لیے ہوگا:

کافر نے اگر چہ تھوڑی مدت یعنی صرف دنیوی زندگی میں کفر کیا، اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالنا بالکل صحیح اور عدل وانصاف کے عین مطابق ہے، اس لئے کہ یہ کوئی ضابطہ اور اصول نہیں کہ سزا کا وقت جرم سے زیادہ نہ ہو، قاتل صرف پانچ سیکنڈ میں فائر کر کے کسی کو قتل کر دیتا ہے تو کیا اس کی سزا بھی صرف پانچ سیکنڈ قید ہوتی ہے؟ اس کی سزا عمر قید ہوتی ہے جو جرم کے وقت کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ معلوم ہوا سزا کا وقت، وقت جرم سے زیادہ ہونا عدل وانصاف کے منافی نہیں۔

نیز کافر کی نیت ہمیشہ ہمیشہ کافر رہنے کی ہوتی ہے، جیسے مسلمان کی نیت ہمیشہ ہمیشہ مسلمان رہنے کی ہوتی ہے، مسلمان ہمیشہ ہمیشہ مسلمان رہنے کی نیت کی بناء پر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا اور کافر ہمیشہ ہمیشہ کافر رہنے کی نیت اور عزم کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، کافر کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کرنا کوئی ظلم نہیں بلکہ عین عدل وانصاف ہے۔

وَاَمَّا نَفسُ الدُّخُولِ فَبِالفَضلِ المُجَرَّدِ حَیثُ لَایَجِبُ عَلَیہِ شَیئٌ، وَالخُلُودُ بِالنِیَّۃِ، کَمَا اَنَّ دَخُولَ الکُفَّارِ فِی النَّارِ بِمُجَرَّدِ العَدلِ وَالدَّرَکَاتِ بِحَسبِ اختِلَافِ مَالَھُم مِنَ الحَالَاتِ، وَالخُلُودِ بِاعتِبَارِ النِیَّاتِ۔ (شرح فقہ اکبر: ۱۵۶)

ترجمہ: اور بہر حال جنت میں نفسِ دخول تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا، کیونکہ اس پر کوئی چیز واجب نہیں، اور ہمیشہ رہنانیت کی وجہ سے ہوگا، جیسے کہ کافروں کا آگ میں داخل ہونا محض عدل اور درجات کی بنیاد پر ہوگا ان کے حالات کے اختلاف کے اعتبار سے، اور ہمیشہ رہنا نیتوں کی وجہ سے ہوگا۔

## جہنّم کے عذابات:

جہنم میں مختلف قسم کا عذاب ہوگا، جو عذاب قران کریم یا طریق متواتر سے ثابت ہے اس پر ایمان لانا فرض ہے مثلاً جہنم میں آگ کا عذاب ہوگا، آگ کا لباس ہوگا، جہنمیوں کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ اور کھالیں جھلس جائیں گی، وہ سخت عذاب کی وجہ سے جہنم سے نکلنا چاہیں گے، مگر نہیں نکل سکیں گے، مرنا چاہیں گے، مر بھی نہیں سکیں گے، پینے کے لئے پیپ اور سینڈھ ہوگی، جہنمی جسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا، مگر پی نہیں سکے گا، ہر طرف موت کا سامان ہوگا، مگر موت نہیں آئے گی۔ گلے میں طوق پہنا کر زنجیروں میں جکڑا جائے گا، کھانے کے لئے زخموں کا دھوون ہوگا، جہنمیوں کے چہروں کو آگ میں الٹا پلٹا جائے گا، جہنم میں کافر ومنافق سب جمع ہوں گے، جہنمیوں کے مال ومتاع کو جہنم کی آگ میں پگھلا کر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا، جہنم میں گرمی کا عذاب الگ ہوگا اور سردی کا عذاب الگ ہوگا، جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھرا جائے گا، جہنم ایک برا اور بدترین ٹھکانہ ہوگا، جہنمیوں کو جہنم میں ذلیل وخوار کر کے داخل کیا جائے گا، جہنم کے دروازے بند ہوں گے، جہنمیوں کے آنے پر ہی کھولے جائیں گے، جیسے جیل کا دروازہ قیدیوں کے آنے پر کھلتا ہے، جہنم کے سات دروازے ہیں، جہنم کی آگ جب کبھی ہلکی ہوگی اسے اور بھڑکا دیا جائے گا، جہنمی جہنم میں نہ تو زندہ جیسا ہوگا اور نہ ہی مردوں جیسا، جہنم میں مشرکوں کے ساتھ ان کے معبودان باطلہ کو بھی ڈالا جائے گا، کافر لوگ جہنم کی آگ کے لئے بطور ایندھن بھی ہوں گے، منافقین جہنم کے نچلے درجے میں ہوں گے، جہنم میں عذاب کی وجہ سے کافروں کی خوب چیخ وپکار ہوگی، جہنمیوں کے جسم پر گندھک کا لباس ہوگا، جہنمیوں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہوگی،

جہنمیوں کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے۔ایسا کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا جس سے ہونٹ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ جائیں گی، جہنم کی آگ اس قدر شدید ہوگی کہ دل پر براہ راست اثر کرے گی۔

جہنم کے یہ عذاب قران کریم میں بیان کیے گئے ہیں، ان پر اور ان کے علاوہ دیگر ان عذابوں پر ایمان لانا اور یقین کرنا فرض ہے، جو بطریق تواتر ثابت ہیں، ان میں سے کسی ایک عذاب کے انکار سے یا اس میں شک کرنے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ (فاطر:۳۶)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہوگی، ان پر موت طاری نہیں کی جائے گی کہ وہ مر جائیں، اور نہ ہی ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، ہر کفر کرنے والے کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں،

❁ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾

(الحج:۱۹)

ترجمہ: یہ دو گروہ کہ جھگڑا کیا انہوں نے اپنے رب کے بارے میں، پس کافروں کے لیے آگ کے کپڑوں سے لباس بنایا جائے گا، ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی، اور ان کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جب کبھی اس آگ سے تنگ آ کر نکلنا چاہیں گے تو انہیں پھر اسی میں لوٹا دیا جائے گا کہ چکھو آگ کا عذاب۔

❁ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ (الفرقان:۱۳۔۱۴)

ترجمہ: اور جب ڈال دیے جائیں گے وہ جہنم کی ایک تنگ جگہ میں اچھی طرح باندھ کر تو پکاریں گے وہاں موت کو، آج ایک موت کو مت پکارو کئی موتوں کو پکارو۔

۞ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍۙ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ۝۱۷ (ابراھیم: ۱۶۔۱۷)

ترجمہ: اس کے آگے جہنم ہے اور اسے پیپ کے پانی سے پلایا جائے گا، وہ اسے گھونٹ گھونٹ کر پیئے گا اور اسے ایسا محسوس ہوگا کہ وہ اسے حلق سے اتار نہیں سکے گا اور اس کے پاس ہر طرف سے موت آئے گی لیکن وہ مرے گا نہیں اور اس کے آگے ایک اور سخت عذاب ہے۔

۞ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا۝۲۹ (الکھف:۲۹)

ترجمہ: اور کہہ دیجیے: حق تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے، لہٰذا جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کرے، بیشک ظالموں کے لیے ہم نے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی، اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو ایسے پانی سے پلایا جائے گا جو تلچھٹ کی طرح ہوگا چہروں کو بھون ڈالے گا، کتنا برا پینا ہے اور کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

۞ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُۙ۝۳۰ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُۙ۝۳۱ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ۝۳۲ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِۙ۝۳۳ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ؕ۝۳۴ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌۙ۝۳۵ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍۙ۝۳۶ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ۠۝۳۷ (الحاقۃ:۳۰۔۳۷)

ترجمہ: ان کو پکڑ لو اور جکڑ دو پھر جہنم میں ڈال دو، پھر اسے ایسی زنجیر میں پرو دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ کے برابر ہو، بیشک یہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان نہیں لاتا تھا اور مسکین کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا، پس اس دن وہاں اس کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، اور نہ کھانا ہوگا مگر غسلین سے جس کو صرف خطا کار ہی کھاتے ہیں۔

۞ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۝۳۵ (التوبۃ:۳۵)

ترجمہ: اس دن خزانے کو گرم کیا جائے گا جہنم کی آگ میں اور اس کے ساتھ ان کے چہروں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ جس کو تم اپنے لیے جمع کرتے تھے اب چکھو اس کو جو تم جمع کرتے تھے۔

۞ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾ (النساء:۱۴۵)

ترجمہ: بیشک منافقین آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور ہر گز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

۞ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾ (طٰہٰ:۷۴)

ترجمہ: بیشک جو بھی اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو اس کے لیے جہنم ہے نہ تو اس میں مر سکے گا اور نہ زندہ رہ سکے گا۔

## خبرِ واحد میں عذاب کا ذکر:

جہنم کے جو عذاب و سزا خبر واحد سے ثابت ہیں ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، تاہم ان میں سے کسی کے انکار سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

# تقدیر

## تقدیر کی حقیقت:

تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔ تقدیر کا لغت میں معنیٰ ہے اندازہ کرنا، اور اصطلاح شریعت میں تقدیر کہتے ہیں کہ جو کچھ اب تک ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسی کے مطابق ہو رہا ہے۔

۞ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو وہی ہوتا ہے، جو منظور نہ ہو وہ نہیں ہوتا۔

۞ ہر اچھی اور بری چیز اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے کے مطابق ہے، کوئی اچھی یا بری چیز اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے سے باہر نہیں۔

## قضاء و قدر:

حق جل شانہ نے اس کارخانۂ عالم کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے علمِ ازلی میں اس کا نقشہ بنایا اور ابتداء تا انتہاء ہر چیز کا اندازہ لگایا، اس نقشہ بنانے اور طے کرنے کا نام تقدیر ہے اور اس کے مطابق اس کارخانۂ عالم کو بنانے اور پیدا کرنے کا نام قضاء ہے۔ اسی کو قضاء و قدر کہتے ہیں۔

## عقیدہ تقدیر مجبور محض نہیں بناتا:

عقیدہ تقدیر کو تسلیم کرنے سے انسان مجبور محض نہیں ہو جاتا بلکہ اس میں صفتِ ارادہ واختیار باقی رہتا ہے، جیسا کہ ہر آدمی کے مشاہدہ میں یہ بات ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جو کرنا چاہتا ہے کرتا ہے اور جو نہیں کرنا چاہتا نہیں کرتا۔

## تقدیر کی اقسام:

تقدیر کی دو قسمیں ہے:

**اول تقدیر مبرم:** یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل ہوتی ہے، اس میں کچھ بھی تغیر وتبدل نہیں ہوتا، لوحِ محفوظ میں ایک ہی بات لکھی ہوتی جو ہو کے رہتی ہے۔

**دوم تقدیر معلق:** یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل نہیں ہوتی، بلکہ اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔ اس تقدیر کو اللہ تبارک وتعالیٰ کسی دوسرے کام کے ساتھ معلق کر کے لکھتے ہیں کہ اگر فلاں کام ہوا تو فلاں دوسرا کام بھی ہوگا، اور اگر فلاں کام نہ ہوا تو دوسرا فلاں کام بھی نہیں ہوگا، مثلاً زید نے اپنے والدین کی خدمت کی تو اس کی عمر لمبی ہوگی اور اگر خدمت نہ کی تو اس کی عمر لمبی نہیں ہوگی۔

تقدیرِ مبرم اور تقدیرِ معلق بندوں کے اعتبار سے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں ہر تقدیر مبرم ہی ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر کام کے انجام اور خاتمہ کے متعلق ازل سے ہی واقف اور پوری طرح آگاہ ہیں۔

## تقدیر کے پانچ درجات اور مراتب ہیں:

ا۔ وہ امور جن کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازل میں فیصلہ فرمالیا تھا، ان امور سے متعلقہ تقدیر کو "تقدیرِ ازلی" کہتے ہیں۔

ب۔ وہ امور جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش کو پیدا کرنے کے بعد اور زمین وآسمان کو پیدا کرنے سے پہلے طے فرمایا۔

ج۔ وہ امور جو صلبِ آدم علیہ السلام سے ذریتِ آدم علیہ السلام کو نکالنے کے وقت یوم عہدِ الست میں طے کیے گئے۔

د۔ وہ امور جو بچے کے لئے اس وقت طے کیے جاتے ہیں جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔

ہ۔ وہ امور جو دیگر بعض امور پر موقوف کیے گئے ہیں۔

تقدیر کے ان پانچ درجات میں سے پہلے چار درجات تقدیر مبرم کے درجات ہیں جو کہ اٹل ہیں، ان میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ آخری درجہ تقدیرِ معلق کا ہے، اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔

## اعمال نہیں چھوڑ سکتے:

عقیدۂ تقدیر کی وجہ سے کسی کو یہ سوچ کر ایمان واعمال ترک نہیں کرنے چاہئیں کہ میرے بارے میں جو کچھ لکھا جاچکا ہے ہوکر رہے گا، میرے ایمان واعمال سے کیا ہوگا، کیونکہ اولاً کسی کو علم نہیں کہ اس کے بارے میں کیا لکھا ہے، جب علم نہیں تو اچھے کام ہی کرنے چاہئیں تاکہ انجام بھی اچھا ہو۔ ثانیاً، تقدیر میں جو نتائج لکھے ہیں وہاں اسباب وذرائع بھی لکھے ہیں، مثلاً تقدیر میں اگر یہ لکھا ہے کہ فلاں جنتی ہے، ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ایمان واعمال صالحہ کی وجہ سے جنتی ہے۔ ثالثاً، دنیا کے بارے میں کوئی یہ سوچ کر کہ جو کچھ مقدر ہے وہی ملے گا، اسبابِ حصولِ رزق ترک نہیں کرتا، آخرت کے بارے میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

## تقدیر کے متعلق بحث نہ کریں:

تقدیر کے متعلق بحث نہیں کرنی چاہئے اور اس میں زیادہ کھود کرید میں نہیں پڑنا چاہئے۔ احادیث مبارکہ میں اس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس موضوع کی اکثر باتیں انسانی سمجھ سے بالا ہیں۔

# برزخ وعذابِ قبر

## برزخ کی حقیقت:

برزخ کا لغوی معنی ہے پردہ۔ عالم برزخ سے مراد وہ جہان ہے جہاں انسان کو موت کے بعد سے لے کر قیامت قائم ہونے تک رہنا ہے۔ چونکہ یہ جہان اس سے پردے میں ہے اس لئے اس کو "عالم برزخ" کہا جاتا ہے۔

برزخ کسی خاص جگہ کا نام نہیں، موت کے بعد جس جگہ انسانی جسم یا اس کے اجزاء متفرق طور پر یا اکٹھے ہوں وہی اس کے لئے برزخ اور قبر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۝ (المومنون:۱۰۰)

ترجمہ: اوران کے پیچھے برزخ ہے ان کے اٹھائے جانے کے دن تک۔

## قبر کی حقیقت:

قبر کا اصلی اور حقیقی معنی یہی مٹی کا گڑھا ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے، تاہم قبر مٹی کے گڑھے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جہاں میت یا اس کے اجزاء ہوں گے وہی اس کی قبر ہے، خواہ وہ جگہ مٹی کا گڑھا ہو، سمندر کا پانی ہو یا جانوروں کا پیٹ ہو۔ تاہم دوسرے معنوں میں مجازاً قبر ہوگی۔

**فاما سؤال منكر ونكير فقال اهل السنة انه يكون لكل ميت سواء كان فى قبره أو فى بطون الوحوش أو الطيور أو مهاب الريح بعد أن أحرق وذرى فى الريح.** (اليواقيت والجواهر: ۲/ ۱۳۸)

ترجمہ: اور بہر حال منکر نکیر کا سوال، پس اہلِ سنت یہ کہتے ہیں کہ یہ ہر میت کے لیے ہے خواہ قبر میں ہو یا درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو، خواہ جلانے اور ہوا میں اڑانے کے بعد گرد وغبار میں مل جائے۔

## عالم برزخ میں جزاوسزا:

عالم برزخ میں جزاء وسزا کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ نیک شخص کو عالم برزخ میں راحت وآرام ملتا ہے اور اسے انعامات سے نوازا جاتا ہے، اور برے شخص کو سزا ملتی ہے اور اسے عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا۝

(نوح: ۲۵)

ترجمہ: ان کے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کر دیے گیے اور آگ میں داخل کر دیے گئے، پس انہوں نے اپنے لیے اللہ کے علاوہ کوئی مدد گار نہیں پایا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ ﷺ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ. (جامع ترمذی: ۲/ ۵۲۴)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

## عالم برزخ کے حالات کا تعلق روح وجسم دونوں سے:

عالم برزخ میں رونما ہونے والے ثواب وعذاب کے یہ احوال روح اور جسم دونوں پر واقع ہوتے ہیں اور یہ عنصری جسم روح سمیت برزخ کے ثواب وعذاب کو محسوس کرتا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ ». قَالَ « يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولاَنِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ ». قَالَ « فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ ». قَالَ « فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ ». قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا ». (صحيح مسلم)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس ہوجاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے، فرمایا کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس اس کو بٹھاتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں: تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ پس مومن کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، پس اس کو کہا جاتا ہے جہنم سے اپنا ٹھکانا دیکھ لے بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کے ٹھکانے کے ساتھ اس کو بدل دیا، نبی ﷺ نے فرمایا سب کو یہ دونوں جگہیں دکھائی جاتی ہیں۔

اتفق اهل الحق على ان الله يعيد الى الميت فى القبر نوع حياة قدر مايتألم ويتلذذ ويشهد بذلك الكتاب والاخبار والآثار..... وقد اتفقوا على ان الله تعالى لم يخلق فى الميت القدرة والافعال الاختيارية فلهذا لايعرف حياته كمن اصابته سكتة.

(شرح مقاصد: ٣/ ٣٣٦)

ترجمہ: اہلِ حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف حیات کی اتنی مقدار لوٹا دیتے ہیں کہ جس سے وہ تکلیف ولذت کو محسوس کر سکے۔ اس بات پر کتاب وسنت اور آثار شاہد ہیں۔۔۔۔ اور اہلِ حق کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میت میں قدرت اور اختیاری افعال کی صلاحیت پیدا نہیں فرمائی اسی وجہ سے اس کی حیات معلوم نہیں ہوتی جیسے وہ انسان جس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔

## روح وجسم کا تعلق:

موت کے وقت روح جسم سے نکالی جاتی ہے۔ روح کبھی فنا نہیں ہوتی، اس کو مناسب ٹھکانے اور مستقر کی ضرورت ہوتی ہے۔ میت کو جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی روح سوال وجواب کے لئے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر روح کا جسم کے ساتھ اتنا تعلق ضرور باقی رکھا جاتا ہے جس سے وہ ثواب وعذاب کو محسوس کر سکے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُولُونَ اخْرُجِي رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ إِلَى رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَأَطْيَبِ رِيحِ الْمِسْكِ حَتَّى أَنَّهُ لَيُنَاوِلُهُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ السَّمَاءِ فَيَقُولُونَ مَا أَطْيَبَ هَذِهِ الرِّيحَ الَّتِي جَاءَتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ فَيَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ أَشَدُّ فَرَحًا بِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ بِغَائِبِهِ يَقْدَمُ عَلَيْهِ فَيَسْأَلُونَهُ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَيَقُولُونَ دَعُوهُ فَإِنَّهُ كَانَ فِي غَمِّ الدُّنْيَا فَإِذَا قَالَ أَمَا أَتَاكُمْ قَالُوا ذُهِبَ بِهِ إِلَى أُمِّهِ الْهَاوِيَةِ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا احْتُضِرَ أَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُولُونَ اخْرُجِي سَاخِطَةً مَسْخُوطًا عَلَيْكِ إِلَى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَأَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ بَابَ الْأَرْضِ فَيَقُولُونَ مَا أَنْتَنَ هَذِهِ الرِّيحَ حَتَّى يَأْتُونَ بِهِ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ۔ (سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن انسان کی موت کا وقت آجاتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہنسی خوشی اپنے رب کی روح اور ریحان اور رب غیر غضبان کی طرف چل، تو وہ نکلتی ہے مشک کی عمدہ خوشبو کی طرح یہاں تک کہ فرشتے ایک دوسرے سے اس کو لیتے رہتے ہیں اور آسمان کے دروازے تک پہنچ جاتے ہیں، پس آسمان والے

کہتے ہیں کیا عمدہ خوشبو ہے جو تمہارے پاس زمین سے آئی ہے، اور وہ اس کو مؤمنین کی روحوں کے پاس لے جاتے ہیں، پس مؤمنین کی ارواح اس کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتی ہیں جتنا کہ تم اپنے کسی غائب کے آنے پر، پھر وہ اس سے سوال کرتے ہیں فلاں نے کیا کیا، فلاں نے کیا کیا، وہ کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو اس لیے کہ یہ دنیا کے غم میں تھا، پس جب وہ کہتا ہے کہ وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ وہ کہتے ہیں کہ اس کو ہاویہ کی طرف لیجایا گیا ہے، اور جب کافر کا وقت قریب آتا ہے تو عذاب والے فرشتے اس کے پاس پرانے کپڑے کے ساتھ آتے ہیں اور کہتے ہیں نکل تجھ پر ناراضگی ہے اللہ عز و جل کے عذاب تک، تو وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہو کر نکلتی ہے یہاں تک کہ زمین کے دروازے تک اس کو لے آتے ہیں، پس فرشتے کہتے ہیں کہ کتنی بدبودار ہے یہ یہاں تک کہ اس کو کفار کی روحوں کے پاس لے آتے ہیں۔

## مردہ کی عذاب سے چیخ و پکار:

انسان اور جنات کے علاوہ باقی مخلوق میت پر عذاب ہونے کی حالت میں اس کی چیخ و پکار کو سنتی ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّهُمْ يُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ كُلُّهَا فَمَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ فِي صَلَاةٍ إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (صحیح بخاری: ۲/ ۹۴۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو عذابِ قبر دیا جاتا ہے جس کی آواز تمام جانور سنتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی نماز میں عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔

## برزخ کے احوال:

انسان اور جنات سے برزخ کے تمام احوال پردے میں رکھے گئے ہیں، تاکہ ایمان بالغیب باقی رہے، برزخ کے احوال اس واسطے بھی پردے میں ہیں کہ دنیا کا جہان اور ہے اور برزخ کا جہان اور ہے، اس جہان کے تمام احوال انسان کو محسوس نہیں ہوتے اور نظر نہیں آتے مگر دوسرے جہان کے احوال محسوس نہ ہوں اور نظر نہ آئیں تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

## قبر میں سوال وجواب:

قبر میں ہر آدمی سے فرشتے سوال وجواب کریں گے، مومنین متقین درست جواب دے کر راحت وآرام حاصل کریں گے، اور کافر ومنافقین درست جواب نہ دے سکیں گے اور عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

## حدیث سے دلیل:

عن أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ عن النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس ہوجاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے، فرمایا کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس اس کو بٹھاتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں: تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ پس مومن کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، پس اس کو کہا جاتا ہے جہنم سے اپنا ٹھکانا دیکھ لے بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کے ٹھکانے کے ساتھ اس کو بدل دیا، نبی ﷺ نے فرمایا سب کو یہ دونوں جگہیں دکھائی جاتی ہیں۔ اور کافر یا منافق! وہ جواب دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا، میں تو وہ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس کو کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے جانا اور نہ پیروی کی، پھر لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ اس کے کانوں کے درمیان ایک ضرب لگائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ ایسے چیختا ہے کہ اس کی آواز جن وانس کے علاوہ ہر وہ سنتا ہے جو اس کے قریب ہو۔

## برزخ میں جسم و روح کے تعلق کی حالت:

عالم برزخ میں روح کا اپنے جسم کے ساتھ تعلق مختلف ہوتا ہے۔ عام اموات کے ساتھ روح کا تعلق کم درجے کا ہوتا ہے، شہداء کے ساتھ ارواح کا یہ تعلق قوی ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ یہ روحانی تعلق قوی تر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہداء اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارکہ اپنی قبروں میں محفوظ رہتے ہیں، اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں پر پڑھا جانے والا درود وسلام سنتے ہیں۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ صَلّٰی عَلٰی قَبرِیْ سَمِعْتُه وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُه۔ (کنزالعمال: ۱/۴۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

## قبر کا عذاب:

قبر کا عذاب دائمی بھی ہوتا ہے اور عارضی بھی۔ دائمی کا معنی یہ ہے کہ قیامت تک ہوتا رہے گا، یہ کفار اور بڑے بڑے گناہ گاروں کو ہوگا۔ عارضی کا معنی یہ ہے کہ ایک مدت تک عذاب قبر ہوگا پھر ختم ہو جائے گا، ختم ہونے کی ایک وجہ یہ ہوگی کہ جرم اور گناہ معمولی نوعیت کا ہوگا، کچھ عذاب دے کر، عذاب ہٹا لیا جائے گا، یا اقرباء کی دعا، صدقہ، استغفار اور ایصال ثواب سے بھی عذاب ختم کر دیا جائے گا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّی مَاتَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَیُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ سَقْیُ الْمَاءِ۔ (سنن نسائی)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری والدہ وفات پا چکی ہیں، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں صدقہ کریں، میں نے عرض کیا تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی پلانا۔

## روح کی موت

روح پر موت طاری نہیں ہوتی، روح کی موت یہی ہے کہ اسے وقتِ مقرر پر جسم سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ پیدائش کے بعد روح ہمیشہ رہے گی، البتہ اس کے ٹھکانے بدلتے رہیں گے، نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کی درمیانی مدت میں روح کی موت وحیات کی کیفیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

# حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

## انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہیں:

حضور ﷺ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی یہ حیات برزخی، حسی اور جسمانی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

(البقر:۱۵۴)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

۞ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

(آل عمران:۱۶۹)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کی طرف سے رزق دیے جاتے ہیں۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم: الأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (مسند ابویعلی: ۳/ ۲۱۶)

ترجمہ: حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: نبی اپنی قبورِ مبارکہ میں زندہ ہیں نماز ادا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ازواجِ انبیاء کرام علیہم السلام کو نکاحِ ثانی کی اجازت کا نہ ہونا، اَوروں کی ازواج کے لیے اس اجازت کا ہونا اور اموالِ انبیاء علیہم السلام میں میراث کا جاری نہ ہونا اور اَوروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواحِ انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثلِ نورِ چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا اِن کے اَوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں اور اس لیے سماعِ انبیاء علیہم السلام بعد از وفات زیادہ تر قرینِ قیاس ہے اور اسی لیے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایامِ حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے اور اس وجہ سے یوں نہیں کہہ سکتے کہ زیارتِ نبوی ﷺ مثلِ زیارت مسجد و زیارتِ مکان ہے اور اسی وجہ سے بحکم لاتُشدُّ الرحالُ وہاں اس اہتمام سے جانا ممنوع ہے، بلکہ وہ زیارتِ مکان نہیں زیارتِ مکین ہے۔ (جمالِ قاسمی)

## نبی کی قبر پر کھڑے ہو کر سلام پڑھنا:

حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور مبارکہ کے پاس کھڑے ہو کر جو شخص صلوۃ وسلام پڑھتا ہے، آپ خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام بذریعہ ملائکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ». (سنن ابی داؤد: ۱/ ۲۸۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ وہ مجھے سلام کرے اور اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف واپس نہ لوٹاتے ہوں تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ" ۔ (کنز العمال: ۱/ ۴۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر

درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ. (سنن نسائی: ۱/ ۱۹۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامِ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ أَيْ يَقُولُونَ قَدْ بَلِيتَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامِ. (سنن نسائی: ۱/ ۲۰۴)

ترجمہ: حضرت اوس ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہارے دنوں میں سے سب سے افضل دن جمعے کا دن ہے، اسی میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی میں وفات پا گئے، نفخہ اور صعقہ بھی اسی دن میں ہوں گے، لہٰذا مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ قبر میں مٹی ہو جاتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

## قبور میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مصروفیت:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں مختلف مشاغل اور عبادات میں مصروف ہیں۔ ان کی یہ عبادت تکلیف شرعیہ کے طور پر نہیں بلکہ حصول لذت وسرور کے لئے ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- « مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ ». وَزَادَ فِي حَدِيثِ عِيسَى « مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي ».
(صحیح مسلم: ۲/ ۲۶۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میرا گزر موسیٰ علیہ السلام پر ہوا تو وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

قال القرطبي: حببت اليهم العبادة فهم يتعبدون بما يجدونه من دواعي انفسهم لا بما يلزمون به۔ (فتح الباری: ۱/۳۳۰)

ترجمہ: امامِ قرطبیؒ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عبادت محبوب بنا دی جاتی ہے، لہٰذا وہ اپنی خواہش اور چاہت سے عبادت کرتے ہیں نہ اس وجہ سے کہ ان پر لازم ہوتی ہے (قبر میں)۔

## کیفیتِ حیاتِ انبیاء:

حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو قبر مبارک میں حاصل ہونے والی حیات اس قدر قوی اور دنیوی حیات کے مشابہ ہے کہ بہت سے احکام دنیوی حیات کے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر وفات کے بعد بھی جاری ہوتے ہیں، مثلاً ازواج مطہرات سے نکاح نہ ہونا، نبی کی میراث تقسیم نہ ہونا، اور سلام کہنے والے کا سلام سننا وغیرہ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ: اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ کے بعد کبھی بھی آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے نکاح کرلو، بیشک یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

لَا عِدَّةَ عَلَيْهِنَّ لِاَنَّهٗ ﷺ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ وَكَذٰلِكَ سَائِرُ الْاَنْبِيَاءِ (مرقاۃ: ۱۱/۲۵۶)

ترجمہ: آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات پر عدت نہیں اس لیے کہ آپ ﷺ اپنی قبرِ مبارک میں حیات ہیں، اور اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام۔

## کائنات کی افضل ترین جگہ:

قبر مبارک میں زمین کا وہ حصہ جو جناب نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ لگا ہوا ہے، اہلِ السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ وہ تمام روئے زمین حتیٰ کہ بیت اللہ شریف اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

وَاَجْمَعُوا عَلٰی اَنَّ الْمَوضِعَ الَّذِی ضَمَّ اَعضَاءَہ الشَّرِیفَۃَ ﷺ اَفضَلُ بِقَاعِ الاَرضِ حَتّٰی مَوضِعَ الْکَعبَۃِ۔ (شرح زرقانی علی المواہب: ۲/ ۲۳۴۔ ۲۳۵)

ترجمہ: اور اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ جگہ جو آپ ﷺ کے اعضائے شریفہ کو مس کررہی ہے وہ پوری زمین سے افضل جگہ ہے یہاں تک کہ کعبہ شریف سے بھی افضل ہے۔

## روضہ رسول ﷺ کی زیارت:

حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا نہ صرف مستحب بلکہ عمدہ ترین نیکی اور افضل ترین عبادت ہے۔

اِعلَم اَنَّ زِیَارَۃَ قَبرِ الشَّرِیفِ مِن اَعظَمِ القُربَاتِ، وَاَرجَی الطَّاعَاتِ، وَالسَّبِیلِ اِلٰی اَعلَی الدَّرَجَاتِ، وَمَن اِعتَقَدَ غَیرَ ھٰذَا فَقَدِ انخَلَعَ مِن رِبقَۃِ الاِسلَامِ، وخَالَفَ اللہَ وَرَسُولَہ وجَمَاعَۃَ العُلَمَاءِ الاَعلَامِ۔ (شرح الزرقانی علی المواہب: ۱۲/ ۱۷۸)

ترجمہ: یہ بات جان لیجئے کہ روضۂ مبارک کی زیارت کرنا افضل ترین عبادت، مقبول نیکی اور بلند درجات کے حصول کا راستہ ہے، جس شخص نے اس کے برخلاف عقیدہ رکھا اس نے اسلام کی پابندی سے آزادی اختیار کرلی، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور کبار علماء کی مخالفت کی۔

زائرِ مدینہ منورہ کو چاہئے کہ سفرِ مدینہ منورہ سے آنحضرت ﷺ کی نیت کرے، وہاں حاضری کے بعد دیگر مقامات متبرکہ کی زیارت بھی ہوجائے گی۔ ایسا کرنے میں آنحضرت ﷺ کی تعظیم زیادہ ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنِ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: مَن جَاءَنِی زَائِرًا لَا یَعلَمُہ حَاجَۃً اِلَّا زِیَارَتِی کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَن اَکُونَ لَہ شَفِیعًا یَومَ القِیَامَۃِ۔ (معجم کبیر للطبرانی: ۱۲/ ۲۵۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میرے پاس زیارت کی غرض سے آئے، اس کے علاوہ اس کی اور کوئی غرض نہ ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا سفارشی بنوں۔

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنہُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: مَن حَجَّ اِلٰی مَکَّۃَ ثُمَّ قَصَدَنِی فِی مَسجِدِی کُتِبَت لَہ حَجَّتَانِ مَبرُورَتَانِ وَھُوَ فِی مَسنَدِ الفِردَوسِ۔ (وفاء الوفاء: ۴/ ۱۳۴۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بیت اللہ کا حج کرے پھر میرے پاس میری مسجد میں آنے کا ارادہ کرے اس کے لیے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں اور وہ فردوس کی مسند پر ہوگا۔

## روضہ مبارک پر حاضری کے وقت دعا:

حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر، حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا، شفاعت کی درخواست کرنا اور یہ کہنا کہ حضور میری بخشش کی سفارش فرمائیں، نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ ، قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا ، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ ، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. (مصنف ابن ابی شیبة)

ترجمہ: حضرت مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے وزیر خوراک تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو ایک آدمی آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمایئے، اس لیے کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکی ہے، تو ایک شخص خواب میں اس کے پاس آیا اور اس کو کہنے لگا کہ عمر ؓ کے پاس جاؤ، ان کو سلام کرو اور اس بات کی خبر دو کہ تم صراطِ مستقیم پر ہو، اور یہ بھی کہو کہ: آپ پر ہی دانائی منحصر ہے، آپ پر ہی دانائی منحصر ہے، چنانچہ وہ حضرت عمر ؓ کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا تو حضرت عمر ؓ رونے لگے، پھر فرمایا: اے رب میں کوتاہی نہ کروں گا الّا یہ کہ اس کام سے میں عاجز ہوں۔

قبر مبارک کی زیارت کے وقت چہرہ انور کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہئے۔ اسی طرح طلب وسیلہ اور استشفاع کے وقت بھی منہ چہرہ انور کی طرف ہی رکھنا چاہئے۔

## نبی کی وفات سے نبوت ختم نہیں ہوتی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبور مبارکہ میں اسی طرح نبی ورسول ہیں، جیسا کہ وفات سے پہلے دنیوی زندگی میں تھے، اس لئے کہ نبی کی وفات سے اس کی نبوت ورسالت ختم نہیں ہوتی۔

قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ اَنَّہٗ رَسُوْلٌ اَلْآنَ حَقِیْقَةً۔ (مسالك العلما: ۱۰)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی حقیقۃً رسول ہیں۔

## درود پڑھنا افضل ترین نیکی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھنا مستحب اور افضل ترین نیکی ہے، لیکن افضل درود وہی ہے جس کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں، گو غیر منقول درود کا پڑھنا بھی برکت سے خالی نہیں ہے بشرطیکہ اس کا مضمون صحیح ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝۵۶

(الاحزاب: ۵۶)

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو۔

## سب سے افضل درود:

سب سے افضل درود، درود ابراہیمی ہے، جسے نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ:.....فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَیْفَ الصَّلَاةُ عَلَیْكُمْ أَهْلَ الْبَیْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْكُمْ. قَالَ: قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلَى إِبْرَاهِیمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِیمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ. (صحیح بخاری: ۲/ ۴۰۸)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ پر اور اہلِ بیت پر کیسے درود بھیجیں، اس لیے کہ سلام کرنے کا طریقہ تو اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہا کرو: اللھم صل علی محمد الخ۔

## حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کی نیند ناقضِ وضو نہیں:

حضور ﷺ کی نیند کی حالت میں صرف آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا، اسی لئے آپ ﷺ کی نیند سے آپ ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہ عَنْهَا..... فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي (صحیح بخاری: ۵۰۴/۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ وتر ادا کرنے سے پہلے آرام فرمانے لگے، آپ نے فرمایا میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔

عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللہ بْنِ أَبِي نَمِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا..... وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوبُهُمْ. (صحیح بخاری: ۵۰۴/۱)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی عینین مبارکین سوتی ہیں دل نہیں سوتا اور اسی طرح تمام انبیاء کرام کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے۔

## انبیاء کا خواب:

حضور اکرم ﷺ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کا خواب وحی ہوتا ہے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھ کر اپنے لختِ جگر اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلا دی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

**(الصفّٰت: ۱۰۲-۱۰۵)**

ترجمہ: پھر جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو انہوں نے کہا: اے بیٹے میں خواب دیکھتا ہوں کہ تمہیں خواب میں ذبح کر رہا ہوں، اب سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے، چنانچہ جب دونوں نے سر جھکا دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا، اور ہم نے انہیں آواز دی کہ: اے ابراہیم تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔

❁ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ لَمْ يُوْقَظْ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِأَنَّا لَا نَدْرِيْ مَا يَحْدُثُ لَهُ فِيْ نَوْمِهِ. (صحیح بخاری: ۴۹/۱)

ترجمہ: حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب سو جاتے تو جب تک خود بیدار نہ ہو جاتے کوئی آپ کو بیدار نہ کرتا تھا اس لیے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نیند کی حالت میں کیا ہو رہا ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بیان فرمائیں۔

① کیا جنت پر ایمان لانا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو کیوں؟

② جس شخص کا جنت کے عدمِ وجود یا جنت کے محض خیالی جہان یا جنت کے فنا ہونے کا عقیدہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

③ جنت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار کے بارے میں قرآن وسنت نے کیسے عقیدہ کی تعلیم دی ہے؟

④ جنت میں داخلہ کے مستحق افراد کون ہوں گے، اور کن لوگوں کو جنت سے محروم کر دیا جائے گا؟

⑤ اعراف سے کیا مراد ہے، یہاں کون سے لوگ رہیں گے؟

⑥ مؤمن ہونے کے لیے جہنم کے بارے میں کیسا عقیدہ رکھنا لازمی ہے؟

⑦ جہنم میں کون سے لوگ ہمیشہ کے لیے اور کون کون سے عارضی طور پر داخل کیے جائیں گے؟

⑧ جہنم کو محض ایک تخیلاتی جہاں سے تعبیر کرنے کا کیا حکم ہے؟

⑨ قرآن کریم نے جہنم کے عذاب کی جو کیفیات ذکر کی ہیں، مختصر الفاظ میں بیان فرمائیں؟

⑩ برزخ کا کیا معنیٰ ہے اور قرآن وسنت میں اس سے کیا مراد ہے؟

⑪ کیا موت کے وقت روح بھی فنا ہو جاتی ہے؟

⑫ قبر کا عذاب صرف جسم پر واقع ہوتا ہے یا صرف روح پر یا جسم اور روح دونوں پر؟

⑬ قبر میں حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے بارے میں قرآن وسنت نے جس عقیدہ کی تعلیم دی ہے قدرے وضاحت سے بیان فرمائیں؟

⑭ زمین کا کون سا ٹکڑا ساری کائنات سے افضل ہے؟

⑮ رسول اللہ ﷺ کی قبرِ اطہر کی زیارت کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور قبر شریف کی زیارت کے لیے زائرِ مدینہ منورہ کو کیا نیت کرنی چاہیے؟

⑯ تقدیر کا معنیٰ اور مطلب ذکر فرمائیں؟

⑰ تقدیر پر ایمان لانے کا کیا حکم ہے؟

⑱ قضا و قدر سے کیا مراد ہے؟

⑲ تقدیر کی اقسام ذکر فرمائیں؟

⑳ تقدیرِ مبرم کے درجات اور مراتب بیان فرمائیں؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں امتیاز کریں اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان فرمائیں۔

① روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں قبرِ اطہر کے پاس کھڑے ہو کر آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور شفاعت طلب کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................

② روئے زمین میں سب سے افضل حصہ کعبہ شریف ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................

③ جو شخص بھی حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے قریب ہو یا دور آپ کے پاس فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................

④ عذابِ قبر کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لہٰذا اس کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا کوئی ضروری نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑤ حضور اکرم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور یہ حیات برزخی حسی اور جسمانی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑥ زائرِ مدینہ کو صرف مسجدِ نبوی کی زیارت کی نیت کرنا چاہیے، اور آنحضرت ﷺ کی قبرِ اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑦ قبر کا عذاب وثواب جسم اور روح دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑧ قبر میں میت مٹی ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، وہاں کسی قسم کا سوال وجواب اور عذاب وثواب نہیں ہوتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑨ انسان وجنات کے علاوہ تمام مخلوقات میت کو عذاب کی حالت میں اس کی چیخ وپکار سنتی ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................

⑩ جہنم کا عذاب کافروں (کفر کی تمام اقسام) اور مشرکوں (شرک کی تمام اقسام) کے لیے دائمی ہوگا اور گناہ گار مسلمانوں کے لیے عارضی۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑪ جنت اور جہنم ایک تخیلاتی جہاں ہے لہٰذا اس کے انکار کی گنجائش موجود ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑫ جنت اور جہنم کے فناء کا قائل ہونا پرلے درجے کی گمراہی، بد دینی اور کفر ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑬ بالآخر کافروں اور مشرکوں کو معاف کر دیا جائے گا اور ان کا جنت میں داخلہ ہو جائے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑭ جنت، جہنم، برزخ اور اعراف حق ہیں، ان پر ایمان لانا لازم ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

⑮ جنت کی وہ تمام نعمتیں جو قرآن کریم سے یا تواتر کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے منقول ہوئی ہیں ضروریاتِ دین میں شامل ہیں، ان پر پوری تفصیل کے ساتھ ایمان لانا ایمان کے لیے بنیادی شرط ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................................................................

(۱۶) اگر کوئی شخص تقدیر کا انکار کردے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................................................................

(۱۷) تقدیر کے مسئلے کو خوب سمجھنا اور بحث و مکالمہ کے ذریعے اس پر خوب روشنی ڈالنی چاہیے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................................................................

(۱۸) بندہ تقدیر کی وجہ سے مجبور ہے اس کو کسی قسم کے کام کا اختیار نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................................................................

(۱۹) تقدیرِ مبرم میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، وہ اٹل ہے، اسی طرح ہو کر رہتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................................................................

(۲۰) تقدیر کی اقسام صرف بندوں کے اعتبار سے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر تقدیر مبرم ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................................................................

(۲۱) تقدیر کا مسئلہ انتہائی نازک ہے اس کی اکثر باتیں انسانی عقل سے بالاتر ہیں سمجھ آنا ممکن نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................................................................

(۲۲) تقدیر کے مسئلے کو عقل کے ذریعے سمجھنا ایسے ہے جیسے سنار کے ترازو پر پہاڑ تولنے کی کوشش کرنا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

(۲۳) تقدیر کے پانچ درجات ہیں اور پانچوں درجے مبرم ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

(۲۴) عقیدۂ تقدیر کی وجہ سے اعمال اور ایمان ترک کردینا بہت بڑے خسارے کی بات ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

(۲۵) کائنات کی کوئی خبر بھی اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادے سے باہر نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

سوال نمبر (۳) قرآن وسنت کی تعلیم کی روشنی میں صحیح جگہ (✓) کا نشان لگایئے اور اپنے عقیدہ کی صحت کا ثبوت فراہم کیجئے۔

(۱) جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخلہ نصیب ہوگا۔

☐ صرف انبیاء کرام کو ☐ صرف اولیاء کرام کو ☐ تمام انسانوں کو

☐ تمام مسلمانوں کو ☐ کفار اور مشرکین کو (جہنم کا عذاب بھگتنے کے بعد)

(۲) جہنم میں جن لوگوں کو عارضی طور پر بھیجا جائے گا بالآخران کو وہاں سے نکال لیا جائے گا۔

☐ کفار ☐ مرتد و زندیق ☐ اعتقادی منافقین

☐ عملی منافق ☐ گناہ گار مسلمان ☐ یہود و نصاریٰ

③ اعراف میں ایسے لوگوں کو رکھا جائے گا جن کا۔

☐ ایمان کامل ہوگا ☐ کفار ومنافقین ☐ یہود ونصاریٰ

☐ وہ مسلمان جن کی برائیوں کا پلڑا جھک جائے گا

☐ وہ اہل ایمان جن کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن برابر ہوگا

④ قبر کا عذاب وثواب واقع ہوتا ہے۔

☐ صرف جسم کو ☐ صرف روح کو

☐ جسم اور روح دونوں پر ☐ نہ جسم پر اور نہ روح پر

⑤ قرآن کریم میں یا احادیثِ متواترہ میں بیان فرمودہ انعاماتِ جنت میں سے کسی بھی نعمت کا انکار کرنا

☐ گناہ ہے ☐ گمراہی ہے ☐ کفر ہے

☐ بدعت ہے ☐ نفاق ہے

☐ بندے کا صوابدیدی اختیار ہے

⑥ اہلِ جنت کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آزاد فرمائیں گے۔

☐ کھانے پینے سے ☐ دکھوں اور پریشانیوں سے

☐ پیشاب وغیرہ کی حاجات سے ☐ بیمار ہونے سے

☐ دوستوں اور رشتہ داروں کی ملاقات سے ☐ نفس کی ہر طرح کی لذات سے

☐ جنسی خواہشات اور رشتہ ازدواج سے

⑦ اہلِ جنت کے ساتھ ساتھ ہمیشہ رہیں گی۔

☐ حسرتیں اور آرزوئیں ☐ ڈاکٹروں اور طبیبوں کا علاج معالجہ

☐ کھانے پینے میں پرہیز ☐ نفس کی ہر قسم کی خواہشات کا پورا ہونا

☐ محلات، بیویاں، خدام اور ہر قسم کی نعمتیں ☐ خاندانی رنجشیں ☐ غصہ اور بلڈ پریشر

⑧ اللہ تعالیٰ کا کافروں اور مشرکوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا فیصلہ۔

☐ حاکمانہ فیصلہ ☐ عین عدل وانصاف ☐ مالکانہ حق

⑨ قبر میں واقع ہونے والے عذاب پر میت کی چیخ و پکار سنتے ہیں۔

☐ صرف فرشتے ☐ جنات ☐ انسان و جنات

☐ صرف جانور ☐ انسان اور جنات کے علاوہ تمام مخلوقات

⑩ مرنے کے بعد قبر میں حیات برزخی حسی اور جسمانی حاصل ہوتی ہے۔

☐ تمام انسانوں کو ☐ صرف شہیدوں کو

☐ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ☐ صرف نیک لوگوں کو

☐ تمام مسلمانوں کو

⑪ ساری کائنات میں افضل ترین جگہ ہے۔

☐ کعبہ شریف ☐ عرش ☐ کرسی ☐ آسمان

☐ مدینہ شریف ☐ ریاض الجنہ ☐ مقامِ بدر

☐ جنت الفردوس ☐ بیت المقدس

☐ قبر مبارک کی وہ زمین جو نبی کریم ﷺ کے جسمِ مبارک سے لگی ہوئی ہے

⑫ مدینہ طیبہ زیارت کے لیے جانے والے کے لیے زیادہ باعثِ ثواب و برکت ہے کہ ملاقات وزیارت کی نیت کرے۔

☐ دیارِ مدینہ کی ☐ صرف مسجد نبوی کی ☐ اہلِ بقیع

☐ اہلِ مدینہ ☐ ریاض الجنہ میں نماز پڑھنے کی

☐ نبی کریم ﷺ کی زیارت کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی اور اس میں نماز کی

⑬ انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبورِ مبارکہ میں مختلف مشاغل اور عبادات میں مصروف ہونا منقول ہے اور یہ عبادت۔

☐ مکلف ہونے کی وجہ سے ہے

☐ صرف حصول لذت وسرور کے لیے ہے

⑭ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنا۔

☐ جائز ہے　　☐ فرض ہے

☐ اعلیٰ ترین، محبوب ترین اور افضل ترین عبادت ہے

⑮ روضہ شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر یہ اعمال نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہیں۔

☐ شفاعت کی درخواست کرنا

☐ یہ کہنا! حضور میری بخشش کی شفاعت فرمادیں

☐ حضور آپ میرے گناہ معاف فرمادیں

⑯ قبر مبارک کی زیارت کے وقت ان مواقع میں چہرہ انور (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی طرف منہ کرنا آداب میں سے ہے۔

☐ نماز کے وقت　　☐ طلبِ وسیلہ کے وقت

☐ سفارش کی درخواست کے وقت　　☐ صلوٰۃ وسلام کے وقت

## سبق نمبر ⑭

# صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ

## صحابی کی تعریف:

صحابی اسے کہتے ہیں جس نے بحالتِ ایمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بحالتِ ایمان دیکھا ہو، اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

## انبیاء کے بعد افضل ترین لوگ:

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانوں میں سب سے افضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

## صحابہ کرامؓ میں ترتیب فضیلت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عشرہ مبشرہ میں سے باقی چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوسرے تمام صحابہ سے افضل ہیں، ان چھ صحابہ کے نام یہ ہیں، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم۔ پھر اصحاب بدر، پھر اصحاب احد، پھر اصحابِ بیعت رضوان، پھر فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والے اور غزوات میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

## تمام صحابہؓ عادل اور متقی تھے:

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل، مومن کامل اور جنتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ (الانفال:۷۴)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہ اور جنہوں نے انہیں آباد کیا اور ان کی مدد کی وہ سب صحیح معنی میں مؤمن ہیں ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں۔

❁ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں سے وہ لوگ جو پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔

❁ وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ مُطْلَقًا لِظَوَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهِ.

(مرقاۃ المفاتیح: ۵/۵۱۷)

ترجمہ: اور تمام کے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل ہیں مطلقاً کتاب وسنت کی ظاہری نصوص اور قابل اعتماد علماء کے اجماع کی وجہ سے۔

لَيْسَ فِي الصَّحَابَةِ مَنْ يَّكْذِبُ وَغَيْرُ ثِقَةٍ (عمدۃ القاری: ۲/۱۰۵)

ترجمہ: صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا کہ جو جھوٹ بولتا ہو اور غیر معتمد ہو۔

## کوئی ولی کسی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا:

قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، جس طرح کوئی ولی یا صحابی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ (الحدید:۱۰)

ترجمہ: تمام (صحابہ) سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے۔

❁ قال تعالیٰ فی حق الصحابۃ: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ (البینۃ:۸)

ترجمہ: اللہ نے صحابہ کے بارے میں فرمایا: کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- «لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلاَ نَصِيفَهُ». (صحیح مسلم: ۲/۳۱۰)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابہ کو گالی مت دو، میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر (اللہ کی راہ میں) سونا خرچ کردے تو ان میں سے کسی ایک کے مٹھی برابر یا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

## صحابہؓ معیارِ حق ہیں:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برحق، معیار حق اور تنقید سے بالاتر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ (الانفال:۴)

ترجمہ: یہ ہی صحیح معنی میں مؤمن ہیں۔

۞ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ (البقرۃ:۱۳۷)

ترجمہ: اگر یہ لوگ بھی اس طرح ایمان لے آئیں جیسا کہ تم لائے ہو تو یہ راہِ راست پر آجائیں۔

۞ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ (البقرۃ:۱۳)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اس طرح ایمان لے آؤ جیسا کہ دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ خوب اچھی طرح سن لو کہ یہی لوگ بے وقوف ہیں، لیکن وہ یہ بات نہیں جانتے۔

## صحابہؓ کے باہمی اختلافات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات ومشاجرات امانت، دیانت تقویٰ، خشیت الٰہی اور اختلافِ اجتہادی پر مبنی ہیں، ان میں سے جن سے خطاء اجتہادی ہوئی وہ بھی اجر کے مستحق ہیں، اس لئے کہ مجتہد مخطی کو بھی ایک اجر ملتا ہے اور اس سے خطاء اجتہادی پر دنیا میں مواخذہ ہوتا ہے نہ آخرت میں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دل ہیں۔

﴿ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ (التحریم:۸)

ترجمہ: اس دن جب اللہ نبی کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔

## صحابہ پر تنقید:

کسی شخص کو صحابہ کی خطائے اجتہادی پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَغْفِلٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: " اللّٰهَ اللّٰهَ فِی أَصْحَابِی، اللّٰهَ اللّٰهَ فِی أَصْحَابِی لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِی (جامع ترمذی:: ۳۸۶۲)

ترجمہ: عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو (تنقید کا) نشانہ نہ بنانا۔

## صحابہ کرامؓ محفوظ تھے:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین محفوظ عن الخطاء ہیں، یعنی یا تو صدور معصیت سے محفوظ ہیں یا مواخذہ اخروی سے محفوظ ہیں۔ کسی بھی صحابی سے اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت میں کوئی مواخذہ نہیں فرمائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ (التحریم:۸)

ترجمہ: اس دن جب اللہ نبی کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان کا

نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔

## صحابہؓ امت کے چنیدہ لوگ:

نبوت ورسالت کے لئے جس طرح حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کا انتخاب فرمایا، اسی طرح مقام صحابیت پر فائز کرنے کے لئے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے خاص بندوں کو منتخب فرمایا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

وعن جابر بن عبد الله قال: قال صلى الله عليه وسلم "إِنَّ اللهَ اِخْتَارَ أَصْحَابِيْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ، (مجمع الزوائد: ۲۰/۱۰)

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل کے علاوہ تمام عالمین پر میرے صحابہ کو فوقیت دی ہے۔

## صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا منکر:

جو شخص صحابیت صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہو یا الوہیتِ علی رضی اللہ عنہ کا قائل ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو یا تحریف قرآن کا قائل ہو، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

نَعَمْ لَا شَكَّ فِي تَكْفِيرِ مَنْ قَذَفَ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَوْ أَنْكَرَ صُحْبَةَ الصِّدِّيقِ، أَوْ اعْتَقَدَ الْأُلُوهِيَّةَ فِي عَلِيٍّ أَوْ أَنَّ جِبْرِيلَ غَلِطَ فِي الْوَحْيِ، أَوْ نَحْوُ ذَلِكَ مِنْ الْكُفْرِ الصَّرِيحِ الْمُخَالِفِ لِلْقُرْآنِ، وَلَكِنْ لَوْ تَابَ تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ (ردالمحتار: ۳۳۸/۴)

ترجمہ: جو شخص سیدہ عائشہؓ پر تہمت لگاتا ہو، یا حضرت صدیق اکبرؓ کی صحابیت کا منکر ہو، یا حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل ہو، یا اس بات کا قائل ہو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی۔ یا اسی طرح کے کسی اور کفر صریح کا قائل ہو جو کہ قرآن کے مخالف ہو، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں وہ بلاشبہ کافر ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرلے گا تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

## خلافتِ راشدہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک خلافتِ راشدہ کا زمانہ ہے جس کو خلافت نبوت بھی کہا گیا

ہے، ان تیس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار جلیل القدر صحابہ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، اور حضرت علی المرتضیٰؓ بالترتیب خلیفہ بنے۔ ان چار خلفاء کے فیصلوں کو قبول کرنا اور ان کی سنتوں پر عمل کرنا، ایسا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو قبول کرنا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ..... فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ (سنن ابی داؤد: ۲/۲۹۰)

ترجمہ: عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمہارے لیے میری اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے لہذا اس کو مضبوطی سے تھاملو۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ حَدَّثَنِي سَفِينَةُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْخِلَافَةُ ثَلَاثُونَ عَامًا ثُمَّ الْمُلْكُ فَذَكَرَهُ (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا! خلافت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔

## خلیفہ اول سیّدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ، لقب صدیق اور عتیق اور کنیت ابو بکر ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ ہے، واقعہ فیل کے دو سال اور چار ماہ بعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے دو سال اور کچھ ماہ بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، دو سال اور تقریباً چار ماہ تک منصبِ خلافت پر فائز رہے، تریسٹھ برس کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ میں وفات پائی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن ہوئے۔ یارِ غار اور یارِ مزار کا لقب پایا۔

## خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عمر، لقب فاروق اور کنیت ابوحفص ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب نامہ نویں پشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ والد کا نام خطّاب ہے۔ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور ۶ نبوی میں اسلام قبول کیا۔ دس سال چھ ماہ تک خلیفہ رہے اور سب سے پہلے انہیں امیر المومنین کا لقب دیا گیا۔ تریسٹھ برس کی عمر میں یکم محرم الحرام ۲۴ ھ میں ابولولو کے نیزہ سے زخمی ہو کر شہادت پائی اور پہلوئے نبوت میں دفن ہوئے۔

## خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عثمان، لقب ذوالنورین اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ واقعہ فیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے، اول اول اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں، اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے اور بارہ دن کم بارہ سال تک خلافت نبوت کا بار سنبھالے رہے۔ بیاسی برس کی عمر میں ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں اسود التجیبی مصری نے آپ کو بڑی مظلومیت کی حالت میں شہید کر دیا، جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

## خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام علی، لقب اسد اللہ اور مرتضیٰ اور کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ نسب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہیں، آپ کے والد ابوطالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی اور لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے، تقریباً پونے پانچ سال منصب خلافت سنبھالا۔ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ھ میں عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں کوفہ میں شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

## حضرت حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک خلیفہ رہنے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خلافت راشدہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی سلطنت کے پہلے برحق حکمران اور بادشاہ تسلیم کیے گئے۔

## اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم:

اہلِ بیت سے مراد بیوی، بچے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، تین صاحبزادے، چار صاحبزادیاں اور صاحبزادیوں کی اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہیں۔

## ازواجِ مطہرات:

ازواجِ مطہرات کی تعداد گیارہ ہے۔ جن میں سے دو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں وصال فرمایا، ایک حضرت خدیجہ، دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما۔ نو ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دفات کے وقت حیات تھیں۔

ذیل میں ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی بترتیب نکاح ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا
(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا
(۳) حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا
(۴) حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا
(۵) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
(۶) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا
(۷) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
(۸) حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
(۹) حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا
(۱۰) حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

(۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

گیارہ ازواجِ مطہرات کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین باندیاں بھی تھیں:

(۱) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

(۲) حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

(۳) حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا

## صاحبزادے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت قاسم، حضرت عبداللہ (ان کو طیب وطاہر بھی کہا جاتا ہے، بعضوں نے ان دونوں کو الگ الگ شمار کیا ہے) اور حضرت ابراہیم۔ تینوں صاحبزادے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے نام بالترتیب یہ ہیں: حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھن سب بڑی ہوئیں اوران کی شادیاں ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ تینوں صاحبزادیاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پا گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ سے ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم کے، کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

حضرت فاطمہؓ کے علاوہ اور کسی صاحبزادی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کا سلسلہ نہیں چلا۔

قرآن پاک وحدیث میں صحابہ کرام واہلِ بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بے شمار فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے چند یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

# فضائل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

## رضائے الٰہی کا پروانہ:

اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنی رضا کا اعلان فرما دیا کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ (التوبة:۱۰۰)

ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں سے وہ لوگ جو پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ سے مشاورت کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَشَاوِرۡهُمۡ فِي الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَوَكِّلِيۡنَ ۝ (آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: ان کو معاف کردو، ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔ پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

## صحابہؓ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلافت وحکومت اور اسلامی سلطنت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا، اور خلافتِ راشدہ کی صورت میں اس وعدے کو پورا فرمایا کہ قیامت تک اس اسلامی فرمانروائی کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِي الۡاَرۡضِ (النور:۵۵)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ہیں، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا۔

## اللہ تعالیٰ کے امتحان میں کامیاب:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان، تقویٰ اور قلبی کیفیات کا امتحان لے کر انہیں کامیاب قرار دیا اور مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝٣ (الحجرات:۳)

ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لئے منتخب کرلیا ہے۔ ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

## صحابہؓ کے قلوب کو ایمان سے مزین فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام کے قلوب کو ایمان کے ساتھ مزین فرمایا، ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور کفر وفسوق اور عصیان کو ان کے لئے ناپسند قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝٧ (الحجرات:۷)

ترجمہ: لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی دولت ڈال دی ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں پر کشش بنادیا ہے، اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہوں اور نافرمانی کی نفرت بٹھادی ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو ٹھیک راستے پر آچکے ہیں۔

صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اور پیروکار قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝٦٤ (الانفال:۶۴)

ترجمہ: اے نبی! تمہارے لئے تو بس اللہ اور وہ مؤمن کافی ہیں جنہوں نے تمہاری پیروی کی ہے۔

## صحابہ کے اوصاف تورات اور انجیل میں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ان کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ آپس میں بڑے مہربان اور کافروں پر بڑے سخت ہیں، وہ بڑے عبادت گزار ہیں، اللہ کی خوشنودی کے طلبگار ہیں، تورات اور انجیل میں بھی ان کی مدح فرمائی، ان کو کامیاب اور جنتی قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں ہیں، غرض اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں، تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کر لیا ہے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو امت کا بہترین طبقہ قرار دیا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی امت میں سب سے بہترین قرار دیا۔

## حدیث سے دلیل:

قَالَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: أَكْرِمُوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ

(مصنف عبد الرزاق: ۱۰/ ۲۹۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابہ کا اکرام کرو بے شک کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ.... قَالَ صلى الله عليه وسلم «لاَ تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلاَ نَصِيفَهُ». (صحیح مسلم: ۲/ ۳۱۰)

ترجمہ: ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی گالی مت دو، پس تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر (اللہ کی راہ میں) سونا خرچ کر دے تو ان میں سے کسی ایک کے مٹھی برابر یا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

## صحابہؓ سے محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت کو اپنے ساتھ محبت اور صحابہ کرام کے ساتھ بغض کو اپنے ساتھ بغض قرار دیا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: اللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، اللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ، فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ، فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي، فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ (جامع ترمذی: ۲/۷۰۶)

ترجمہ: عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو (تنقید کا) نشانہ نہ بنانا، پس جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض ہونے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ اس پر پکڑ کر لے۔

# فضائلِ اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم

## ازواجِ مطہرات کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دنیا بھر کی تمام عورتوں سے افضل قرار دیا اور انہیں ہر قسم کی ظاہری وباطنی گندگی سے پاک قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۳۲۔۳۳)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ لہذا تم نزاکت سے بات مت کیا کرو، کبھی ایسا شخص بیجا لالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہوتا ہے، اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو۔ اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں

دکھایا جاتا تھا اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اے نبی کے اہلِ بیت! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

## پاکدامن وطیبات:

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات ؓ کو طیبات یعنی پاکیزہ عورتیں قرار دیا اور ان پر الزام تراشی کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں لعنت اور عذاب عظیم کا مستحق قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (النور: ۲۳-۲۶)

ترجمہ: یاد رکھو کہ جو لوگ بھولی بھالی پاکدامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ ان پر دنیا اور آخرت میں پھٹکار پڑ چکی ہے، اور انکو اس دن زبردست عذاب ہوگا۔ جس دن خود ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف اس کرتوت کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اس دن اللہ ان کو وہ بدلہ پورا پورا دیدے گا جس کے وہ مستحق ہیں، اور ان کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے، اور وہ ہی ساری بات کھول دینے والا ہے۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہیں، اور پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے لائق ہیں اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لائق ہیں۔

یہ (پاکباز مرد اور عورتیں) ان باتوں سے بالکل مبرا ہیں جو یہ لوگ بنا رہے ہیں، ان (پاکبازوں) کے حصے میں تو مغفرت اور باعزت رزق ہے۔

## اہلِ بیت سے محبت کا حکم:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہلِ بیت سے محبت کا حکم دیا، ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے محبت کی بناء پر میرے اہلِ بیت سے محبت کرو۔

## حدیث سے دلیل:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُو کُمْ مِنْ نِعَمِہٖ وَأَحِبُّونِی بِحُبِّ اللّٰہِ وَأَحِبُّوا أَھْلَ بَیْتِی بِحُبِّی (جامع ترمذی: ۲/ ۶۹۹)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لیے کہ اس نے تم کو نعمتیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے۔

## اہلِ بیت کی مثال:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بیت کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثل قرار دیا کہ جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو کشتی نوح علیہ السلام پر سوار نہ ہوا، وہ ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح جس نے اہلِ بیت سے محبت کی اس نے نجات پائی اور جس نے اہلِ بیت سے بغض رکھا وہ گمراہ ہوا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: " مَثَلُ أَھْلِ بَیْتِی مَثَلُ سَفِینَۃِ نُوحٍ، مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ" (مستدرک حاکم: ۲/ ۳۴۳)

ترجمہ: ابوذرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے! میرے اہلِ بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے کہ جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

## دو وزنی چیزیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اہلِ بیت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم میں دو بھاری بھرکم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا، پھر فرمایا (دوسری چیز) میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں کہ تم میرے اہلِ بیت کے حقوق کا خیال رکھنا۔

## حدیث سے دلیل:

يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَعُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ......... ثُمَّ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا...... ثُمَّ قَالَ « أَمَّا بَعْدُ أَلاَ أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِىَ رَسُولُ رَبِّى فَأُجِيبَ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ ». فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَرَغَّبَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ « وَأَهْلُ بَيْتِى أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِى أَهْلِ بَيْتِى أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِى أَهْلِ بَيْتِى أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِى أَهْلِ بَيْتِى ». (صحیح مسلم: ۲/۲۷۹)

ترجمہ: یزید بن حیان فرماتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرۃ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم ؓ کے پاس گئے، جب ہم بیٹھ گئے تو زید بن ارقم ؓ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان وعظ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا اے لوگو! میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ اللہ کا قاصد (موت کا فرشتہ) آجائے اور میں اس کے ساتھ چلا جاؤں۔ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی (چیز) کتاب اللہ (قرآن پاک) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم اس کو لے لو اور مضبوطی سے اسے تھام لو، پھر فرمایا (دوسری چیز) میرے اہلِ بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں،،، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں،، میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں،۔

## شرطِ ایمان:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اہلِ بیت سے محبت نہ کرے۔

## حدیث سے دلیل:

دَخَلَ الْعَبَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَقَالَ لَهُ مَا يُغْضِبُكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ !مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ إِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوهٍ مُبْشِرَةٍ وَإِذَا لَقُونَا

لَقُونَا بِغَيْرِ ذَٰلِكَ. فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ وَحَتَّى اسْتَدَرَّ عِرْقٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَكَانَ إِذَا غَضِبَ اسْتَدَرَّ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَوْ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذَى الْعَبَّاسَ فَقَدْ آذَانِي إِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ (مسند احمد)

ترجمہ: عباسؓ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غصہ کی حالت میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! کس چیز نے تمہیں غصہ دلایا؟ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارا اور قریش کا کیا معاملہ ہے کہ جب یہ لوگ آپس میں ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے نہیں ملتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں کے درمیان کی رگ مبارک پھڑکنے لگی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو وہ رگ پھڑکتی تھی، جب غصہ ختم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تم سے اللہ اور اسکے رسول کے لئے محبت نہ کرے۔ پھر فرمایا اے لوگو! جس نے عباس کو تکلیف دی تو بے شک اس نے مجھے تکلیف دی، آدمی کا چچا اس کے والد کی مثل ہے۔

## حضرت عباسؓ کی فضیلت:

حضرت عباسؓ کے متعلق ارشاد فرمایا، جس نے میرے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، کیونکہ آدمی کا چچا اس کے والد کے برابر ہوتا ہے، مزید فرمایا عباس رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: أَيُّها الناس، من آذَى عَمِّي فقد آذاني، فإنما عَمُّ الرجل صِنْوُ أبيه (جامع ترمذی: ۲/ ۶۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف دی پس اس نے مجھے تکلیف دی اس لیے کہ آدمی کا چچا باپ کی طرح ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلْعَبَّاسُ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْه (جامع ترمذی: ۲/ ۶۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے ہوں۔

## حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت:

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا اور فرمایا؛ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

## حدیث سے دلیل:

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا ». (صحيح البخاری: ۱/ ۵۳۲)

ترجمہ: مسور بن مخرمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے غصہ دلایا، اس نے مجھے غصہ دلایا۔

## حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

حضرت حسن ؓ کے متعلق فرمایا، میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔

## حدیث سے دلیل:

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ « إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُصْلِحَ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنْ أُمَّتِي ». (ابوداؤد)

ترجمہ: ابوبکرۃ ؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت حسن ؓ کے متعلق کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے میری امت کے دو گروہوں میں صلح کروائیں گے۔

## اہلِ بیت کی فضیلت:

حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق ارشاد فرمایا، جو ان سے جنگ کرے گا، میری اس سے جنگ ہوگی اور جو ان سے صلح رکھے گا، میری اس سے صلح ہوگی۔

## حدیث سے دلیل:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِعَلِيٍّ وَلِفَاطِمَةَ، وَحَسَنٍ، وَحُسَيْنٍ: أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ. (جامع ترمذی: ۲/۲۰۶)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں اس سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے اور میں مصالحت رکھوں گا اس سے جس سے تم مصالحت رکھو گے۔

## اہل السنۃ کی نشانی:

اہل السنۃ کی نشانی یہ ہے کہ وہ صحابہ واہلِ بیت دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اہلِ بیتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں، ہمارے نزدیک اعتقادِ اصحاب اور حبِ اہلِ بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لیے بمنزلہ دو پر کے ہیں، دونوں ہی سے کام چلے ہے، جیسے ایک پر سے طائر یعنی پرندہ بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی نہیں اڑسکتا ایسے ہی ایمان بھی ان دو پروں کے سہارے کے موجبِ فوزِ مقصود (جس طرح "أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ" یا "فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" وغیرہ میں اشارہ ہے) نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا ایمان ایسا ہی ایمان ہے جس کا آیت لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ میں بیان ہے، ہاں اگر قدم بہ قدم حضرات شیعہ ہوتے تو جیسے انہوں نے موافقِ مثلِ مشہور غیروں کی بدشگنی کے لیے اپنی ناک کاٹ لی، سنیوں کی ضد میں اصحاب کرام کو بُرا کہہ کے اپنے ایمان کا ضیاع کیا، کیا ہم بھی شیعوں کی ضدّ میں نعوذ باللہ اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہہ کے مثلِ خوارج ونواصب اپنے ایمان کو خراب کرتے، لیکن ہم کو تو پابندی عقل ونقل سے ناچاری ہے شیعہ تو نہیں کہ مثلِ شترِ بے مہار پراگندارفتار جائیں۔

راہ کی بات تو یہ ہے کہ ہم کو دونوں فریق بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں، کس کو پھوڑیں؟ جس کو پھوڑیں اپنا ہی نقصان ہے۔ (ھدیۃ الشیعہ)

# مشاجراتِ صحابہ

## اختلافات کی نوعیت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلافات اور نزاعات پیش آئے جیسے جنگِ جمل اور صفین، ان کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیے۔ اور ہوا و ہوس اور حبِ جاہ و ریاست اور طلبِ رفعت و منزلت سے ان کو دور سمجھنا چاہیے، کیونکہ صحبتِ خیر البشر کی وجہ سے ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور ان کے نفوس خصائل رذیلہ، حرص اور کینہ سے پاک ہو چکے تھے اور اگر ان میں صلح تھی تو حق کے لیے تھی اور اگر کوئی جھگڑا تھا تو وہ بھی حق کے لیے تھا، ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ہزاراں ہزار جنید و شبلی سے کہیں بلند ہے، خدا تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا جس کا آیاتِ قرآنیہ میں بار بار اعلان فرمایا، مگر باوجود اس قرب اور ولایت کے صحابہ کرام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم نہ تھے، فرشتے نہ تھے، بشر تھے۔ بمقتضائے بشریت ان میں کچھ اختلافات پیش آئے لیکن ان کا یہ اختلاف اور نزاع حق کے لیے تھا، ہر گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا پس جو ان میں مُصِیب (جس کا اجتہاد درست ہو) ہے اس کا دہرا اجر ہے، اور جو مُخطی (جس سے خطا اجتہادی ہوئی ہو) ہے اس کو ایک درجہ کا اجر ہے۔ پس مُصِیب کی طرح مُخطی بھی ماجور ہے، فرق درجات کا ہے۔ اور اگر بالفرض مُخطی ماجور بھی نہ ہو تو معذور تو بلا شبہ ہے اور بلا شبہ طعن و ملامت سے دور ہے، ملامت کی ذرہ برابر گنجائش نہیں چہ جائیکہ ان کو کفر اور فسق کی طرف منسوب کیا جائے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی ہے، یہ نہ کافر ہیں نہ فاسق ہیں۔ کیونکہ یہ نزاع ان کے نزدیک ایک تاویل پر مبنی تھا، جو کفر اور فسق سے منع کرتی ہے، البتہ اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ حق حضرت علیؓ کی جانب تھا اور ان کے مخالف خطا پر تھے، لیکن یہ خطا، خطا اجتہادی تھی اور خطا اجتہادی پر طعن و ملامت جائز نہیں۔

## صحابہؓ کی عدالت و ثقاہت:

صحابہ کرام سب کے سب عدول اور ثقات ہیں اور سب کی روایتیں مقبول ہیں اور حضرت علیؓ کے موافقوں اور مخالفوں کی روایات، صدق اور وثوق میں سب برابر ہیں۔ اس لڑائی جھگڑے کے باعث کسی پر جرح نہیں ہوئی، لہٰذا سب کو دوست جاننا چاہیے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ

وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ "یعنی جس نے صحابہ کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے گویا میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا۔ مطلب یہ کہ میرے اصحاب سے محبت رکھنا مجھ سے محبت رکھنا ہے اور ان سے بغض رکھنا مجھ سے بغض رکھنا ہے۔ ان بزرگواروں کی تعظیم وتوقیر میں حضرت سید البشر کی تعظیم وتوقیر ہے اور ان کی بے قدری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے قدری ہے۔ (دیکھو مکتوب ۶۷ از دفتر دوم و مکتوب ۱۷ از دفتر سوم از مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ)

غرض یہ کہ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کے حقوق کو مدِ نظر رکھ کر تمام اصحاب سے محبت کرنا اور ان کو نیکی سے یاد کرنا فرض ہے۔ ہم سب سے محبت کے لیے مامور ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے سے دور بھاگتے ہیں، کیونکہ صحابہ کرام سے بغض اور نفرت کا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، لیکن محق کو محق کہتے ہیں اور مُخطی کو مُخطی کہتے ہیں، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے، اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مکتوب ۲۶۶ از دفتر اول از مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ)

## اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیر اور بھلائی کے ساتھ ذکر کریں اور جس طرح خدائے تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف وتوصیف کی ہے اسی طرح ان کی تعریف وتوصیف کریں اور جو نزاع کہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مابین واقع ہوا اس کی بنیاد اجتہاد پر تھی۔ امامت اور خلافت کے استحقاق میں کوئی نزاع اور اختلاف نہ تھا، اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ نے یہ گمان کیا کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے سپرد کر دیا جائے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ خلافت کا معاملہ بالکل ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ بایں لحاظ کہ ان کے قبائل بہت ہیں اور وہ لشکر میں ملے جلے ہیں اس لیے ان کے سپرد کرنے میں حضرت علیؓ نے تاخیر کو خیر سمجھا اور اچھا جانا اور حضرت معاویہؓ نے یہ سمجھا کہ باوجود اتنے بڑے قصور کے ان کے بارہ میں تاخیر خلافِ مصلحت ہے اس تاخیر سے ان کو اور جرأت ہوگی اور پہلے سے زیادہ یہ لوگ کشت وخون پر آمادہ ہو جائیں گے گویا کہ اس طرح کی تاخیر ان لوگوں کو خلفاء اور حکام کے مقابلہ پر ابھارنے کے مرادف ہوگی۔

یہ دونوں حضرات مجتہد تھے اور اجتہاد کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مصیب یعنی صواب کو پہنچنے والا ایک ہی ہوتا ہے اور اہلِ علم میں سے یہ کسی

کا قول نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خطا پر تھے۔ (احیاء العلوم: ۲/ ۲۲۳)

جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان کے مخالفین خطا پر تھے مگر وہ خطا اجتہادی تھی، اس پر طعن و تشنیع اور لب کشائی ناجائز ہے بلکہ سکوت واجب ہے۔

حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اختلاف کیا تو ان کا مقصد محض اصلاح تھی بعد میں سب تائب ہوئے اور نادم ہوئے اور سب اہلِ ایمان اور اہلِ جنت ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے ایمان کی خبر دی ہے اور یہ سب حضرات بیعۃ الرضوان میں شریک تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ

## خلاصہ کلام:

یہ کہ تمام صحابہ سے بلاتفریق کے اور تمام اہلِ بیت سے محبت رکھنا اور دل وجان سے ان کی عظمت اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ قرآن وحدیث اس حکم سے بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ تاریخی کتابوں کو دیکھ کر جن کی کوئی سند نہیں، صحابہ سے بدگمان نہ ہوں اور بدگمان ہوکر اپنا ایمان خراب نہ کریں، قرآن وحدیث میں جو آگیا وہ حق ہے اور تاریخی کتابوں میں جو ہے وہ ظنی بھی نہیں بلکہ افواہ کا درجہ ہے، اور بے سند افواہوں سے احکامِ خداوندی میں شک کرنا گمراہی اور بے عقلی ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بیان فرمائیں۔

① صحابی کی تعریف ذکر کریں؟

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں مرتبہ کے اعتبار سے ترتیب بیان فرمائیں؟

③ نبی، صحابی اور ولی میں فرق مراتب ذکر فرمائیں؟

④ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کسی شخص کے لیے تنقید جائز ہے؟

⑤ خلفاء راشدین کے نام بیان فرمائیں اور یہ بھی بیان فرمائیں کہ ان کے فیصلوں اور سنتوں پر عمل کا شریعت میں کیا رتبہ اور درجہ ہے؟

⑥ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف ذکر فرمائیں؟

⑦ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف ذکر فرمائیں؟

⑧ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مبارکہ پر مختصر روشنی ڈالیں؟

⑨ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے مبارک حالاتِ زندگی کا مختصر تعارف بیان فرمائیں؟

⑩ اہلِ بیت سے کون کون سے حضرات مراد ہیں؟

⑪ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین کے اسمائے گرامی ذکر فرمائیں؟

⑫ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے اسمائے گرامی اور مختصر حالاتِ زندگی بیان فرمائیں؟

⑬ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی اور حالات بیان فرمائیں؟

⑭ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے کون کون سے فضائل ومناقب ذکر فرمائے ہیں؟

⑮ قرآن وسنت میں حضراتِ اہلِ بیت کرام کے کیا کیا فضائل وارد ہوئے ہیں؟

**سوال نمبر ۲** صحیح اور غلط میں (✓) کے نشان کے ساتھ امتیاز کریں اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان فرمائیں۔

① اہلِ بیت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اور نواسے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج اور تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

③ تمام کے تمام صحابہ کرام معصوم ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

④ جو شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کا درجہ دیتا ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو یا قرآن پاک کی تحریف کا قائل ہو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

⑤ خلافتِ راشدہ کی مدت چالیس سال ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..................................................

⑥ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی اختلافات اور نزاعات امانت، دیانت، تقویٰ، خشیت اور اجتہادی اختلافات پر مبنی تھے، ان میں ذرا بھی نفسانی خواہش کا شبہ نہ تھا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

⑦ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دنیا کا کوئی شخص بھی تنقید سے بالاتر نہیں اس پر اعتراض ہوسکتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

⑧ قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے کہ صحابہ آپس میں رحیم اور دشمنوں کے مقابلے میں سخت تھے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

⑨ ساری دنیا کے اولیاء اللہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

⑩ تمام صحابہ کرام میں سب سے اونچا مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

**سوال نمبر ③** درست جگہ (✓) کا نشان لگا کر ایمان تازہ کیجیے۔

① تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ۔

☐ ہر قسم کے گناہوں اور خطاؤں سے معصوم تھے ☐ گناہوں سے محفوظ تھے

☐ تنقید سے بالاتر تھے ☐ عادل متقی تھے ☐ انبیاء کرام کے برابر تھے

② جس شخص نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا ہو اسے کہتے ہیں۔

☐ ولی ☐ صحابی ☐ تابعی

☐ امام ☐ نبی

③ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور نزاعات مبنی تھے۔

☐ اقتدار اور کرسی کی ہوس پر ☐ امانت ودیانت پر

☐ اختلافِ اجتہادی پر

④ جو شخص مندرجہ ذیل امور میں سے کسی کا عقیدہ رکھے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

☐ صحابہ کرام کو گالم گلوچ کو جائز بلکہ عبادت سمجھنا

☐ حضرت علیؓ کو خدا کا درجہ دینا

☐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحابیت کا منکر ہونا

☐ بدعات کا ارتکاب کرنا

☐ شراب، جوا اور چوری ڈاکے میں ملوث ہونا

⑤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے خلیفہ اور صحابہ کرام میں سب سے اونچے مرتبہ پر فائز تھے۔

☐ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ☐ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

☐ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ☐ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

⑥ درج ذیل رشتہ دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں شامل تھے۔

☐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ☐ آپ کے چچا

☐ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے اور بیٹیاں اور ان کی اولاد ☐ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات

☐ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ☐ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر

⑦ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں درج ذیل طبقہ کے بارے میں اپنی رضامندی کا اعلان فرما دیا۔

☐ اولیاء کرام ☐ صحابہ کرام ☐ اہلِ بیت عظام

☐ نیک تاجر ☐ صالحین ☐ مشائخ وبزرگانِ دین

☐ علماء کرام

⑧ اللہ تعالیٰ نے حق، سچ اور کھرے ایمان کی کسوٹی اور معیار بتلایا ہے۔

☐ تمام اولیاء کو ☐ تمام علماء کو ☐ تمام صحابہ کرام کو

☐ تابعین کو ☐ محدثین اور فقہاء کو

⑨ خلافتِ راشدہ کے بعد پہلے برحق حکمران اور بادشاہ تسلیم کیے گیے۔

☐ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ☐ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

☐ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ☐ عبدالملک بن مروان

⑩ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

☐ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ☐ حضرت محسن

☐ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ☐ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ

☐ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ

⑪ قربِ قیامت میں رونما ہونے والے فتنوں میں سب سے بڑھ کر ایمان کے لیے نقصان دہ فتنہ ہے۔

☐ بے حیائی اور عریانی کا فتنہ ☐ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے کا فتنہ

☐ قتل وغارت گری کا فتنہ ☐ نااہلوں کی حکمرانی کا فتنہ

☐ شراب، جوا اور سود کا فتنہ

سبق نمبر ⑭

# معجزات

## معجزہ کی تعریف:

معجزہ اس خارق عادت اور لوگوں کو عاجز کر دینے والے کام کو کہتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کسی نبی کے ہاتھوں ظاہر ہو۔

**المعجزة من العجز الذی هو ضد القدرة وفی التحقیق المعجز فاعل العجز فی غیره وهو الله سبحانه** (مرقاة بهامش مشکوة: ۵۳۰/۲)

ترجمہ: معجزہ عجز سے ہے جو کہ قدرت کی ضد ہے اور حقیقت میں معجز عاجز کرنے والا ہے غیر کو اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔

## معجزات کا مقصد:

معجزہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نبی کی نبوت کے برحق ہونے کی ایک آسمانی دلیل ہوتی ہے۔

نبی کی نبوت کی اصل دلیل نبی کی ذات وصفات اور اس کی تعلیمات ہوتی ہیں انہیں کو دیکھ کر سلیم الفطرت اور فہیم وذکی لوگ ایمان لے آتے ہیں عام لوگ جو ظاہری اور حسی نشانیوں سے متاثر ہوتے ہیں ان کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ معجزات کا انتظام فرماتے ہیں اور جن کے مقدر میں سوائے محرومی کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

## معجزہ صرف پیغمبر کے لیے:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کو مغالطے سے بچانے کے لئے کسی جھوٹے مدعی کو کوئی معجزہ نہیں دیا، اور نہ ہی اس کی کوئی پیش گوئی پوری ہونے دی یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کی کوئی پیش گوئی سچی ثابت نہیں ہوئی بلکہ اس کے خلاف واقع ہوا۔

دجال کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کئی خرق عادت کام ظاہر فرمائیں گے جیسا کہ دجال کے بیان میں گزر چکا ہے لیکن وہ نبوّت کا دعوٰی نہیں کرے گا بلکہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور کانے شخص کے خدائی کے دعویٰ کی حقیقت ہر انسان جانتا ہے۔

## حدیث سے دلیل:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا کہ دجال جوان ہوگا، اس کے بال گھونگریالے ہوں گے۔ دجال اس راستے سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان واقع ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! تم (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا۔ (راوی فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کتنے دن زمین پر رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن، اور ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کے مطابق ہوں گے۔ وہ ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے، پھر وہ بادل کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بادل بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی، پھر جب شام کو اس قوم کے مویشی آئیں گے جو چرنے کے لیے صبح کے قوت جنگل و بیاباں میں گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے اور ان کے تھن (دودھ کی زیادتی کی وجہ سے) بڑھ جائیں گے اور ان کی کوکھیں (خوب کھانے پینے کی وجہ سے) تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور ان کو اپنی دعوت دے گا لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے اور وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا پھر اس قوم کے لوگ قحط و خشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ مال و اسباب سے بالکل خالی ہاتھ ہو جائیں گے، اس کے بعد ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ وہ اپنے خزانوں کو نکال دے چنانچہ وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں، پھر دجال ایک شخص کو جو کہ جوانی سے بھرپور ہوگا اپنی طرف بلائے گا اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے جیسے کہ تیر نشانے پر پھینکا جاتا ہے، اس کے بعد دجال اس نوجوان کو بلائے گا چنانچہ وہ زندہ ہو کر دجال کی طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت ہی بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا۔

## معجزات پر ایمان لانے کا حکم:

انبیاء کرام علیہم السلام کے جو معجزات دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں ان پر ایمان لانا فرض ہے، ایسے قطعی معجزات میں سے صرف ایک کے انکار سے بھی انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، مثلاً کشتیِ نوح علیہ السلام کا معجزہ، صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا معجزہ، ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو گلزار بنانے کا معجزہ، داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو موم کی طرح نرم کرنے کا معجزہ، سلیمان علیہ السلام کو چرند پرند کی بولیاں سکھانے کا معجزہ، انسانوں اور جنوں کو ان کے تابع کرنے کا معجزہ، مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کرنے کا معجزہ، موسیٰ علیہ السلام کے لئے عصا اور یدِ بیضاء کا معجزہ، عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ پیدا کرنے کا معجزہ، پیدائش کے فوراً بعد کلام کرنے کا معجزہ، مٹی کے پرندے بنا کر انہیں زندہ کر کے اڑانے کا معجزہ، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ، آنحضرت ﷺ کے لئے قرآن کریم کا معجزہ کہ سوا چودہ سو برس گذرنے کے بعد بھی کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کرسکا۔ واقعہ اسراء کا معجزہ، آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے پھینکی جانے والی مٹی کو کافروں کی آنکھوں میں ڈال دینے کا معجزہ، وغیرہ۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے وہ برحق معجزات جو قطعی دلائل سے ثابت نہیں، ان کا انکار ضلالت و گمراہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾

(ھود:۳۷)

ترجمہ: اور ہماری نگرانی اور ہماری وحی کی مدد سے کشتی بناؤ اور جو لوگ ظالم بن چکے ہیں انکے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا، یہ اب غرق ہو کر ہی رہیں گے۔

۞ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ (ھود:۶۴)

ترجمہ: اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی بن کر آئی ہے، لہذا اس کو آزاد چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برے ارادے سے چھونا بھی نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عنقریب آنے والا عذاب تمہیں آ پکڑے۔

۞ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ (الانبیاء:۶۹)

ترجمہ: ہم نے کہا کہ اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم پر۔

❁ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ (سباء:۱۰)

ترجمہ: اور ہم نے داؤد کو اپنے پاس سے خاص فضل عطا کیا تھا، اے پہاڑو! تم بھی تسبیح میں ان کے ساتھ ہم آواز بن جاؤ اور اے پرندو! تم بھی، اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

❁ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (النمل:۱۶)

ترجمہ: ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔

❁ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ (النمل:۱۷)

ترجمہ: اور سلیمان کے لئے ان کے سارے لشکر جمع کر دیئے گئے تھے جو جنات، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل تھے چنانچہ انہیں قابو میں رکھا جاتا تھا۔

❁ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ (سباء:۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنات میں سے کچھ وہ تھے جو اپنے رب کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔

❁ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ (ص:۳۶)

ترجمہ: ہم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا تھا،

❁ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ (سباء:۱۲)

ترجمہ: اور سلیمان کے لئے ہم نے ہوا کو تابع بنا دیا تھا، اس کا صبح کا سفر بھی ایک مہینے کی مسافت کا ہوتا تھا اور شام کا سفر بھی ایک مہینے کی مسافت کا۔

❁ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ (القصص:۳۱)

ترجمہ: اور یہ کہ اپنی لاٹھی نیچے ڈال دو، پھر ہوا یہ کہ جب انہوں نے اس لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح حرکت کر رہی ہے جیسے سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے، اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

❁ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۝ (طٰہٰ:۲۲)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں دباؤ، وہ کسی بیماری کے بغیر سفید ہو کر نکلے گا، یہ (تمہاری نبوت

کی) ایک اور نشانی ہے۔

❁ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِیًّا۝۲۰ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ (مریم:۲۰۔۲۱)

ترجمہ: مریم نے کہا! میرے لڑکا کیسے ہو جائے گا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے، اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں، فرشتے نے کہا! ایسے ہی ہو جائے گا، تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لئے ایک معمولی سی بات ہے۔

❁ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ (المائدۃ:۱۱۰)

ترجمہ: اور جب تم میرے حکم سے گارا لے کر اس سے پرندے کی جیسی شکل بناتے تھے، پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، اور تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ نکال کھڑا کرتے تھے۔

❁ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝۲۳ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ۝۲۴ (البقرۃ:۲۳۔۲۴)

ترجمہ: اور اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے، تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو، پھر بھی اگر تم یہ کام نہ کر سکو اور یقیناً کبھی نہیں کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

❁ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (الإسراء:۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

❁ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ (الانفال:۱۷)

ترجمہ: اور جب تم نے ان پر مٹی پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ وہ اللہ نے پھینکی تھی۔

## معجزہ وہبی ہے کسبی نہیں:

معجزہ کسی نبی اور رسول کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کہ جب چاہے اسے ظاہر کردیں، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اور جو معجزہ چاہتے ہیں نبی کے ہاتھوں ظاہر فرمادیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض مرتبہ کفار کے مطالبے کے عین مطابق نبی کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر فرمایا اور کافروں کی طرف سے جو مطالبہ ضد، ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کی بناء پر کیا گیا، اسے پورا نہیں فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❁ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا (هود:۶۴)

ترجمہ: اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی بن کر آئی ہے، لہٰذا اس کو آزاد چھوڑ دو۔

❁ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

(بنی اسرائیل:۹۰۔۹۳)

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ ہم تم پر اسوقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے لئے ایک چشمہ نہ نکال دو، یا تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہوجائے اور تم اس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کردو، یا جیسے تم دعوے کرتے ہو، آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرادو یا پھر اللہ اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ، یا پھر تمہارے لئے سونے کا گھر پیدا ہوجائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر ایسی کتاب نازل نہ کردو جسے ہم پڑھ سکیں، (اے پیغمبر) کہہ دو کہ: سبحان اللہ! میں تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

## معجزاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ثبوت:

عیسائی کہتے ہیں کہ ہم قرآن وسنت کے ذکر کردہ معجزات کو نہیں مانتے کیونکہ دنیا کی تاریخ میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”ان تمام وقائع اور مضامین کے استماع کے بعد شاید کسی کو شبہ ہو کہ معجزاتِ مرقومہ بالا کا جو من جملہ معجزاتِ محمدی ﷺ مذکور ہوئے کیا ثبوت ہے؟ اور ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ معجزات ظہور میں آئے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو کیسے معلوم ہوا کہ دیگر انبیاء اور اوتاروں سے وہ معجزات و کرشمے ظہور میں آئے ہیں جو ان کے معتقد بیان کرتے ہیں اگر تورات وانجیل کے بھروسے ان معجزات و کرشموں پر ایمان ہے تو قرآن وحدیثِ محمدی ﷺ کے اعتماد پر معجزاتِ محمدی پر ایمان لانا واجب ہے، کیونکہ تورات وانجیل کی کسی کے پاس آج کوئی سند موجود نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کس زمانے میں یہ کتابیں لکھی گئیں، اور کون اور کس قدر ان کتابوں کے راوی ہیں۔“

## قرآن وسنت کا صحیح الاسناد ہونا مسلّم ہے:

اور قرآن وحدیث کی سند اور اسناد کا یہ حال ہے کہ یہاں سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک راویوں کی تعداد معلوم، نسب اور سکونت معلوم، نام اور احوال معلوم۔ پھر تماشا ہے کہ تورات وانجیل تو معتبر ہوجائیں اور قرآن وحدیث کا اعتبار نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ستم اور کونسی ناانصافی ہوگی؟ اگر تورات اور انجیل وغیرہ کتبِ مذاہبِ دیگر لائقِ اعتبار ہیں تو قرآن وحدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم ہے۔

## معجزاتِ محمدی ﷺ کی افضلیت:

آنحضرت ﷺ کی افضلیت کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی افضلیتِ محمدی واجب الایمان ہے، اور کیوں نہ ہو معجزات خود آثارِ کمالات ہوتے ہیں۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے بطورِ معجزہ مردے زندہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے بے جان لاٹھی جاندار اژدہا کی شکل میں بن گئی تو ان معجزات کو رسول اللہ ﷺ کے معجزات کے مقابلہ میں لانا درست نہیں کیونکہ آپ کا معجزہ اس سے بہت بڑا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے طفیل سے کبھی کا پرانا کھجور کا سوکھا تنا زندہ ہوگیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک زمانہ تک رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے، جب منبر بنایا گیا تو آپ ﷺ اس ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے، اس ستون میں سے رونے کی آواز آئی، آپ ﷺ منبر سے اتر کر اس ستون

کے پاس تشریف لائے اور اپنے سینے سے لگایا اور ہاتھ پھیرا، وہ ستون اس طرح چپ ہوا جیسے روتا ہوا بچہ سسکتا سسکتا چپ ہوجاتا ہے اس واقعہ کو ہزاروں نے دیکھا، جمعہ کا دن تھا اور پھر وہ زمانہ تھا جس میں نماز سے زیادہ کسی اور چیز کا اہتمام ہی نہ تھا خاص کر جمعہ کی نماز جس کے لیے اس قدر اہتمام شریعت میں کیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ اور کسی چیز کا اہتمام ہی نہیں۔

الغرض چھوٹے بڑے سب حاضر تھے، ایک دو اس وقت ہوتے تو احتمالِ دروغ یا وہم وغلط فہمی بھی تھا، ایسے مجمع کثیر میں ایسا واقعہ عجیب پیش آیا کہ نہ احیائے موتی کو جو اعجازِ عیسوی تھا اس سے کچھ نسبت اور نہ عصائے موسوی کو کہ اژدہا بن جانے کو، جو معجزہ موسوی تھا اس سے کچھ مناسبت۔ مطلب اس کا یہ ہے تنِ بے جان اور جسمِ مردہ کو قبلِ موت روح سے تعلق تھا، ستونِ مذکور کو تو نہ کبھی روح سے تعلق تھا نہ حیاتِ معروف سے مطلب۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عصائے موسوی اگر اژدہا بن گیا اور اژدہا بن کر چلا، دوڑا تو یہ وہ کام ہے کہ جتنے سانپ ہیں سب ہی یہ کام کرتے ہیں، کچھ سانپوں کے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی کام نہیں اور ستونِ محمدی اگر فراقِ محمدی میں رویا تو اس کا رونا محبتِ کمالِ محمدی پر دلالت کرتا ہے جو بجز مرتبۂ حق الیقین متصور نہیں جو بنسبتِ کمالاتِ روحانی بجز اربابِ کمال یعنی اصحابِ بصیرت ومکاشفہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں معجزۂ موسوی کو معجزۂ احمدی کے سامنے کچھ نسبت باقی نہیں رہتی۔

اور سنیے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو حضرت محمد ﷺ کی انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے، اور ظاہر ہے کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت و پوست سے پانی کا نکلنا عجیب ہے، کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور نالے ہیں سب پہاڑوں اور پتھروں اور زمین سے نکلتے ہیں، پر کسی کے گوشت و پوست سے کسی نے ایک قطرہ پانی نکلتے نہیں دیکھا، علاوہ ازیں ایک پیالی پانی پر دستِ مبارک رکھ دینے سے انگشتانِ مبارک سے پانی کا نکلنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دستِ مبارک منبع البرکات ہے اور یہ جسمِ مبارک کی کرامات ہیں اور سنگِ موسوی سے زمین پر رکھ دینے کے بعد پانی کا نکلنا اگر دلالت کرتا ہے تو اتنی بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوندِ عالم بڑا قادر ہے۔

اور سنیے! اگر باعجازِ حضرت یوشع علیہ السلام آفتاب دیر تک ایک جگہ ٹھہرا رہا یا کسی اور نبی کے لیے بعد غروب آفتاب لوٹ آیا تو اس کا ماحصل بجز اس کے اور کیا ہوا کہ بجائے حرکت سکون عارض ہوگیا یا بجائے

حرکتِ روزمرہ حرکتِ معکوس وقوع میں آئی، اور ظاہر ہے کہ یہ بات اتنی دشوار نہیں جتنی یہ بات دشوار ہے کہ چاند کے دوٹکڑے ہوگئے، کیونکہ پھٹ جانا تو ہر جسم کے حق میں خلافِ طبیعت ہے اور سکون کسی جسم کے حق میں بحیثیتِ جسمی خلافِ طبیعت نہیں بلکہ حرکت ہی خلافِ طبیعت ہے، یہی وجہ ہے کہ جیسے اجسام کے پھٹ جانے کے لیے اور اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی حرکت کے لیے بھی اور اسباب کی ضرورت پڑتی ہے اور سکون کے لیے سبب کی ضرورت نہیں ہوتی۔" (از رسائل قاسمی)

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی سے معجزہ کا مطالبہ کرنا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی شخص کسی جھوٹے مدعی نبوت سے دلیل یا معجزے کا مطالبہ کرے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ مطالبہ عقیدہ ختم نبوت میں شک کے مترادف ہے، والّا فلا۔

## ارہاص:

جو خرق عادت کام نبی کی نبوت سے پہلے ظاہر ہو اس کو ارہاص کہا جاتا ہے، جیسا کہ واقعہ فیل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارہاصات میں شمار کیا گیا ہے۔

**أصحاب الفيل، الذين كانوا قد عزموا على هدم الكعبة.... كان هذا من باب الإرهاص......لمبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم** (ابن كثير: ۵۴۹/۴)

## لفظِ معجزہ:

لفظ معجزہ دراصل علم العقائد والوں کی اصطلاح ہے، ورنہ قرآن وحدیث میں اسے آیت، برھان، علامت اور دلیل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط (الانعام: ۳۷)

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی۔

۞ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (النساء: ۱۷۴)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل آچکی ہے۔

# کرامات

## کرامت کی تعریف:

کرامت اس خرق عادت کام کو کہتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نیک بندوں کی توقیر بڑھانے کے لئے ان کے ہاتھوں ظاہر فرماتے ہیں۔

## کرامت کا ظہور:

اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظاہر ہونا حق ہے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے معجزات کا ظاہر ہونا حق ہے۔

## شرطِ ولایت:

ولی ہونے کے لئے آثار ولایت کا پایا جانا ضروری ہے، کوئی شخص محض قرابت نبی یا قرابت ولی کی بناء پر ولی نہیں ہوسکتا۔

## مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ:

معجزہ اور کرامت کے پیچھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نبی کے ہاتھوں معجزہ ظاہر فرمانے پر قادر ہیں، ایسے ہی ولی کے ہاتھوں کرامت ظاہر کرنے پر بھی قادر ہیں۔ معجزہ اور کرامت کے ظاہر ہونے میں نبی اور ولی کی کسی قسم کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

## کرامت کے ظہور میں ولی کا اختیار:

کرامت کے ظاہر ہونے میں کسی ولی کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اور جو کرامت چاہتے ہیں، اپنے کسی نیک بندے کے ہاتھوں ظاہر فرمادیتے ہیں۔

## کرامت کا ظہور ضروری نہیں:

اولیاء اللہ سے کرامتیں ظاہر ہونا کوئی ضروری نہیں، ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ کا دوست اور ولی ہو اور عمر بھر اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔

## کرامتِ ولی کی حقیقت:

کسی ولی کی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتی ہے جس کی امت میں سے یہ ولی ہے، کیونکہ اس امتی کی کرامت نبی کے سچا ہونے کی علامت ہے۔

## معجزہ وکرامت کی بنیاد:

ہر خرق عادت کام خواہ وہ معجزہ ہو یا کرامت، تین امور کی بناء پر وجود میں آتا ہے، علم، قدرت اور غناء اور یہ تین صفات علی وجہ الکمال ذات باری تعالیٰ ہی میں موجود ہیں، لہذا معجزہ اور کرامت اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

## کرامت کا حکم:

اولیاء اللہ کی بعض کرامات دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں ان پر ایمان لانا اور اس کو دل وجان سے قبول کرنا فرض ہے، ایسی قطعی کرامات میں سے کسی ایک کا انکار کرنے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، مثلاً اصحابِ کہف کا کئی سو سال تک سوئے رہنا، حضرت مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے بغیر شوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا، حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل کا آنا وغیرہ۔ اولیاء کرام کی جو کرامات دلائلِ ظنیہ سے ثابت ہیں انہیں تسلیم کرنا بھی ضروری ہے، ایسی کرامات کا انکار ضلالت وگمراہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ (الکہف:۱۸)

ترجمہ: تم انہیں (دیکھ کر) یہ سمجھتے ہو کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے، اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ دلاتے رہتے تھے۔

۞ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝۱۹ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝۲۰ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝۲۱ (مریم:۱۹۔۲۱)

ترجمہ: فرشتے نے کہا: میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں، (اور اس لئے آیا ہوں) تاکہ تمہیں

ایک پاکیزہ لڑکا دوں، مریم نے کہا! میرے لڑکا کیسے ہوجائے گا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے، اور نہ ہی میں کوئی بدکار عورت ہوں، فرشتے نے کہا! ایسے ہی ہوجائے گا، تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لئے ایک معمولی سی بات ہے، اور ہم یہ کام اس لئے کریں گے تاکہ اس لڑکے کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت کا مظاہرہ کریں اور یہ بات پوری طے ہوچکی ہے۔

❁ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ (آل عمران:۳۷)

ترجمہ: جب بھی زکریا ان کے پاس ان کی عبادت گاہ میں جاتے تو ان کے پاس کوئی رزق پاتے، انہوں نے پوچھا: مریم! تمہارے پاس یہ چیزیں کہاں سے آئیں؟ وہ بولیں! اللہ کے پاس سے۔

# شعبدہ بازی

## شعبدہ بازی کی تعریف:

وہ خرقِ عادت کام جو کسی کافر، منافق یا فاسق وفاجر یا کسی غیر متبع سنت شخص کے ہاتھوں ظاہر ہو ہرگز ہرگز کرامت نہیں یا تو وہ استدراج ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے یا شعبدہ بازی ہے۔

## شعبدہ بازی کی حقیقت:

شعبدہ بازی چند اسباب کی بناء پر کی جاتی ہے جن کی شعبدہ باز نے مشق کر رکھی ہوتی ہے، وہ اسباب ایسے ضعیف اور واہی ہوتے ہیں کہ شعبدہ باز حقیقت میں کوئی کام مکمل نہیں کرسکتا۔ شعبدہ باز کسی نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

## شعبدہ بازی کسبی فن ہے:

شعبدہ بازی ایک اختیاری فن ہے جو اسباب اختیار کرکے ہر وقت دکھلایا جاسکتا ہے، گویا شعبدہ، شعبدہ باز کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے دکھلا دے، برخلاف معجزہ وکرامت کے کہ یہ نبی اور ولی کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتے کہ جب چاہیں معجزہ یا کرامت ظاہر کردیں۔

# جادو

## جادو کی تعریف:

جادو کو عربی میں سحر کہتے ہیں، سحر کا معنیٰ ہے ہر وہ اثر جس کا سبب تو ہو مگر ظاہر نہ ہو بلکہ مخفی ہو اور اصطلاح شرع میں سحر ایسے عجیب غریب کام کو کہا جاتا ہے جس کے لئے جنات وشیاطین کو خوش کر کے ان سے مدد حاصل کی گئی ہو۔

چنانچہ روح المعانی کی عبارت میں اسی بات کا ذکر ہے:

**"والسحر فی الأصل مصدر سحر یسحر بفتح العین فیهما إذا أبدی ما یدق ویخفی وهو من المصادر الشاذة، ویستعمل بما لطف وخفی سببه، والمراد به أمر غریب یشبه الخارق - ولیس به - إذ یجری فیه التعلم ویستعان فی تحصیله بالتقرب إلی الشیطان بارتکاب القبائح"** (روح المعانی: ۳۳۸/۱)

ترجمہ: "لفظِ سحر" درحقیقت سحر یسحر (عین کلمہ کے فتحہ کے ساتھ) سے مصدر ہے، جب معنیٰ یہ ہو: کہ مخفی اور دقیق شئے کو ظاہر کرنا۔ اور یہ سحر مصادرِ شاذہ میں سے ہے، نیز یہ لفظ اس شئے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جس کا سبب مخفی اور لطیف ہو، اور مراد اس سے ایسا عجیب کام ہے جو خلافِ عادت کے متشابہ ہو لیکن حقیقت میں خلاف عادت نہ ہو۔ اس لیے کہ اس کو سیکھا جاتا ہے اور اس کے حصول کے لیے شیاطین کا قرب حاصل کرنے کے لیے گناہوں کا ارتکاب بھی کرنا پڑتا ہے۔

## جادو کی صورتیں:

جادو میں جنات کو راضی کرنے کی مختلف صورتیں ہیں:

(الف): ایسے منتر پڑھے جاتے ہیں جن میں کفریہ وشرکیہ کلمات ہوتے ہیں اور شیاطین کی تعریف ومدح ہوتی ہے۔

(ب): ستاروں کی پرستش اور عبادت کی جاتی ہے جس سے شیاطین خوش ہوتے ہیں۔

(ج): ایسے اعمال بد کا ارتکاب کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتے ہیں، مگر شیاطین ان سے خوش ہوتے ہیں مثلاً کسی کو ناحق قتل کر کے اس کے خون سے تعویذ لکھنا، مسلسل جنابت وناپاکی کی حالت میں

رہنا، جادوگر عورت کا حیض کے زمانے میں جادو کرنا، طہارت وصفائی سے اجتناب کرنا وغیرہ۔

جادوگر جب ایسے کام کرتا ہے تو خبیث شیاطین خوش ہوتے ہیں اور اس کا کام کر دیتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ جادوگر کے کسی کرتب سے ایسا ہو گیا جبکہ شیاطین کی مدد سے وہ کام ہوتا ہے۔ (دیکھئے تفسیر روح المعانی)

"ويستعان في تحصيله بالتقرب إلى الشيطان بارتكاب القبائح، قولا كالرقى التي فيها ألفاظ الشرك ومدح الشيطان وتسخيره، وعملا كعبادة الكواكب، والتزام الجناية وسائر الفسوق، واعتقادا كاستحسان ما يوجب التقرب إليه ومحبته إياه وذلك لا يستتب إلا بمن يناسبه في الشرارة وخبث النفس" (روح المعانی: ۳۳۸/۱)

ترجمہ: اور گناہوں کے ارتکاب کے ساتھ شیاطین کے قرب کے ذریعے جادو سیکھنے میں مدد طلب کی جاتی ہے، (اور گناہوں کا ارتکاب کبھی) قولاً ہوتا ہے مثلاً ایسے وظائف جن میں شرکیہ الفاظ، شیاطین کی تعریف، اور ان کو مسخر کرنا ہوتا ہے، اور عملی گناہ مثلاً ستاروں کی عبادت، حالتِ جنابت میں رہنا اور ہر طرح کا گناہ، اور اعتقادی گناہ مثلاً ایسے کاموں کو اچھا سمجھنا جو شیاطین کے قرب اور محبت کا ذریعہ ہوں، اور یہ چیز اسی کو ملتی ہے جو شرارت اور خباثتِ نفس میں شیطان کے مناسب ہو۔

## فرشتوں کا مدد کرنا:

جنات وشیاطین جس طرح جادوگروں کے اعمال بد کی وجہ سے ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے کام بنا دیتے ہیں، اسی طرح فرشتے نیک لوگوں کے تقویٰ، طہارت۔ پاکیزگی، نیک اعمال کے کرنے اور غلط اعمال سے بچنے کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے کام بنا دیتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

"فإن التناسب شرط التضام والتعاون فكما أن الملائكة لا تعاون إلا أخيار الناس المشبهين بهم في المواظبة على العبادة والتقرب إلى الله تعالى بالقول والفعل كذلك الشياطين لا تعاون إلا الأشرار المشبهين بهم في الخباثة والنجاسة قولا وفعلا واعتقادا" (روح المعانی: ۳۳۸/۱)

ترجمہ: اس لیے کہ آپس کی مناسبت مدد وتعاون کی شرط ہے، لہذا جیسے فرشتے صرف انہی اچھے لوگوں کی مدد

کرتے ہیں جو عبادت پر دوام، اور قول وفعل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنے میں فرشتوں کی طرح ہوں، اسی طرح شیاطین بھی انہی برے لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو قولی، فعلی اور عملی خباثت ونجاست میں ان کی طرح ہوں۔

## جادو کا اثر:

جادو سے بسا اوقات ایک چیز کی حقیقت ہی تبدیل ہوجاتی ہے، مثلاً انسان کو پتھر یا گدھا بنادیا جائے، بسا اوقات صرف نظر بندی ہوتی ہے کہ جادوگر لوگوں کی آنکھوں پر ایسا اثر ڈالتا ہے جس سے وہ ایک غیر موجود چیز کو موجود اور حقیقت سمجھنے لگتے ہیں اور بسا اوقات قوت خیالیہ کے ذریعہ لوگوں کے دماغ پر اثر ڈالا جاتا ہے جس سے وہ ایک غیر محسوس چیز کو محسوس خیال کرتے ہیں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول آئندہ عبارت میں اسی بات کا ذکر ہے:

"والسحر وجوده حقيقة عند أهل السنة، وعليه أكثر الأمم، ولكن العمل به كفر، حكى عن الشافعي رضى الله عنه أنه قال: السحر يخيل ويمرض وقد يقتل، حتى أوجب القصاص على من قتل به فهو من عمل الشيطان، يتلقاه الساحر منه بتعليمه إياه، فإذا تلقاه منه استعمله فى غيره، وقيل: إنه يؤثر فى قلب الأعيان فيجعل الآدمى على صورة الحمار ويجعل الحمار على صورة الكلب" (تفسیر بغوی:۱/۹۹)

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک جادو کا وجود برحق ہے، اور امت کی اکثریت اس سے متفق ہے، اور لیکن جادو کے ساتھ کام لینا کفر ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: جادو خیالات پر اثر انداز ہوتا ہے نیز بیمار اور ہلاک بھی کرسکتا ہے، یہاں تک کہ جادو کے ذریعے قتل کرنے والے پر قصاص بھی واجب ہے، لہٰذا جادو شیطانی عمل ہے جو جادوگر شیطان سے سیکھ کر حاصل کرتا ہے، اور جب جادو سیکھ لیتا ہے تو اس کو استعمال کرتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جادو شئے کو تبدیل بھی کرسکتا ہے مثلاً انسان کو گدھے اور گدھے کو کتے کی صورت میں تبدیل کرسکتا ہے۔

والجمهور على أن له حقيقة وأنه قد يبلغ الساحر إلى حيث يطير فى الهواء ويمشى على الماء ويقتل النفس ويقلب الإنسان حمارا، والفاعل الحقيقى فى كل ذلك هو الله تعالى (روح المعانى:۱/۳۳۹)

ترجمہ: اور جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جادو کی حقیقت ہے، اور اس کے ذریعے جادوگر اتنی طاقت بھی حاصل کرسکتا ہے کہ ہوا میں اڑے یا پانی پر چلے، کسی کو قتل کردے، اور انسان سے گدھا بنادے، لیکن حقیقت میں سب کچھ کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

## جادو برحق ہے:

جادو اور نظر برحق ہے، اسباب کے درجہ میں اس سے موت بھی واقع ہوسکتی ہے، جادو سے صحت مند انسان بیمار ہوسکتا ہے، جادو انسان کے دل پر اثر انداز ہوکر اس کے قلبی رجحانات کو تبدیل کرسکتا ہے حتیٰ کہ جادو کے ذریعہ کسی کو قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ تفسیر بغوی میں ہے:

**والسحر وجوده حقيقة عند أهل السنة، وعليه أكثر الأمم، ولكن العمل به كفر، حكي عن الشافعي رضي الله عنه أنه قال: السحر يخيل ويمرض وقد يقتل،** (تفسير بغوی: ۱/ ۹۹)

ترجمہ: اہلِ سنت کے نزدیک جادو کا وجود برحق ہے، اور امت کی اکثریت اس سے متفق ہے، اور لیکن جادو کے ساتھ کام لینا کفر ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: جادو خیالات پر اثر انداز ہوتا ہے نیز بیمار اور ہلاک بھی کرسکتا ہے۔

## جادو کے کلمات:

جادو کے بعض کلمات میں بھی تاثیر ہوتی ہے بسا اوقات صرف جادو کے کلمات سے آدمی بیمار ہوسکتا ہے، علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ کچھ لوگ جادو کے کلمات سے مر بھی گئے تھے، جادو کے بعض کلمات ان عوارض اور بیماریوں کی طرح ہیں جو انسانی بدن میں اثر انداز ہوتے ہیں۔

## جادو ایک سبب ہے:

جادو بھی دیگر اسباب کی طرح ایک سبب ہے اور کوئی سبب بھی بذاتہ موثر نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو، لہذا جادو کا اثر بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**۞ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛ** (البقرة: ۱۰۲)

ترجمہ: وہ اس کے ذریعے کسی کو اللہ کی مشیت کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، مگر وہ ایسی باتیں سیکھتے تھے جو ان کے لئے نقصان دہ تھیں اور فائدہ مند نہ تھیں، اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ جو ان چیزوں کا خریدار بنے گا، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

## جادو اور معجزہ میں فرق:

جادو اور معجزہ بظاہر دونوں خرق عادت معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے اور جادو غیر نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ جادو اسباب کے ماتحت ہوتا ہے صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اسباب خفیہ ہوتے ہیں اور معجزہ تحت الاسباب نہیں ہوتا بلکہ اسباب کے بغیر وہ براہِ راست حق جل شانہ کا اپنا فعل ہوتا ہے جیسے فرمایا:

❁ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ (الانفال: ۱۷)

ترجمہ: جب تم نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

اور نمرود کی آگ کو فرمایا:

❁ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾

ہم نے کہا: "اے آگ! ٹھنڈی ہو جا، اور ابراہیم کے لئے سلامتی بن جا۔"

تیسرا فرق یہ ہے کہ معجزہ ایسے لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے جو مقام نبوت پر فائز ہوتے ہیں اور جن کے تقویٰ، طہارت اور اعمال صالحہ کا سب مشاہدہ کرتے ہیں، اور جادو کا اثر ان لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے جو گندے، ناپاک اور غلط کار ہوتے ہیں، اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت سے دور رہتے ہیں، چوتھا فرق یہ ہے کہ معجزہ تحدی اور چیلنج کے ساتھ ہوتا ہے کہ نبی معجزہ میں جو چیز پیش کرتا ہے اس کے مقابلہ میں اس جیسی چیز پیش کرنے کا چیلنج بھی کرتا ہے، جادوگر میں تحدی اور چیلنج کی ہمت نہیں ہوتی مقابلہ سے ڈرتا ہے۔ علامہ آلوسی کی عبارت میں اسی بات کا ذکر ہے:

كذلك الشياطين لا تعاون إلا الأشرار المشبهين بهم في الخباثة والنجاسة قولا وفعلا واعتقادا وبهذا يتميز الساحر عن النبي والولي وفسره الجمهور بأنه خارق للعادة يظهر من نفس شريرة بمباشرة أعمال مخصوصة.... ولم تجر سنته بتمكين الساحر من فلق البحر وإحياء الموتى وإنطاق العجماء، وغير ذلك من آيات الرسل عليهم السلام، والمعتزلة، وأبو

جعفر الأسترابادي من أصحابنا على أنه لا حقيقة له، وإنما هو تخييل، وأكفر المعتزلة من قال ببلوغ الساحر إلى حيث ما ذكرنا زعما منهم أن بذلك انسداد طريق النبوة وليس كما زعموا على ما لا يخفى، ومن المحققين من فرق بين السحر والمعجزة باقتران المعجزة بالتحدي بخلافه فإنه لا يمكن ظهوره على يد مدعي نبوة كاذبا كما جرت به عادة الله تعالى المستمرة صونا لهذا المنصب الجليل عن أن يتسور حماه الكذابون (روح المعانی: ۱/۳۳۸-۳۳۹)

## جادو اور کرامت میں فرق:

جادو اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ جادو گندے اور غلط کار قسم کے لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے اور کرامت صرف نیک اور اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

كذلك الشياطين لا تعاون إلا الأشرار المشبهين بهم في الخباثة والنجاسة قولا وفعلا واعتقادا وبهذا يتميز الساحر عن النبي والولي (روح المعانی: ۱/۳۳۸)

ترجمہ: اسی طرح شیاطین صرف انہی شریر لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو خباثت اور ناپاکی میں قولی، فعلی اور اعتقادی اعتبار سے شیاطین کے مشابہ ہوں، اور اسی بات سے جادوگر نبی اور ولی سے جدا ہو جاتا ہے۔

## جادوگر کا دعویٰ نبوت کرنا:

جادوگر اگر نبوت کا دعویٰ کرے تو اس کا جادو نہیں چلتا، دعویٰ نبوت کے بغیر جادوگر کا جادو چل جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی جادوگر کو یہ طاقت نہیں دی کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات جیسے کام جادو کے ذریعے کر سکے۔

ومن المحققين من فرق بين السحر والمعجزة باقتران المعجزة بالتحدي بخلافه فإنه لا يمكن ظهوره على يد مدعي نبوة كاذبا كما جرت به عادة الله تعالى المستمرة صونا لهذا المنصب الجليل عن أن يتسور حماه الكذابون (روح المعانی: ۱/۳۳۹)

ترجمہ: اور بعض محققین نے جادو اور معجزہ میں اس طرح فرق بیان فرمایا ہے کہ جادو کے برخلاف معجزہ میں چیلنج دینا بھی ہوتا ہے، اس لئے کہ ایسے معجزہ کا ظہور جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ عادۃ اللہ ہمیشہ سے یہی ہے، اس عظیم منصب کو اس بات سے بچانے کے لئے کہ جھوٹے مدعی اس کی چراگاہ پر حملہ کر سکیں۔

## نبی پر بھی جادو ہوسکتا ہے:

نبی پر بھی جادو ہوسکتا ہے اور نبی بھی جادو سے متاثر ہوسکتا ہے، اس لئے کہ جادو اسباب خفیہ کا اثر ہوتا ہے اور اثرات اسباب سے متاثر ہونا شانِ نبوت کے خلاف نہیں، نبی کریم ﷺ پر یہودیوں کا جادو کرنا، اور آپ ﷺ پر اس کا اثر ظاہر ہونا اور بذریعہ وحی اس جادو کا پتہ چلنا اور اس کو زائل کرنے کا طریقہ بتلایا جانا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادو سے متاثر ہونا اور ڈرنا خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ۝ فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ خِيۡفَةً مُّوۡسٰى ۝ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى ۝ (طٰهٰ:۶۶-۶۸)

ترجمہ: پھر اچانک ان کی (ڈالی ہوئی) رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے نتیجے میں موسیٰ کو ایسی محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہیں، اس پر موسیٰ کو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس ہوا، ہم نے کہا! ڈرو نہیں، یقین رکھو تم ہی سربلند رہو گے۔

## جادو کا حکم:

۞ جادو میں اگر کوئی شرکیہ یا کفریہ قول یا عمل اختیار کیا گیا ہو، مثلاً جنات وشیاطین سے مدد مانگنا اور ان کو مدد کے لئے پکارنا یا ان کو سجدہ کرنا، یا ستاروں کو موثر بالذات ماننا وغیرہ تو ایسا جادو کفر وشرک ہے اور ایسا جادوگر بلا شبہ کافر ہے۔

۞ اگر تعویذ گنڈے وغیرہ میں بھی جنات وشیاطین سے مدد طلب کی جاتی ہو اور ان کو پکارا جاتا ہو تو یہ بھی شرک ہے۔

۞ جادو اور تعویذ گنڈوں میں استعمال کیے جانے والے کلمات اگر مشتبہ قسم کے ہوں اور ان کے معانی معلوم نہ ہوں تو احتمال استمداد کی بناء پر یہ بھی حرام ہے۔

۞ تعویذ گنڈے میں اگر جائز امور سے کام لیا جاتا ہو مگر مقصد ناجائز ہو تو بھی حرام ہے۔

۞ فَيَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡهُمَا مَا يُفَرِّقُوۡنَ بِهٖ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَزَوۡجِهٖ ؕ (البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ: پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی پیدا کردیں۔

## جائز عملیات:

جائز امور کے لئے اور جائز امور کے ساتھ اگر عملیات اور تعویذ گنڈے کا کام کیا جاتا ہو تو جائز ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: "إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ" وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَّلَدِهٖ وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهٖ" (مشکوۃ المصابیح:۱/۲۱۸)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کوئی ایک نیند میں گھبرا جائے تو یہ کلمات کہے:

**أعوذ بكلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وأن يحضرون** تو اس کو ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے بالغ بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے کسی کاغذ پر لکھ کر گلے میں لٹکا دیتے تھے۔

## ہاروت و ماروت:

قرآن کریم میں بابل شہر میں جن دو فرشتوں ہاروت اور ماروت کے اتارے جانے اور جادو سکھانے کا ذکر ہے، وہ لوگوں کی آزمائش و امتحان کے لئے اتارے گئے تھے، وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے تاکہ لوگ جادو سے باخبر ہو کر اس سے بچ سکیں، اور وہ جادو سکھانے سے پہلے اس پر عہد و پیمان بھی لیتے تھے، ان سے اس عہد و پیمان کیساتھ جادو سیکھنے کے بعد اگر کسی نے اس کو غلط استعمال کیا تو وہ اپنا فعل تھا، اگر کوئی جادو کی وجہ سے کافر یا فاسق ہوا تو وہ فرشتے اس سے بری الذمہ ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۞ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ (البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ: نیز یہ (بنی اسرائیل) اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شہر بابل میں ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں پر نازل کی گئی تھی، یہ دو فرشتے کسی کو اس وقت تک کوئی تعلیم نہیں دیتے تھے جب تک اس سے یہ نہ کہہ دیں کہ ہم محض آزمائش کے لئے ہیں، لہذا تم کفر اختیار نہ کرو۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بیان فرمائیں۔

① کیا معجزات پر ایمان لانا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو کیوں؟

② معجزہ کی تعریف اور قرآن پاک میں بیان فرمودہ اس کے دیگر احکام بیان فرمائیں۔

③ کیا کسی جھوٹے مدعی کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور ممکن ہے؟

④ وہ کون سے معجزات ہیں جو قطعیت کے ساتھ ثابت ہیں اور ان پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے؟

⑤ کسی بھی نبی کو معجزہ کس حکمت سے عطا کیا جاتا ہے؟

⑥ کسی بھی جھوٹے مدعی نبوت کے دعویٰ کی سچائی جاننے کے لئے اس سے معجزہ یا دلیل کا مطالبہ کرنا درست ہے؟

⑦ معجزہ اور کرامت میں فرق ذکر فرمائیں۔

⑧ اولیاء کی کرامات کے بارے میں صحیح عقیدہ ذکر کیجیئے۔

⑨ وہ کون کون سی کرامات ہیں جو ضروریات دین میں سے ہیں اور ان کا انکار کرنا کفر ہے؟

⑩ کیا معجزہ اور کرامت کا اظہار کرنا کسی نبی یا ولی کی قدرت میں ہے؟

⑪ شعبدہ بازی اور استدراج کی کیا تعریف ہے؟

⑫ شعبدہ بازی اور معجزہ یا کرامت میں کیا فرق ہے؟

⑬ سحر کا معنی اور مطلب کیا ہے؟ اور جادو کرنے کا کیا حکم ہے؟ قدرے تفصیل سے بیان فرمائیں۔

⑭ جادو کی وجہ سے عجیب وغریب کام کیسے وقوع پذیر ہو جاتا ہے؟

⑮ جادو اور معجزہ میں کیا فرق ہے؟

⑯ تعویذ اور عملیات کا شرعی حکم کیا ہے؟

⑰ جادو کے ذریعے کس کس قسم کی تبدیلی رونما ہو سکتی ہے؟

⑱ کیا جادو اور نظر لگ جانا تخیلاتی چیز ہے یا اس کی کوئی حقیقت بھی ہے؟

⑲ کس قسم کے افراد پر جادو کا اثر ہو جاتا ہے؟

⑳ کس قسم کے افراد کا جادو کامیاب ہو جاتا ہے؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں (✓) کے نشان کے ساتھ امتیاز کیجیے اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان فرمائیے۔

① جادو میں کفریہ وشرکیہ کلمات کے ذریعے خبیث جنات وشیاطین سے مدد لی جاتی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

② جادو محض نفسیاتی چیز ہے طبیعت پر اس کا کسی قسم کا کوئی اثر واقع نہیں ہوتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

③ جادوگر اگر نبوت کا دعویٰ کر دے تو اپنے جادو کے ذریعے لوگوں کو ورغلا سکتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

④ جادو صرف گندے اور غلط کار لوگوں کا فعل ہے اور کرامت متقی اور پارسا لوگوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

⑤ کرامت اور معجزہ کی طرح شعبدہ بازی بھی غیر اختیاری چیز ہے، شعبدہ باز اپنی مرضی سے کچھ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..................................................

⑥ کسی بھی ولی کا معجزہ دراصل اس پیغمبر کا معجزہ ہوتا ہے جس کی امت میں وہ شامل ہوتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..................................................

⑦ قطعی کرامات کا انکار کرنا کفر ہے، اور دلائلِ ظنیہ سے ثابت کرامات کا انکار جہل اور گمراہی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..................................................

⑧ نبوت کی اصل دلیل معجزہ ہوتی ہے، اس کے بغیر کسی نبی کی صداقت کا پہچاننا تمام لوگوں کے لیے مشکل ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..................................................

⑨ دجال کے ہاتھ پر خرقِ عادت کام اس وجہ سے ظاہر ہوں گے کہ وہ نبوت کے برخلاف خدائی کا دعویدار ہوگا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..................................................

⑩ ہر ولی سے کرامت کا ظہور لازمی نہیں، ولایت کا اصل دارومدار تقویٰ اور اتباعِ شریعت وسنت ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ: ..................................................

**سوال نمبر ③** درست جگہ پر (✓) کا نشان لگا کر اپنا عقیدہ درست کیجیے۔

① درج ذیل امور کا اظہار ناممکن ہے۔

☐ نبی سے معجزہ کا ظہور ☐ ولی سے کرامت کا صدور

☐ شعبدہ باز سے کرامت کا ظہور ☐ جھوٹے مدعی نبوت سے معجزہ کا ظہور

☐ جادوگر کے ہاتھ پر خلافِ عادت کام کا ظہور

② مندرجہ ذیل میں جس چیز کا انکار دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

☐ ان معجزات کا انکار جو قرآن پاک میں آئے ہیں

☐ کسی شعبدہ باز کی شعبدہ بازی کا انکار

☐ جادو کا انکار ☐ اصحابِ کہف اور حضرت بی بی مریم کی کرامت کا انکار

③ کسی بھی پیغمبر کی صداقت کو پہچاننے کے لیے اصل نشانی اور دلیل ہے۔

☐ اس کے امتی کی کرامت ☐ نبی کا معجزہ

☐ نبی کی ذات وصفاتِ قدسیہ

④ جادوگر اگر جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تو اس کے ہاتھ سے ظاہر ہونا ناممکن ہے۔

☐ نبوت کا دعویٰ ناممکن ہے ☐ جادو کا اظہار ناممکن

☐ توبہ کرنا ناممکن

⑤ درج ذیل امور حق ہیں، ان کا انکار کرنا ضروریاتِ دین کا انکار ہے جس سے بندہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

☐ وہ معجزات جو دلائل ظنیہ سے ثابت ہیں ☐ وہ کراماتِ اولیاء جو قرآن پاک میں آئی ہیں

☐ وہ کرامات جو دلائل ظنیہ سے ثابت ہیں ☐ وہ معجزات جن کا قرآن پاک نے ذکر کیا ہے

☐ تعویذات اور عملیات کا

## سبق نمبر ۱۵

# فرقِ باطلہ

## قادیانی و لاہوری:

حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی شخص منصبِ نبوت پر فائز نہیں ہوسکتا، آپ ﷺ کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور زندیق ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا، ۱۸۹۹ء میں ظلی بروزی نبی ہونے کا اور بالآخر ۱۹۰۱ء میں مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مرزا اپنے ان جھوٹے دعووں کی بناء پر کافر و مرتد اور زندیق ٹھہرا، اور اس کو نبی ماننے والے بھی کافر و مرتد اور زندیق ٹھہرے۔

مرزا کو ماننے والے دو طرح کے لوگ ہیں:

① قادیانی ② لاہوری

قادیانی مرزا کو اس کے تمام دعووں میں سچا مانتے ہیں، لہذا جو لوگ اسلام سے برگشتہ ہو کر قادیانی ہوئے وہ مرتد کہلائیں گے اور جو پیدائشی قادیانی ہیں وہ زندیق کہلائیں گے۔

لاہوریوں اور قادیانیوں کا اصل جھگڑا حکیم نور الدین کے بعد مسئلہ خلافت پر ہوا، قادیانی خاندان نے مرزا محمود کو خلافت سونپ کر اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی، جبکہ لاہوری گروپ محمد علی لاہوری کی خلافت کا خواہاں تھا، ورنہ دونوں گروپ مرزا کو اپنے دعووں میں سچا مانتے ہیں۔

اگر لاہوری کہیں کہ ہم قادیانی کو نبی نہیں مانتے، اول تو یہ بات خلاف حقیقت اور غلط ہے اور اگر تسلیم بھی کرلی جائے تو وہ اس کو مجدد، مہدی، اور مامور من اللہ وغیرہ ضرور مانتے ہیں اور جھوٹے مدعی نبوت کو صرف مسلمان سمجھنے سے آدمی کافر و مرتد ہوجاتا ہے، لہٰذا قادیانی جماعت کے دونوں گروہ قادیانی اور لاہوری کافر و مرتد ہیں۔

## بہائی فرقہ:

بہائی فرقہ مرزا محمد علی شیرازی کی طرف منسوب ہے، محمد علی شیرازی ۱۸۲۰ء میں ایران میں پیدا ہوا، اثنا عشری فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔اسی نے اسماعیلی مذہب کی بنیاد ڈالی۔محمد علی نے بہت سے دعوے کیے، ایک دعویٰ یہ کیا کہ وہ امام منتظر کے لئے باب یعنی دروازہ ہے، اسی واسطے اس فرقے کو فرقہ بابیہ بھی کہا جاتا ہے، بہائیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ایک وزیر بہاء اللہ کا سلسلہ آگے چلا، دوسرے وزیر صبح الاول کا سلسلہ نہ چل سکا۔

محمد علی کے دعوؤں میں سے ایک دعویٰ یہ تھا کہ وہ خود مہدی منتظر ہے، اس بات کا بھی مدعی تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر حلول کئے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مخلوق کے لئے ظاہر کیا ہے۔وہ قرب قیامت میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ظہور موسیٰ علیہ السلام کا بھی قائل تھا، دنیا میں اس کے علاوہ کوئی بھی نزول موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہیں ہے۔وہ اپنے بارے میں اس بات کا بھی مدعی تھا کہ وہ اولوالعزم من الرسل کا مثل حقیقی ہے، یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں وہی نوح تھا، موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں وہی موسیٰ تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں وہی عیسیٰ تھا اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں وہ ہی محمد تھا (معاذ اللہ)۔

اس کا ایک دعویٰ یہ تھا کہ اسلام، عیسائیت اور یہودیت میں کوئی فرق نہیں ہے، وہ حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا بھی منکر تھا۔اس نے البیان نامی ایک کتاب لکھی جس کے بارے میں اس کا کہنا تھا کہ یہ کتاب قرآن کریم کا متبادل ہے۔ایک دوسری کتاب الاقدس لکھی جس کے بارے میں اس کا دعویٰ تھا کہ یہ کتاب میری طرف بھیجی جانے والی وحی الٰہی پر مشتمل ہے، اس نے تمام محرمات شرعیہ کو جائز قرار دیا اور کتاب وسنت سے ثابت اکثر احکام شرعیہ کا انکار کیا، اسلام کے برخلاف ایک جدید اسلام پیش کرنے کا دعویٰ کیا، انہی تمام باطل دعوؤں پر اس کا خاتمہ ہوا، اس کے بعد اس کا بیٹا عباس المعروف عبد البھاء اس کا خلیفہ مقرر ہوا۔

یہ فرقہ بھی اپنے باطل اور کفریہ نظریات کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

## اسماعیلی و آغاخانی:

اسماعیلی مذہب، اسلام کے برخلاف واضح کفریہ عقائد اور قرآن وسنت کے منافی اعمال پر مشتمل مذہب ہے۔اس مذہب کے بانی پیر صدر الدین ۷۰۰ء میں ایران کے ایک گاؤں سبزوار میں پیدا ہوئے، خراسان سے ہندوستان آئے، سندھ، پنجاب اور کشمیر کے دورے کیے اور نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کے حوالے سے ان دوروں میں بڑے بڑے تجربات حاصل کیے، چنانچہ سندھ کے ایک گاؤں کو ہاڈا کو اپنا مرکز و مسکن قرار دیا، ایک

سو اٹھارہ سال کی طویل عمر پا کر پنجاب، بہاولپور کے ایک گاؤں اوچ میں اس کا انتقال ہوا، اس نے اسماعیلی مذہب کا کھوج لگا کر اسماعیلیوں کو یہ مذہب دیا۔

اس فرقہ کا کلمہ یہ ہے:

**اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله واشهد ان امير المومنين على الله**

اسماعیلی مذہب کے عقیدہ امامت کے متعلق عجیب و غریب نظریات ہیں، ان کے نظریہ میں امام زمان ہی سب کچھ ہے وہی خدا ہے، وہی قرآن ہے، وہی خانہ کعبہ ہے، وہی بیت المعمور (فرشتوں کا کعبہ) ہے، وہی جنت ہے، قرآن کریم میں جہاں کہیں لفظ اللہ آیا ہے اس سے مراد امام زمان ہی ہے۔

اسماعیلی ختم نبوت کے منکر ہیں، چنانچہ ان کے مذہب کے مطابق آدم علیہ السلام عالم دین کے اتوار ہیں، نوح علیہ السلام سوموار ہیں، ابراہیم علیہ السلام منگل ہیں، موسیٰ علیہ السلام بدھ ہیں، عیسیٰ علیہ السلام جمعرات ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم دین کے روز جمعہ ہیں اور سنیچر یعنی ہفتہ کے آنے کا انتظار ہے، اور وہ قائم القیامہ ہیں، ان کے زمانہ میں اعمال نہیں ہوں گے بلکہ اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

## اسماعیلی مذہب کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

① دعا کے لئے ہمیشہ جماعت خانہ میں حاضر ہونا اور وہیں دعا پڑھنا۔

② آنکھ کی نظر پاک ہونا۔

③ سچ بولنا۔

④ سچائی سے چلنا۔

⑤ نیک اعمال۔

اسماعیلی مذہب میں نماز نہیں ہے، اس کی جگہ دعا ہے، روزہ فرض نہیں، زکوٰۃ نہیں اس کے بدلے مال کا دسواں حصہ بطور دسوند امام زمان کو دینا لازم ہے، حج نہیں ہے، اس کے بدلے میں امام زمان کا دیدار ہے یا اسماعیلیوں کا حج پہلے ایران میں ہوتا تھا اب بمبئی بھی حج کرنے جاتے ہیں۔

اسماعیلی مذہب کی کفریات کی بناء پر ان کو مسلمان سمجھنا یا ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا جائز نہیں۔

# ذکری فرقہ

ذکری فرقے کی بنیاد دسویں صدی ہجری میں بلوچستان کے علاقے تربت میں رکھی گئی، ملا محمد اٹکی نے اس کی بنیاد رکھی جو ۹۷۷ھ میں پیدا ہوا اور ۹۲۰ھ میں وفات پا گیا، ملا محمد اٹکی نے پہلے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا پھر نبوت کا دعویٰ کیا، آخر میں خاتم الانبیاء ہونے کا دعوٰی کر دیا۔

ذکری فرقے کا بانی ملا محمد اٹکی، سید محمد جونپوری کے مریدوں میں سے تھا، اس کی وفات کے بعد اس نے ذکری فرقے کی بنیاد رکھی، سید محمد جونپوری ۸۴۷ھ میں جونپور صوبہ اودھ میں پیدا ہوا، اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، اس کے پیروکاروں کو فرقہ مہدویہ کا نام دیا جاتا ہے، اس فرقے کے بہت سے کفریہ عقائد ہیں، مثلاً سید محمد جونپوری کو مہدی ماننا فرض ہے، اس کا انکار کفر ہے، محمد جونپوری کے تمام ساتھی آنحضرت ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں، احادیث نبوی کی تصدیق محمد جونپوری سے ضروری ہے وغیرہ وغیرہ۔

سید جونپوری نے افغانستان میں فراہ کے مقام پر وفات پائی، جونپوری کے فرقہ سے ذکری فرقہ نکلا ہے، ان دونوں فرقوں کے مابین بعض عقائد میں مماثلت پائی جاتی ہے اور بعض عقائد کا آپس میں فرق ہے، مثلاً مہدویہ کے نزدیک سید محمد جونپوری فراہ میں وفات پا گیا اور ذکریہ کے نزدیک وہ نور ہے مرا نہیں ہے، مہدویہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ذکریہ کے نزدیک آپ ﷺ نبی ہیں، خاتم الانبیاء نہیں، مہدویہ کے نزدیک قرآن کریم آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا اور آپ ﷺ کی بیان کردہ تعبیر وتفسیر معتبر ہے اور ذکریہ کے نزدیک قرآن سید محمد جونپوری پر نازل ہوا ہے، حضور ﷺ درمیان میں واسطہ ہیں، اس کی وہی تعبیر وتفسیر معتبر ہے جو سید محمد جونپوری سے بروایت ملا محمد اٹکی منقول ہے، مہدویہ کے نزدیک قرآن کریم میں مذکور لفظ محمد سے نبی کریم ﷺ مراد ہیں اور ذکریہ کے نزدیک اس سے مراد سید محمد جونپوری ہے، مہدویہ ارکان اسلام نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کی فرضیت کے قائل ہیں اور ذکریہ ان تمام کو منسوخ مانتے ہیں، ذکریہ نے حج کے لئے کوہ مراد کو متعین کیا برکھور ایک درخت کو جو تربت سے مغرب کی جانب ہے، مہبط الہام قرار دیا، تربت سے جنوب کی جانب ایک میدان گل ڈن کو عرفات کا نام دیا، تربت کی ایک کاریز کاریز ہزئی کو زم زم کا نام دیا، یہ کاریز اب خشک ہو چکی ہے، جبکہ مہدویہ ان تمام اصطلاحات سے بے خبر ہیں۔

ذکری فرقہ وجود میں آنے کا سبب دراصل یہ بنا کہ سید محمد جونپوری کی وفات کے بعد اس کے مریدین تتر

بتر ہو گئے، بعض نے واپس ہندوستان کا رخ کیا اور بعض دیگر علاقوں میں بکھر گئے، انہی مریدوں میں سے ایک ملا اٹکی سرباز ایرانی بلوچستان کے علاقہ میں جا نکلا، ان علاقوں میں اس وقت ایران کے ایک فرقہ باطنیہ جو فرقہ اسماعیلیہ کی شاخ ہے آباد تھی، یہ لوگ سید کہلاتے تھے، ملا محمد اٹکی نے اس فرقہ کے پیشواؤں سے بات چیت کی، مہدویہ اور باطنیہ عقائد کا آپس میں جب ملاپ ہوا تو اس کے نتیجہ میں ایک تیسرے فرقہ ذکری نے جنم لیا، ملا محمد اٹکی اپنے آپ کو مہدی آخر الزمان کا جانشین کہتا تھا۔

اس فرقہ کا کلمہ ہے، **لا الہ الا اللہ نور پاک محمد مہدی رسول اللہ**

قرآن وسنت کے برخلاف عقائد واعمال پر اس فرقہ کی بنیاد ہے، چنانچہ یہ فرقہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، ان کے مذہب میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے ارکان اسلام منسوخ ہیں، نماز کی جگہ مخصوص اوقات میں اپنا خود ساختہ ذکر کرتے ہیں، اسی وجہ سے ذکری کہلاتے ہیں، ان کے علاقے میں مسلمانوں کو نمازی کہا جاتا ہے کہ یہ ذکر کرتے ہیں اور مسلمان نماز پڑھتے ہیں، رمضان المبارک کے روزوں کی جگہ یہ ذی الحجہ کے پہلے عشرے کے روزے رکھتے ہیں، حج بیت اللہ کی جگہ رمضان المبارک کو کوہ مراد تربت میں جمع ہو کر مخصوص قسم کے اعمال کرتے ہیں جس کو حج کا نام دیتے ہیں، زکوٰۃ کے بدلے اپنے مذہبی پیشواؤں کو آمدنی کا دسواں حصہ دیتے ہیں۔

ذکریوں کا عقیدہ ہے کہ ان کا پیشوا محمد مہدی نوری تھا جو عالمِ بالا واپس چلا گیا، وہ کہتے ہیں نوری بود عالم بالا رفت ان کے عقیدہ کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر بیٹھا ہوا ہے، حضور اکرم ﷺ کو معراج اسی لئے کرایا گیا تھا کہ آپ ﷺ محمد مہدی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر بیٹھا ہوا دیکھ کر سمجھ لیں کی سردار انبیاء یہ ہیں، میں نہیں ہوں (معاذ اللہ)

ذکری مذہب چند مخصوص رسموں اور خرافات کا مجموعہ ہے، ان کی ایک رسم چوگان کے نام سے مشہور ہے جس میں مرد وعورت اکٹھے ہو کر رقص کرتے ہیں، ان کی ایک خاص عبادت سجدہ ہے

صبح صادق سے ذرا پہلے مرد وعورت یکجا ہو کر باآواز بلند چند کلمات خوش الحانی سے پڑھتے ہیں پھر بلا قیام ورکوع ایک لمبا سجدہ کرتے ہیں جس میں چند مخصوص کلمات پڑھتے ہیں یہ اجتماعی سجدہ ہوتا ہے، اس کے بعد دو انفرادی سجدے کرتے ہیں۔

ذکری فرقہ عقیدہ ختم نبوت اور ارکان اسلام کے انکار، توہین رسالت اور بہت سے کفریہ عقائد کی بناء پر اسماعیلیوں اور قادیانیوں کی طرح زندیق ومرتد ہے، انہیں مسلمان سمجھنا یا ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا جائز نہیں۔

## ہندو مذہب:

ہندو دھرم، دنیا کا قدیم ترین دھرم اور مذہب ہے، اس کا کوئی ایسا داعی یا پیغمبر نہیں جیسا اسلام، عیسائیت، یہودیت وغیرہ کا ہے، ہندو دھرم میں کوئی ایسا متفق علیہ عقیدہ، فلسفہ یا اصول نہیں ہے جس کا ماننا تمام ہندوؤں پر لازم ہو، ہندو دھرم بذاتِ خود ایسا کوئی دھرم یا ادارہ نہیں جو لوگوں کو عبادات اور ضابطہ کا پابند بنائے۔

ہندوستان میں ۱۷۰۰ قبل مسیح آریوں کا پہلا جتھا آیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے وہ ہندوستان وارد ہونا شروع ہوئے، آریائی قوم اپنے مسلک اور روایتوں کا علم لیکر ہندوستان وارد ہوئی، یہی ہندو دھرم کا مآخذ ہے۔

ہندو مذہب کی قدامت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس لفظ کے استعمال کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے ۲۳۰۰ سال قبل ملتا ہے۔

ہندو دھرم کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، ایک تعریف یہ کی گئی ہے:

ہندو دھرم وہ ہے جو اصلاً ویدوں، اپنشدوں اور پرانوں وغیرہ سے مؤید ہو اور جو ایشور کو قادر مطلق، غیر متشکل ہونے میں شبہ نہ کرتے ہوئے مختلف روپ اختیار کرنے کی بھی بات مانتا ہو، اسے کسی گرنتھ یا شخص کا قیدی نہیں بتاتا، جو روح کو اس سے الگ نہیں کرتا، اس کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کرنے کے ساتھ علامتوں (مثلاً مورتیوں) کو مسترد نہیں کرتا؛ جو کرم، یوگ، بھگتی اور گیان کی راہ پر چلتے ہوئے دھرم، ارتھ، اور جو کچھ کو زندگی کا نصب العین بتاتا ہے۔

ہندو دھرم کا اصل ماخذ دھارمک کتب ہیں، بقیہ ماخذ اور بنیادیں انہی پر مبنی ہیں دھارمک کتب کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

① سرتی ② سمرتی ③ دھرم شاستر
④ دھرم سوتر ⑤ رزمیہ تخلیقات ⑥ پران
⑦ اپنشد، ویدانت وغیرہ

ان میں بنیادی کتب پہلی دو یعنی سرتی اور سمرتی، زیادہ تر اصطلاحات انہی کتب کے تحت آجاتی ہیں۔

**سرتی:** کا معنی ہے، سنی ہوئی باتیں، اس کے ذیل میں وید آتا ہے، کیونکہ ویدوں کو جاننے اور یاد کرنے کا روایتی طریقہ یہ تھا کہ انہیں استاذ سے گاتے ہوئے سنا جائے، اس لئے انہیں سرتی کتب کہا جاتا ہے۔

**سمرتی:** کا معنی ہے یاد کیا ہوا، ویدوں کے علاوہ دیگر کتب کا شمار سمرتی میں ہوتا ہے۔

ویدوں کے علاوہ دیگر اکثر کتب مسلکی نوعیت کی ہیں اور ویدوں کے مقابلہ میں دوسرے درجہ کی اہمیت کی حامل ہیں، ان میں واقعات، کہانیاں، ضابطہ اخلاق عبادت کی رسمیں اور فلسفیانہ مکاتب فکر کی رودادیں وغیرہ پائی جاتی ہیں۔

**دھرم شاستر:** دھارمک قانون کو کہا جاتا ہے جو نثر میں ہوتا ہے، منظوم قانون کو دھرم سوتر کہا جاتا ہے، رزمیہ تخلیق میں جنگ وغیرہ کا بیان ہوتا ہے جیسے رامائن، مہابھارت اور گیتا کا شمار رزمیہ اور فلسفیانہ دونوں قسم کی تحریروں میں ہوتا ہے

**پران:** پرانے اور قدیم کو کہتے ہیں اپنشید اور ویدانت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، اپنشد کا معنی ہے علم الٰہی حاصل کرنے کے لئے استاد کے پاس جا کر بیٹھنا اسے اپنشت بھی پڑھا جاتا ہے، ویدانت کا مطلب ہے وید کا آخری یا اس کے بعد۔

ویدوں کا شمار ہندوؤں میں سب سے قدیم اور بنیادی کتب میں ہوتا ہے وید سنسکرت لفظ ود سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں علم و معرفت حاصل کرنا ویدوں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے مگر اصل وید چار ہیں، باقی شروحات، وہ چار یہ ہیں: ① رگ وید، ② یجر وید، ③ سام وید، ④ اتھر وید

ان چاروں میں سے اصل رگ وید ہے دیگر ویدوں میں اس کے منتروں، اشلوکوں، رسوم اور معلومات کو الگ الگ کر کے مرتب کیا گیا ہے۔

بہت سے ہندو اہلِ علم ویدوں کو خدا کی طرح غیر مخلوق مانتے ہیں، لیکن اکثر ہندو علماء ان کے ازلی اور غیر مخلوق ہونے کا انکار کرتے ہیں، ان کا دور تخلیق ۱۲۰۰ سال قبل مسیح، ۱۸۰۰ قبل مسیح، ۱۰۰۰ قبل مسیح اور ۶۰۰ قبل مسیح بتلایا گیا ہے۔

ہندوؤں کے عقیدہ میں بے شمار دیوتا اور دیویاں ہیں، ہندو دھرم میں تین خدا ہیں، براہمہ دیوتا عالم کا خالق اور کائنات کا نقطہ آغاز تصور کیا جاتا ہے، اس دیوتا کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے، دوسرا بڑا دیوتا وشنو ہے یہ ویدی معبود ہے، اسے معبود شمس ظاہر کیا گیا ہے، ہندو عقیدے میں یہ رحم کا دیوتا ہے، اشیاء کی حفاظت اور بقاء کا ذمہ دار ہے۔

تیسرا بڑا دیوتا شیو ہے یہ برباد کرنے والا دیوتا سمجھا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ثانوی حیثیت کے اور دوسرے بہت سے دیوتا اور دیویاں ہندو مذہب میں مانے گئے ہیں، انہی دیوتاؤں کی بناء پر ہندو دھرم میں بہت سی فرقہ بندیاں ہیں۔

ہندو دیوتاؤں میں گائے کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے، ہندو ویدوں سے لے کر پرانوں، سمرتیوں اور قصص تک میں گائے اور بیل کے گوبر کی عظمت اور پرستش کا ذکر ہے، قدیم ہندوستان میں دھرم ماتما لوگ گائے کے گوبر میں سے دانے چن چن کر کھاتے اور اس کا پانی نچوڑ کر پیتے تھے، تمام دھرم شاستروں میں گائے، بیل کے گوبر اور پیشاب کو پینا گناہوں کی معافی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

ہندو دھرم میں نیوگ کے نام پر زنا کاری کو جائز قرار دیا گیا ہے، نیوگ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو اسے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، اگر وہ چاہے تو کسی غیر مرد سے ہم بستر ہو کر اپنی شہوت کو تسکین دے سکتی ہے، اسی طرح غیر مرد سے وہ اولاد بھی پیدا کر سکتی ہے، اسی طرح عورت کا شوہر زندہ ہو مگر اس سے اولاد پیدا نہ ہوتی ہو تو یہ عورت کسی غیر مرد سے تعلقات استوار کر کے اولاد پیدا کر سکتی ہے وغیرہ، وغیرہ۔

ہندو عقیدے میں اللہ تعالیٰ کی طرح مادہ اور روح کو ازلی وابدی قرار دیا گیا ہے، ہندو دھرم عقیدہ تناسخ کا قائل ہے، تناسخ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اعمال کے مطابق انسانی روح کو مختلف روپ بدلنا پڑیں گے، گناہوں اور نیکیوں کے باعث اسے بار بار جنم لینا اور مرنا پڑے گا، آریوں کا عقیدہ ہے کہ روحوں کی تعداد محدود ہے، اللہ تعالیٰ نئی روح پیدا نہیں کر سکتا، اس بناء پر ہر روح ایک لاکھ چوراسی ہزار مرتبہ مختلف شکلوں میں جنم لیتی ہے، یہ نظریہ ہے کہ روح اپنے گزشتہ اعمال وعلم کی بناء پر حصول جسم کے لئے کبھی تو رحم مادر میں داخل ہوتی ہے اور بعض روحیں مقیم اشیاء پودے وغیرہ میں داخل ہوتی ہیں۔

وحی الٰہی سے بغاوت کے نتیجے میں ہندو دھرم کفر کی تاریکی میں بھٹک رہا ہے اور رب ذوالجلال کو چھوڑ کر مختلف دیوتاؤں کو مان کر شرک جیسے ظلم عظیم کا مرتکب ہے۔

## سکھ مذہب:

سکھ مذہب کے بانی گورو نانک صاحب تھے جو لاہور سے تقریباً ۵۰ میل جنوب مغرب میں واقع ایک گاؤں تلونڈی میں ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے، جو اب ننکانہ صاحب کہلاتا ہے، والد کا نام مہتہ کالو تھا، بیدی کھتری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، گورو نانک نے ابتدائی عمر میں سنسکرت اور ہندو مذہب کی مقدس کتابوں کا علم حاصل کیا پھر گاؤں کی مسجد کے مکتب میں عربی اور فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی، بچپن ہی سے مذہبی لگاؤ رکھتے تھے، جو روز بروز بڑھتا گیا، پنجاب کے مشہور صوفیا کرام شیخ اسماعیل بخاری، سید علی ہجویری، بابا فرید، علاء الحق، جلال الدین بخاری، مخدوم جہانیاں اور دوسرے بزرگوں سے کسب فیض کیا، اسی وجہ سے نانک صاحب کے

مسلمان ہونے کا عقیدہ ان کی زندگی ہی سے مسلمانوں میں چلا آرہا ہے، نانک صاحب نے پچیس سال تک سفر کیے، ۱۴۹۷ء میں انہوں نے اسفار کا سلسلہ شروع کیا، پہلا سفر مشرقی ہندوستان میں بنگال، آسام، اڑیسہ اور راجستھان کا کیا، دوسرے سفر میں جنوب کی طرف گئے اور سری لنکا تک پہنچے، تیسرا سفر شمال کی طرف کیا، اس سفر میں ہمالیہ کی پہاڑی ریاستوں اور کشمیر ہوتے ہوئے تبت تک گئے، چوتھا سفر سعودی عرب، عراق، ایران اور وسط ایشیا تک ہوا، اسی سفر میں گورونانک نے ایک حاجی اور مسلم فقیر جیسا لباس اختیار کیا اور حج بھی کیا۔ واپسی میں ایک گاؤں کی بنیاد ڈالی جس کا نام کرتار پور رکھا، اور وہیں بس گئے، زندگی کے آخری ایام میں اپنے ایک مرید "راہنا" کو گرو کے منصب پر فائز کیا اور خود رحلت فرماگئے، گورونانک خالص توحید کے قائل تھے، رسالت کے قائل تھے، تمام ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج، اور زکوۃ کے قائل تھے، خود حج کیا تھا، قرآن مجید اور آسمانی کتابوں کے قائل تھے۔

قیامت کے قائل تھے، ختمِ نبوت کے قائل تھے اور اس پر ایمان لانے کا حکم فرماتے تھے۔

سکھوں کی مقدس مذہبی کتاب "گرنتھ صاحب" ہے جو سکھوں کے پانچویں گرو "ارجن سنگھ" نے تیار کی، گرنتھ صاحب کے سارے کلام میں "مول منتر" (بنیادی کلمہ) کو سب سے مقدس سمجھا جاتا ہے، مول منتر کا مفہوم یہ ہے کہ:

"خدا ایک ہے اسی کا نام سچ ہے وہی قادرِ مطلق ہے وہ بے خوف ہے، اسے کسی سے دشمنی نہیں، وہ ازلی ابدی ہے، بے شکل وصورت ہے، قائم بالذات ہے، خود اپنی رضا اور توفیق سے حاصل ہوجاتا ہے۔"

مول منتر کے بعد دوسرا درجہ "جپ جی" کو حاصل ہے، گرونانک کی تعلیمات میں عشقِ الٰہی کے حصول پر بڑا زور دیا گیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ عشقِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے انسان کو انانیت، خواہشاتِ نفس، لالچ، دنیا سے تعلق اور غصہ کو چھوڑنا ضروری ہے، سکھ مذہب میں بنیادی طریقِ عبادت "نام سمرن" یعنی ذکرِ الٰہی ہے، یہ خدا کا نام لیتے رہنے کا ایک عام طریقہ ہے، جس کے لیے چھوٹی تسبیح کا بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اجتماعی شکل میں باجماعت موسیقی کے ساتھ گرنتھ صاحب کے کلام کا ورد بھی ہوتا ہے۔

عشقِ الٰہی کے حصول کے لیے "نام سمرن" کے علاوہ سادھوسنگت، سیلوا، ایمانداری کی روزی، عجز وانکساری اور مخلوقِ خدا سے ہمدردی کو بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔

گرونانک تناسخ کے بھی قائل بتلائے گئے ہیں، ان کے خیال میں جب تک انسان عشقِ الٰہی حاصل

کر کے خدا کو نہیں پالیتا وہ بار بار اسی دنیا میں جنم لیتا رہے گا، اسی طرح ان بے شمار زندگیوں کی تعداد چوراسی لاکھ بتلائی گئی ہے۔

گرو نانک صاحب کی تعلیم میں "گرو" کا تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے یعنی خدا تک پہنچنے کے لیے ایک پیر ومرشد کی رہبری اور رہنمائی ضروری ہے۔ چنانچہ سکھوں میں دس گرو گزرے ہیں، پہلے گرو "راہنا" کو نانک صاحب نے "انگد" کا خطاب دیا، "گرو انگد" نے گرو نانک صاحب اور دوسرے صوفی سنتوں کا کلام لکھنے کے لیے سکھوں کا اپنا رسم الخط "گورمکھی" ایجاد کیا۔

تیسرے گرو "امرداس" زیادہ مشہور ہوئے، جنہوں نے سکھ عقیدت مندوں کو منظم کرنے کے لیے بڑی خدمات سرانجام دیں۔

چوتھے گرو "رام داس" نے سکھوں کی شادی اور مرنے کی رسومات ہندو مذہب سے الگ متعین کیں، "ستی کی رسم" کی مخالفت کی اور بیواؤں کی شادی پر زور دیا۔

پانچویں گرو "ارجن سنگھ" نے "گرو گرنتھ صاحب" تیار کی، امرتسر کے تالاب میں سکھوں کے لیے ایک مرکزی عبادت گاہ "ہری مندر" کی تعمیر کی، جسے اب "دربار صاحب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

"گرو ارجن سنگھ" نے سکھوں سے "دسونتھ" یعنی عشر وصول کرنے کا انتظام کیا اور تین شہر "ترن تارن"، "کرتارپور" اور "گوبند پور" آباد کیے، پھر اس کی بادشاہ وقت جہانگیر سے مخالفت ہوگئی، جہانگیر نے گرو ارجن کو قتل کروادیا اور اس کا مال واسباب سب ضبط کرلیا۔

نویں "گرو تیغ بہادر" تھے، دس سال تک گرو رہے، اورنگزیب عالمگیر نے انہیں دلی بلوایا اور اسلام پیش کیا، انکار پر قتل کرادیا۔

دسویں اور آخری گرو تیغ بہادر کے بیٹے گرو "گوبند سنگھ" تھے، انہوں نے سکھوں کو منظم کرنے کے لیے باضابطہ ارادت کا سلسلہ شروع کیا، وفاداری کے سخت ترین امتحان کے بعد مختلف ذاتوں سے تعلق رکھنے والے پانچ سکھوں کو ایک مخصوص رسم "امرت چکھنا" کے ذریعے حلقہ مریدین میں داخل کیا اور انہیں "خالصہ" کا لقب دیا، اس کے بعد اس حلقہ میں عمومی داخلہ ہوا اور ہزاروں سکھ "خالصہ" میں داخل ہوئے۔ گرو گوبند سنگھ نے کچھ قوانین بھی وضع کیے مثلاً تمباکو اور حلال گوشت سے ممانعت، مردوں کے لیے اپنے نام میں سنگھ (شیر) اور عورتوں کے لیے "کور" (شہزادی) کا استعمال اور "ک" سے شروع ہونے والی پانچ چیزوں کا رکھنا ضروری قرار دیا۔

① کیس یعنی بال ② کنگھا ③ کڑا (ہاتھ میں پہننے کے لیے)
④ کچھہ یعنی جانگیہ ⑤ کرپان یعنی تلوار۔

گرو گوبند سنگھ کی شروع سے ہی مغل حکومت سے مخالفت رہی، خالصہ کی تشکیل کے بعد مغل حکومت سے لڑنے کے لیے انہوں نے فوجی کاروائیاں شروع کیں لیکن اورنگزیب عالمگیر کے مقابلے میں انہیں سخت فوجی ہزیمت اٹھانا پڑی، ان کی فوجی قوت پارہ پارہ ہوگئی، اوران کے خاندان کے تمام افراد بھی مارے گئے، گرو گوبند سنگھ نے بھیس بدل کرزندگی کے آخری ایام "دکن" میں گزارے جہاں دوافغانیوں نے انہیں قتل کردیا۔

گرو گوبند سنگھ نے یہ طے کردیا تھا کہ آئندہ کوئی سکھوں کا گرو نہ ہوگا، بلکہ ان کی مذہبی کتاب "گرنتھ صاحب" ہی ہمیشہ گرو کا کام کرے گی۔

## مجوس:

مجوس ایک خدا کی بجائے دو خدا مانتے ہیں، ایک خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کا پیدا کرنے والا ہے اور اس کو یزدان کہتے ہیں، دوسرے خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ہر برائی اور شر کو پیدا کرتا ہے اس کا نام وہ اہرمن رکھتے ہیں، مجوسیت کے عقیدے کے مطابق آگ بڑی مقدس چیز ہے، اس کو پوجتے ہیں، ہر وقت اس کو جلائے رکھتے ہیں، ایک لمحہ کے لیے بھی اس کو بجھنے نہیں دیتے۔ مجوس آگ کے ساتھ ساتھ سورج اور چاند کی بھی پرستش کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ مذہب بھی باطل اور شرک ہے کہ اس مذہب میں دو خدا مانے جاتے ہیں اور آگ کو پوجا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو ان کے ساتھ بہت سے معاملات میں اہلِ کتاب جیسا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، لیکن ان کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا، اسلام پھیلنے کے ساتھ ساتھ یہ مذہب ختم ہوتا چلا گیا۔

## یہود:

لفظ یہود یا توھود سے لیا گیا ہے، جس کا معنیٰ ہے "توبہ" یا یہودا سے لیا گیا ہے، جو حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائی اور بنی اسرائیل میں سے تھا اور تغلیباً اس کا اطلاق تمام بنی اسرائیل پر کیا جاتا ہے۔

یہودی بزعمِ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں، تورات ان کی آسمانی کتاب ہے۔ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کے زمانے میں انہیں بنی اسرائیل کہا جاتا تھا، یہودی کب سے کہا جانے لگا، اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

یہودی مذہب کے بڑے عجیب وغریب عقائد ہیں مثلاً: یہودی اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین مخلوق ہیں، یہودی اللہ کے بیٹے ہیں، دنیا میں اگر یہودی نہ ہوتے تو زمین کی ساری برکتیں اٹھالی جاتیں، سورج چھپا لیا جاتا، بارشیں روک لی جاتیں، یہود غیر یہود سے ایسے افضل ہیں جیسے انسان جانوروں سے افضل ہیں، یہودی پر حرام ہے کہ وہ غیر یہودی پر نرمی اور ہمدردی سے پیش آئے، یہودی کے لیے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ غیر یہودی کے ساتھ بھلائی کرے، دنیا کے سارے خزانے یہودیوں کے لیے پیدا کیے گیے ہیں، یہ ان کا حق ہے، لہٰذا ان کے لیے جیسے ممکن ہوان پر قبضہ کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ صرف یہودی کی عبادت قبول کرتا ہے، ان کے عقیدہ میں انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے بلکہ کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

دجال ان کے عقیدے میں امام عدل ہے اس کے آنے سے ساری دنیا میں ان کی حکومت قائم ہوجائے گی، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کے قائل نہیں ہیں، حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگاتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا گمان یہ ہے کہ ہم نے انہیں سولی پر لٹکا کر قتل کردیا، قرآن کریم نے ان کے غلط نظریات کی جابجا تردید کی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ان کے عقیدہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ زمین وآسمان بنانے کے بعد تھک گئے اور ساتویں دن آرام کیا، اور وہ ساتواں دن ہفتہ کا دن تھا، اس قسم کے اور بھی بہت سارے واہی عقیدے ان کے مذہب کا حصہ ہیں، یہ اہلِ کتاب ہیں، اور اپنے ان عقائد کی بناء پر کافر ومشرک ہیں۔

## نصاریٰ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بستی کا نام نصرانہ، ناصرہ یا نصورۃ تھا، اسی بستی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان لوگوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے جو بزعم خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔

انہیں عیسائی یا مسیحی نہیں کہنا چاہئے، اس لئے کہ عیسائی یا مسیحی کا معنی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین، جبکہ فی الواقع یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نہیں ہیں، کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے روگردانی کی اور انہیں بدل ڈالا، اسی لئے قران کریم اور احادیث مبارکہ میں انہیں ان دو ناموں

سے نہیں پکارا گیا بلکہ انہیں نصاریٰ، اہلِ کتاب اور اہلِ انجیل کہا گیا ہے۔ اغلب یہی ہے کہ انہیں دوسری صدی عیسوی کے اوائل میں نصاریٰ کا لقب دیا گیا۔

یہ بزعم خود عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں، انجیل ان کی آسمانی کتاب ہے۔ ان کے عقائد بھی کفر وشرک پر مبنی ہیں، مثلاً عقیدہ تثلیث کے قائل ہیں کہ الوہیت کے تین جزء اور عناصر ہیں، باپ، خود ذات باری تعالیٰ، بیٹا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر لٹکائے جانے کے قائل ہیں، اس بات کے قائل ہیں کہ آدم علیہ السلام نے جب شجرِ ممنوع سے دانہ کھایا تو وہ اور ان کی ذریت فنا کی مستحق ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کھایا اپنے کلمہ اور اپنے ازلی بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جسم ظاہری عطا فرما کر جبریل علیہ السلام کے ذریعے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا، چنانچہ مریم علیہا السلام نے جب اس کلمہ ازلی کو جنا تو وہ الٰہ کی ماں بن گئی، پھر عیسیٰ علیہ السلام نے بے گناہ ہونے کے باوجود سولی پر چڑھنا گوارا کرلیا، تاکہ وہ آدم علیہ السلام کی خطاء کا کفارہ بن سکیں۔

نصاریٰ کے بہت سے گروہ ہیں مثلاً کیتھولک اور پروٹیسٹینٹ وغیرہ، مگر ان اصولی عقائد پر سب متفق ہیں، بعض فروع میں ان کا اختلاف ہے۔

نصاریٰ اہلِ کتاب ہیں اور اپنے عقیدہ تثلیث، الوہیت مسیح علیہ السلام اور انکار رسالت محمد ﷺ اور دیگر شرکیہ وکفریہ عقائد کی بناء پر کافر اور مشرک ہیں۔

جو شخص انہیں یا یہود کو صحیح مذہب والا سمجھتا ہے یا ان کے بارے میں جنتی ہونے کا یا جہنمی نہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

جہاں تک حقیقی تورات اور انجیل کا تعلق ہے تو وہ سچی کتابیں ہیں، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، لیکن یہ دونوں آسمانی کتابیں اور زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتاری گئی تھی تبدیل کردی گئیں، آج تورات اور انجیل کے نام سے جو کتابیں موجود ہیں یہ وہ آسمانی نہیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئیں تھیں، بلکہ محرّف اور تبدیل شدہ ہیں، ان کی جو بات قرآن کریم اور احادیث معتبرہ کے مطابق ہو وہ مقبول ہے، ورنہ مردود، اور ان کی جس بات کے بارے میں قرآن وسنت خاموش ہوں، ہم اس کی نہ تصدیق کریں گے نہ تکذیب۔[1]

---

[1] باطل مذاہب کے لئے یہ تحریر "عقائدِ اہل السنۃ والجماعۃ" مصنفہ مفتی محمد طاہر مسعود صاحب حفظہ اللہ سے بعینہٖ نقل کردی گئی ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بیان فرمائیں۔

① قادیانی اور لاہوری فرقہ کا مختصر تعارف لکھیں؟

② بہائی فرقہ کس شخص کی طرف منسوب ہے؟اس کے کیا دعوے تھے؟

③ اسماعیلی فرقہ کی بنیاد کن چیزوں پر ہے؟مختصر تعارف لکھیں؟

④ ذکری فرقہ کا مختصر تعارف اور بنیادی عقائد بیان کریں؟

⑤ ہندو مذہب کا ماخذ اصلی کونسی کتب ہیں؟

⑥ گرونانک کا تعارف اور عقائد بیان کریں؟

⑦ تناسخ کا کیا مطلب ہے؟اور اسلام اس کے مقابلے میں کیا تعلیم دیتا ہے؟

⑧ ہندو مذہب میں خدا کا کیا تصور ہے؟مختصر تحریر کریں؟

⑨ ہندو مذہب میں نیوگ کیا چیز ہے؟

⑩ گرونانک کی تعلیمات میں گرو کی کیا حیثیت ہے؟

⑪ نصاریٰ کا تعارف اور عقائد بیان کریں؟

⑫ مجوس مذہب کا تعارف بیان کریں؟

⑬ یہود کے چند عقائد بیان کریں؟

⑭ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کے متعلق یہود کا نظریہ بیان کریں؟

⑮ تورات، انجیل اور زبور کے متعلق ایک مسلمان کا کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

**سوال نمبر ۲** صحیح اور غلط میں (✓) کے نشان کے ساتھ امتیاز کریں اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان کریں۔

① مرزا قادیانی اپنے جھوٹے دعووں کی بنیاد پر کافر اور زندیق ہے لیکن اس کے ماننے والے کافر نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

② اسماعیلی مذہب اسلام کے برخلاف واضح کفریہ عقائد اور قرآن وسنت کے منافی اعمال پر مشتمل ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

③ ذکری فرقہ کے نزدیک آپ ﷺ نبی اور خاتم الانبیاء ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

④ ہندو مذہب میں نیوگ کے نام پر بیوہ کے لیے شادی کرنا لازم ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

⑤ سکھ مذہب کے بانی خالص توحید کے قائل تھے، نیز رسالت، ختم نبوت، قیامت اور تمام ارکانِ اسلام پر ایمان رکھتے تھے اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیتے تھے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

⑥ مجوس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................................

⑦ یہودی مذہب کے مطابق ان پر لازم ہے کہ غیر یہودی پر نرمی کریں اور بھلائی کا معاملہ کریں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

⑧ یہود کے نزدیک دجال امامِ عدل ہے، اس کے آنے سے دنیا میں ان کی حکومت قائم ہوجائے گی۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

⑨ نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر نہیں لٹکائے گئے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

⑩ یہود و نصاریٰ کو صحیح مذہب پر سمجھنے والا اور ان کو جنتی کہنے والا پکا مسلمان ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

**سوال نمبر ③** صحیح اور غلط میں (✓) کے نشان کے ساتھ امتیاز کریں۔

① آنحضرت ﷺ کی نبوت کے اقرار کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کو نبی ماننے والا۔

☐ منافق ہے ☐ فاسق ہے ☐ مشرک ہے ☐ مرتد و زندیق ہے

② یہود کا عقیدہ ہے کہ ساری دنیا پر ہماری حکومت قائم ہوجائے گی۔

☐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ساتھ

☐ امام مہدی کے ظہور کے ساتھ

☐ دجال کے آنے کے ساتھ

☐ سائنس اور ٹیکنالوجی کے حصول کے ساتھ

③ بہائی فرقہ کے بانی محمد علی شیرازی کا دعویٰ تھا کہ وہ اولوالعزم من الرسل کا مثل حقیقی ہے یعنی۔

☐ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہی نوح تھا

☐ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں وہی یوسف تھا

☐ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں وہی موسیٰ تھا

☐ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں وہی داؤد تھا

④ اسماعیلی مذہب کے مطابق امامِ زمان ہی ہے۔

☐ خدا ☐ قرآن ☐ خانہ کعبہ

☐ جنت ☐ جہنم ☐ علیؓ

⑤ ذکری فرقہ والے رمضان میں حج کرتے ہیں۔

☐ کوہ ہمالیہ میں ☐ چترال میں

☐ کوہِ مراد تربت میں ☐ صفا و مروہ میں

⑥ ہندو مذہب میں ایسا متفق علیہ عقیدہ ہے جس کا ماننا سب پر لازم ہے۔

☐ توحید کا عقیدہ ☐ رسالت

☐ قیامت ☐ کوئی بھی نہیں

⑦ ہندو مذہب میں نیوگ کے نام پر بیوہ عورت کو اجازت دی جاتی ہے۔

☐ دوسرے نکاح کی ☐ بدکاری کی ☐ رہبانیت کی

⑧ گرونانک کی تعلیمات میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

☐ گرو کے تصور کو ☐ سائنس کو ☐ بال بڑھانے کو

⑨ یہود کے عقائد میں سے ہے۔

☐ دنیا میں اگر یہود نہ ہوتے تو برکتیں اٹھ جاتیں۔

☐ اللہ تعالیٰ صرف یہود و نصاریٰ کی عبادت قبول کرتا ہے

☐ حضرت مریم علیہا السلام کو پاکدامن ماننا

☐ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں

⑩ تورات، انجیل اور زبور کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

☐ یہ کتابیں سچی ہیں اور ابھی تک اصلی حالت پر ہیں۔

☐ یہ کتابیں سچی ہیں لیکن یہود و نصاریٰ نے ان میں تحریف کر ڈالی

☐ سچی کتابیں نہیں ہیں۔

☐ ان کتابوں کی جو بات قرآن وسنت کے مطابق ہو وہ قبول ورنہ مردود

⑪ عصرِ حاضر میں جنت کے مستحق ہیں۔

☐ تمام مذاہب والے ☐ صرف یہود

☐ یہود و نصاریٰ ☐ صرف مسلمان

⑫ نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کے مطابق الوہیت کے تین جزء ہیں۔

☐ باپ یعنی خدا ☐ بیٹا یعنی عیسیٰ علیہ السلام

☐ مریم علیہا السلام ☐ روح القدس یعنی جبرائیل علیہ السلام

⑬ اسماعیلی، ذکری، بہائی اور قادیانی فرقہ کو مسلمان کہنے والا۔

☐ پکا مسلمان ہے ☐ منافق ہے ☐ گمراہ ہے

☐ کافر ہے ☐ مفکرِ اسلام ہے

سبق نمبر ⑯

# سنت اور بدعات وخرافات

## تہتر فرقے:

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹی تھی، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ ان میں سے ایک فرقہ ناجیہ ہوگا باقی اپنے غلط عقائد ونظریات کی بناء پر دوزخ میں جائیں گے۔ فرقہ ناجیہ کو حدیث میں "ما انا علیہ واصحابی" سے تعبیر فرمایا گیا ہے جس کا معنیٰ "اہل السنۃ والجماعۃ" ہے۔ فرقہ ناجیہ یا اہل السنۃ والجماعۃ کون ہیں ان کی چند علامتیں ذکر کی جاتی ہیں:

## اہل السنۃ والجماعۃ:

اہل السنۃ والجماعۃ وہ ہیں جو قرآن کریم، سنتِ نبوی ﷺ اور صحابہ کے طریق پر بڑی مضبوطی سے قائم ہیں۔ جو تنازع اور اختلاف کے وقت کلام اللہ اور کلام الرسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان پر کسی کے قول کو مقدم نہیں کرتے۔ جو تمام اسلامی عقائد کو ان کی صحیح اور اصلی شکل میں قبول کرتے ہیں اور کسی بھی عقیدے کے بارے میں غلو اور افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوتے۔ جو کسی بھی طور پر غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے، غیر اللہ سے حاجتیں اور مرادیں نہیں مانگتے، غیر اللہ کو دعا اور استعانت کے لیے نہیں پکارتے، غیر اللہ کی نذر ونیاز نہیں مانتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح نہیں کرتے۔ جو اپنی تمام عبادات، معاملات، سلوک اور زندگی کے طور طریقوں میں سنت کو اختیار کرتے ہیں اور ہر قسم کی بدعات وخرافات سے بچتے ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو معصوم سمجھتے ہیں ان کے علاوہ امت میں سے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے اور نہ ہی امت میں سے کسی کے ہر قول کو بلا احتمالِ خطاء صواب قرار دیتے ہیں۔ جو تمام صحابہ کرام، اہلِ بیت رضی اللہ عنہم، اولیاء اللہ اور آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا احترام کرتے ہیں اور غیر مجتہد کے لیے تقلید ضروری قرار دیتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، اور اس میں طرقِ مبتدعہ سے اجتناب کرتے ہیں۔

## بدعت:

سنت کے مقابل طریقے کا نام بدعت ہے، لغت میں بدعت کا معنیٰ ہے" دین میں کوئی نئی بات، نئی رسم یا نیا دستور نکالنا"، شریعت میں بدعت کہتے ہیں احداث فی الدین کو، یعنی ہر وہ نیا کام جس کو دین کا حصہ سمجھ لیا جائے اور اس کی اصل قرآن وسنت میں یا قرون مشہود لہا بالخیر میں یعنی صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین کے تین زمانے، جن کے خیر اور بھلائی کی گواہی نبی کریم ﷺ نے دی ہے، موجود نہ ہو۔ اس کو محدثات بھی کہا جاتا ہے۔

## احداث للدین بدعت نہیں:

اگر کوئی نیا کام دین کی تقویت وحفاظتِ دین کی تائید یا انتظام کے طور پر کیا جائے اور اسے داخلِ دین نہ سمجھا جائے تو یہ احداث للدین ہے، احداث فی الدین نہیں۔ اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا، جیسے حفاظتِ دین کے لیے مدارس ومکاتب کی قیام یہ خود کوئی دین نہیں بلکہ دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے، لہٰذا یہ بدعت نہیں۔

## بدعت کی حقیقت:

بدعت کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے؛ ایک منشاء ماثور کے بغیر دین میں کسی نئی چیز کا اختراع کرنا اور دوسرے اس چیز کو جزوِ دین سمجھنا۔ جس چیز میں یہ دونوں باتیں ہوں گی وہ بدعت کہلائے گی۔ اگر کسی چیز میں ایک بات ہو دوسری بات نہ ہو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

## بدعت کی اقسام:

بدعتِ لغویہ کی دو قسمیں ہیں: سیّئہ اور حسنہ۔ بدعتِ لغویہ میں وہ کام بھی شامل کیے جاسکتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جاری ہوئے۔ بدعتِ شرعیہ، سیّئہ ہی ہے، حسنہ نہیں۔ یہ وہ بدعت ہے جو قرون مشہود لھا بالخیر کے بعد جاری ہوئی ہو اور اس کا منشاء صراحتاً، ضمناً، دلالۃً، یا اشارۃً خیر القرون میں نہ ملتا ہو۔

## بدعت کا حکم:

کفر اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ بدعت ہے۔ بدعت کی حکم کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

① بدعت فی العقیدہ ② بدعت فی العمل

بدعت فی العقیدہ کبھی مخرجِ ملت بھی ہوتی ہے، یعنی اس بدعت کا مرتکب بعض صورتوں میں دائرۂ اسلام

سے خارج ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ مخرج ملت ہونے کی صورت میں اس کو بدعتِ مکفّرہ کہا جاتا ہے، اور بدعت فی العمل مخرجِ ملت نہیں ہوتی البتہ موجبِ فسق وضلالت ضرور ہے، اس کو بدعتِ مفسقہ کہا جاتا ہے۔

## نئی ایجادات بدعت نہیں:

زمانہ کی نئی نئی ایجادات اور رہن سہن کے نئے نئے طور طریقے بدعت نہیں ہیں، اس لیے کہ ان پر بدعت کی تعریف صادق نہیں آتی۔

## بدعت کے اسباب:

بدعت کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں، مثلاً احکامِ شریعت سے جہالت یا انہیں پسِ پشت ڈالنا، اتباعِ خواہشات، تعصّب دینی اور تشبّہ بالکفار وغیرہ۔

## بدعت کی تاریخ:

خلافتِ راشدہ کا زمانہ سنت کا زمانہ ہے اس کے بعد دوسری صدی ہجری تک کا زمانہ بھی سنت ہی کا زمانہ ہے، دوسری صدی ہجری میں بدعات کا آغاز ہوا، اس وقت موجود صحابہ کرامؓ اور دیگر اہلِ علم نے بدعات کی بھرپور تردید فرمائی۔ سب سے پہلی بدعت، انکارِ تقدیر کی بدعت ہے، پھر ارجاء، رفض، خروج اور اعتزال وغیرہ بدعات نے جنم لیا۔

## بدعتی کی سزا:

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی، بدعتی قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کے حوضِ کوثر کے پانی سے محروم رہے گا۔ بدعتی کی تعظیم وتوقیر جائز نہیں، اس لیے کہ بدعتی کی تعظیم کرنا دینِ اسلام کی عمارت گرانے کے مترادف ہے۔

## بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم:

بدعتِ مکفّرہ کے مرتکب کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی اور بدعتِ مفسقہ کے مرتکب کے پیچھے گو نماز ہو جاتی ہے مگر قریب میں صحیح العقیدہ امام ہونے کی صورت میں اسی کے پیچھے پڑھنی چاہیے۔

# توسّل:

## توسّل کا معنیٰ:

توسل کا معنیٰ ہے کسی کو وسیلہ اور ذریعہ بنانا۔

## توسّل کا حکم:

انبیاء کرام علیہم السلام، صلحاء واولیاء، صدیقین وشہداء واتقیاء کا توسل جائز ہے، یعنی ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے۔

وَقَالَ السُّبْكِيُّ: يَحْسُنُ التَّوَسُّلُ بِالنَّبِيِّ إِلَى رَبِّهِ وَلَمْ يُنْكِرْهُ أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ وَلَا الْخَلَفِ إِلَّا ابْنَ تَيْمِيَّةَ فَابْتَدَعَ مَا لَمْ يَقُلْهُ عَالِمٌ قَبْلَهُ. (ردالمحتار: ۵/۳۵۰)

ترجمہ: علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے حضور میں نبی کو وسیلہ بنانا پسندیدہ ہے، اور سلف وخلف میں سے سوائے ابن تیمیہؒ کے کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا لہٰذا انہوں نے ایسی چیز نکال دی جو پہلے کسی عالم نے نہ کہی تھی۔

روح المعانی میں بھی اسی بات کا ذکر ہے:

أن التوسل بجاه غير النبي صلى الله عليه وسلم لا بأس به أيضا إن كان المتوسل بجاهه مما علم أن له جاها عند الله تعالى كالمقطوع بصلاحه وولايته. (روح المعانی: ۶/۱۲۸)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ کی ذات کے علاوہ کسی اور کے مقام ومرتبہ کو وسیلہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اگر یہ بات معلوم ہوجائے کہ جس کو وسیلہ بنایا جارہا ہے اس کو واقعۃً اللہ کے ہاں اپنے تقوی وولایت کی وجہ سے مرتبہ حاصل ہے۔

توسل نیک ہستیوں کی زندگیوں میں بھی جائز ہے، اور ان کی وفات کے بعد بھی جائز ہے۔

عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل فى الدعوات بالانبياء والصالحين من الاولياء والشهداء والصديقين فى حياتهم وبعد وفاتهم بان يقول فى دعاه اللهم انى اتوسل اليك بفلان اب تجيب دعوتى وتقضى حاجتى الى غير ذٰلك۔ (المهند على المفند: ۱۲-۱۳)

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء کرام علیھم السلام اور اولیاء، شھداء، صدیقین میں سے نیک لوگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی، مثلاً انسان اپنی دعا میں یوں کہے: اے اللہ میں آپ کے حضور فلاں بزرگ کے وسیلہ سے اپنی دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں، یا ایسے کوئی اور کلمات کہے۔

## توسّل کا طریقہ:

توسل کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرے کہ یا اللہ! میں آپ کے فلاں ولی کے وسیلہ سے اپنی دعا کی قبولیت چاہتا ہوں، اور اپنی حاجت برآری کا خواستگار ہوں، یا اسی جیسے دوسرے کلمات کہے۔

**عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ عُمَرَ رضی الله عنه كَانَ إِذَا قَحِطُوا يَسْتَسْقِي بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَسْقِي إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، فَيُسْقَوْنَ.** (صحیح بخاری: ۱/۱۳۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوجاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا فرماتے تھے، اور فرماتے اے اللہ ہم اپنے نبی کے وسیلہ سے آپ سے دعا کرتے تھے تو آپ ہمیں سیراب کرتے تھے، اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں ہمیں سیراب فرمائیے۔

**عثمان بن حنيف رضي الله عنه: «أن رجلا ضرير البصر أتى النبيّ ﷺ فقال: ادعُ اللهَ أَن يُعَافِيَنِي، فقال: إن شِئْتَ دعوتُ، وإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ، فهو خَيْرٌ لك، قال: فادعُهُ، قال: فأَمرهُ أن يتوضأَ فَيُحْسِنَ الوُضوءَ، ويدْعوَ بهذا الدعاء: اللَّهمَّ إِني أسأَلُك وأتوجه إِليك بِنَبِيِّكَ محمدٍ: نبي الرحمة، إني توَجهتُ بك إلى ربِّي في حاجتي هذه لتُقْضى لي، اللَّهم فَشَفِّعْهُ فِيَّ»** (جامع ترمذی: ۲/۱۹۷)

ترجمہ: عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی ضعیف البصر تھا وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے عافیت عطا فرمائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو دعا کردوں اور اگر چاہو تو صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اس نے عرض کیا کہ دعا فرما دیجئے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اچھی طرح وضو کرنے کا حکم فرمایا، اور فرمایا یہ دعا کرو: اے اللہ میں آپ سے مانگتا ہوں اور نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے آپ کی جانب متوجہ ہوتا ہوں، میں اپنی اس حاجت میں تیرے نبی کے طفیل دعا کرتا ہوں تا کہ آپ پورا فرما دیں، اے اللہ مجھے شفا عطا فرما دیجئے۔

وَمِنْ اٰدَبِ الدُّعَاءِ تَقْدِيْمُ الثَّنَاءِ عَلَى اللهِ وَالتَّوَسُّلُ بِنَبِيِّ اللهِ لِيُسْتَجَابَ۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/۶)

بزرگوں کو وسیلہ بنانے کی بجائے براہِ راست انہی سے حاجات مانگنا اور ان کو مشکل کشا سمجھنا شرک ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ۔ (مشکوۃ المصابیح: ۲/ ۴۵۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگو۔

## کن چیزوں کا توسل جائز ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کے اسمائے حسنیٰ اور اعمالِ صالحہ مثلاً نماز، روزہ، برالوالدین (والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا)، صدقہ، ذکر، تلاوتِ قرآن، درود شریف اور اجتنابِ معاصی وغیرہ سے توسل جائز ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ، أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ، فَمَالُوا إِلَى غَارٍ فِي الْجَبَلِ، فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ، فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً، فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا......... فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. (صحیح البخاری: ۲/ ۸۸۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تین شخص سفر کر رہے تھے کہ بارش آ گئی، چنانچہ وہ پہاڑ کے ایک غار میں داخل ہو گئے، اچانک ایک چٹان غار کے منہ پر آ کر گری اور غار کا منہ بند ہو گیا، تو ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ اپنے وہ اعمال جو تم نے خالص اللہ کے لیے کیے ان کو یاد کرو اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو شاید اللہ تعالیٰ اس کو کھول دیں۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ کھول دیا۔

جیسے نیک اعمال کا توسل جائز ہے، ایسے ہی نیک اور برگزیدہ ہستیوں کا توسل بھی جائز ہے، کیونکہ ذوات یعنی نیک لوگوں کا توسل درحقیقت اعمال ہی کا توسل ہے۔

**فالتوسل والتشفع والتجوه والاستغاثه بالنبی ﷺ وسائر الانبیاء والصالحین لیس لها معنی فی قلوب المسلمین غیر ذٰلك ولا یقصد بها احد منهم سواه فمن لم ینشرح صدره لذٰلك فلیبك علی نفسه۔** (تسکین الصدور: ۴۵۰)

# گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ

## گناہوں کی اقسام:

گناہوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) گناہِ کبیرہ (۲) گناہِ صغیرہ

گناہ کبیرہ بڑے گناہوں کو اور گناہ صغیرہ چھوٹے گناہوں کو کہتے ہیں۔

گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور گناہ صغیرہ نیک اعمال کی برکت سے توبہ کے بغیر بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

## کبیرہ گناہ:

صغیرہ گناہ پر اصرار اسے کبیرہ بنا دیتا ہے، اسی طرح جو گناہ بلا ندامت وبلا خوف باری تعالیٰ کیا جائے یا انسان اسے نڈر اور بے باک ہو کر کرے وہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے یا جن گناہوں کا مفسدہ اور خرابی کبائر منصوصہ کے مفسدہ کے برابر یا ان سے زیادہ ہو وہ بھی کبیرہ ہے۔

جس گناہ پر قرآن وحدیث میں وعید آئی ہو یا لعنت کی گئی ہو یا جس گناہ پر حد شرعی مقرر ہو یا جس گناہ کے مرتکب کو قرآن وحدیث میں فاسق وفاجر قرار دیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح جو گناہ وسیلہ اور ذریعہ کی حیثیت نہ رکھتا ہو بلکہ خود بالذات مقصود ہو، وہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔

## کبیرہ گناہ کی معافی کی شرط:

گناہ کبیرہ کی معافی کے لئے توبہ ہے اور توبہ یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کی ہے، اسے فوراً چھوڑ دے اور آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم کرے، اس گناہ پر ندامت وشرمندگی ہو، اس گناہ سے اللہ تعالیٰ یا بندے کا کوئی حق ضائع ہوا ہو تو اس حق کی تلافی کرے، نماز، روزہ وغیرہ چھوڑے ہوں، ان کی قضاء کرے، کسی کا ناحق مال دبایا یا کسی کو ستایا ہو تو اس کا مال واپس کرے یا اس سے معاف کروائے۔

## کبیرہ گناہوں کی تعداد:

گناہ کبیرہ کی کوئی متعین تعداد نہیں ہے، بعض احادیث میں تین، بعض میں سات، بعض میں دس، بعض میں پندرہ، بعض میں ستر تک بیان کئے گئے ہیں، چونکہ ہر چھوٹا عدد اپنے بڑے عدد کی نفی نہیں کرتا، اس لئے حصر کہیں بھی مقصود نہیں۔ ذیل میں گناہ کبیرہ ذکر کئے جاتے ہیں:

۱۔ شرک، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں کسی کو شریک کرنا۔

۲۔ کفر، ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری کا انکار کرنا۔ کفر وشرک کی حالت میں اگر موت آ گئی تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا اور آخرت میں اس کے لئے معافی کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

۳۔ تقدیر کا انکار

۴۔ ناحق کسی کو قتل کرنا۔

۵۔ زنا کرنا۔

۶۔ جادو کرنا۔

۷۔ جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دینا۔

۸۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔

۹۔ بلا عذر رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنا۔

۱۰۔ بلا عذر رمضان المبارک کا روزہ توڑ دینا۔

۱۱۔ حج فرض ادا نہ کرنا۔

۱۲۔ خودکشی کرنا۔

۱۳۔ اولاد کو قتل کرنا (روح پڑ جانے کے بعد بچے کو ضائع کرانا بھی قتل اولاد میں داخل ہے)۔

۱۴۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔

جائز اور واجب امور میں والدین کی اطاعت فرض ہے، ناجائز اور حرام کاموں میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔

۱۵۔ محارم واقارب سے قطع رحمی وقطع تعلق کرنا۔

۱۶۔ جھوٹ بولنا۔

۱۷۔ جھوٹی قسم کھانا۔

۱۸۔ جھوٹی گواہی دینا۔

۱۹۔ فعل قوم لوط یعنی بدفعلی کرنا۔

۲۰۔ سود کھانا۔

۲۱۔ سودی معاملہ کرنا۔

۲۲۔ سود کھلانا۔

۲۳۔ سود پر گواہ بننا۔

۲۴۔ ناحق یتیم کا مال کھانا۔

۲۵۔ میدان جنگ سے بھاگنا۔

۲۶۔ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا، یعنی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو ان سے ثابت نہیں۔

۲۷۔ ظلم کرنا۔

۲۸۔ کسی کو دھوکہ دینا۔

۲۹۔ تکبر کرنا۔

۳۰۔ کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانا۔

۳۱۔ مال غنیمت میں خیانت کرنا۔

۳۲۔ کسی کا مال اچک کرلے جانا۔

۳۳۔ حسد کرنا۔

۳۴۔ کینہ رکھنا۔
۳۵۔ دینی علوم دنیا کی خاطر پڑھنا، پڑھانا۔
۳۶۔ علم پر عمل نہ کرنا۔
۳۷۔ ضرورت کے موقع پر علم کو چھپانا۔
۳۸۔ جھوٹی حدیث بنانا یا معلوم ہونے کے باوجود جھوٹی حدیث نقل کرنا اور اس کا جھوٹی حدیث ہونا نہ بتانا۔
۳۹۔ وعدہ کی خلاف ورزی کرنا۔
۴۰۔ امانت میں خیانت کرنا۔
۴۱۔ معاہدہ کی پابندی نہ کرنا۔
۴۲۔ ظالم وفاسق لوگوں کو اچھا سمجھنا اور صلحاء سے بغض رکھنا۔
۴۳۔ اولیاء اللہ کو ایذاء دینا یا ان سے دشمنی رکھنا۔
۴۴۔ کسی کو ناحق مقدمہ میں پھنسانا۔
۴۵۔ شراب پینا۔
۴۶۔ جوا کھیلنا۔
۴۷۔ حرام مال کمانا۔
۴۸۔ حرام مال کھانا یا کھلانا۔
۴۹۔ ڈاکہ ڈالنا۔
۵۰۔ جج کا جان بوجھ کر غلط فیصلہ کرنا۔
۵۱۔ لوگوں سے اسلحہ وغیرہ کے زور پر مال بٹورنا یا ناحق ٹیکس وصول کرنا۔
۵۲۔ مردوں کا عورتوں جیسی شکل وشباہت اختیار کرنا اور عورتوں کا مردوں جیسی شکل وشباہت اختیار کرنا۔
۵۳۔ دیوث یعنی بے غیرت ہونا۔
۵۴۔ پیشاب کے قطروں سے جسم یا کپڑوں کو نہ بچانا۔
۵۵۔ ریاء یعنی نیک اعمال میں دکھلاوا کرنا۔
۵۶۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا۔

۵۷۔ مرد کا سونے کی انگوٹھی وغیرہ پہننا۔

۵۸۔ مرد کا خالص ریشم پہننا۔

۵۹۔ قرآن کریم تھوڑا یا زیادہ یاد کر کے بھلا دینا۔

۶۰۔ ستر نہ چھپانا۔

(مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے اور عورت کا پورا جسم ستر ہے سوائے ہتھیلیوں، چہرے اور پاؤں کے عورت کے لئے چہرے کا چھپانا ستر کے طور پر نہیں بلکہ حجاب اور پردے کے طور پر ضروری ہے)۔

۶۱۔ عورت کا محرم یا خاوند کے بغیر سفر کرنا۔

۶۲۔ بلا عذر جمعہ کی بجائے ظہر پڑھنا۔

۶۳۔ عورت کا شوہر کی نافرمانی کرنا۔

۶۴۔ بلا عذر تصویر بنوانا۔

۶۵۔ عورت کا ایسا باریک لباس پہننا جس سے جسم کی رنگت معلوم ہو یا ایسا چست لباس پہننا جس سے جسم کی ہیئت معلوم ہوتی ہو۔

۶۶۔ مرد کا شلوار یا لنگی وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا۔

۶۷۔ احسان جتلانا۔

۶۸۔ لوگوں کے راز اور ان کی پوشیدہ باتوں پر مطلع ہونے کی کوشش کرنا۔

۶۹۔ چغل خوری کرنا۔

۷۰۔ کسی پر بہتان لگانا۔

۷۱۔ غیبت کرنا۔

۷۲۔ کاہن یا نجومی کی بات کی تصدیق کرنا۔

۷۳۔ پریشانی اور مصیبت کے وقت بے صبری کا مظاہرہ کرنا، نوحہ کرنا، ماتم کرنا، کپڑے پھاڑنا یا بددعا وغیرہ کرنا۔

۷۴۔ ہمسائے کا حق ادا نہ کرنا یا اس کو تکلیف دینا۔

۷۵۔ مسلمان کو ایذاء دینا۔

۷۶۔ اپنا نسب یا قوم تبدیل کرنا۔
۷۷۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔
۷۸۔ اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہونا۔ یعنی اس کے عذاب اور اس کی تدبیروں سے بے خوف رہنا۔
۷۹۔ بلا عذر جماعت سے نماز نہ پڑھنا۔
۸۰۔ کسی وارث کو محروم کرنے یا کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے وصیت کرنا۔
۸۱۔ بہنوں کو وراثت میں سے حصہ نہ دینا۔
۸۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا سلف صالحین کو برا بھلا کہنا۔
۸۳۔ کمزور لوگوں پر دست درازی کرنا۔
۸۴۔ شرعی احکام پر تبصرہ کرنا یا انہیں خلاف مصلحت سمجھنا۔
۸۵۔ زمین سیراب کرنے کے لے اپنے حصہ سے زائد پانی لینا۔
۸۶۔ مسلمان کی پردہ دری کرنا یا اس کے عیوب لوگوں پر ظاہر کرنا۔
۸۷۔ داڑھی مونڈنا یا ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا۔
۸۸۔ قبر پر چراغ جلانا۔
۸۹۔ صدقہ خیرات کر کے احسان جتلانا۔
۹۰۔ زمینی پیداوار کا عشر ادا نہ کرنا۔
۹۱۔ جس شخص کے پاس روزمرہ کی ضروریات کا انتظام ہو، اس کا سوال کرنا اور لوگوں سے مانگتے پھرنا۔
۹۲۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ یا ایام تشریق میں روزہ رکھنا۔
۹۳۔ حالت احرام میں خشکی کے جانور کا شکار کرنا۔
۹۴۔ واجب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنا۔
۹۵۔ نشہ کرنا۔
۹۶۔ کسی اعتقادی یا عملی بدعت کا اختراع یا ارتکاب کرنا۔
۹۷۔ کسی چیز یا رقم کی ادائیگی کی مدت پوری ہونے پر قدرت کے باوجود ادائیگی نہ کرنا اور ٹال مٹول کرنا۔
۹۸۔ نابینا شخص کو قصداً غلط راستہ پر لگا دینا یا ناواقف شخص کو جان بوجھ کر غلط راستہ بتلانا۔

۹۹۔ عام گزرگاہ یا رستہ پر قبضہ جمالینا کہ جس کی وجہ سے گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو۔

۱۰۰۔ امانت کے طور پر رکھوائی ہوئی چیز کو بلا اجازت مالک استعمال کرنا۔

۱۰۱۔ رہن رکھوائی ہوئی چیز کو استعمال کرنا۔

۱۰۲۔ گری پڑی چیز ذاتی استعمال میں لانے کی نیت سے اٹھانا۔

۱۰۳۔ تقاضا اور استطاعت کے باوجود نکاح نہ کرنا۔

۱۰۴۔ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا۔

۱۰۵۔ کسی کو برے القاب سے پکارنا۔

۱۰۶۔ مسلمان کے ساتھ استہزاء یا اس کی ہتکِ عزت کرنا۔

۱۰۷۔ کسی کی منگنی پر منگنی کرنا۔

۱۰۸۔ کسی کے سودے پر سودا کرنا۔

۱۰۹۔ محرمہ نسبیہ، صہریہ یا رضاعیہ کے ساتھ نکاح کرنا۔

۱۱۰۔ تین طلاقیں دینے کے بعد بغیر حلالہ شرعیہ سابقہ منکوحہ کو بسانا۔

۱۱۱۔ ادانہ کرنے کی نیت سے مہر مقرر کرنا۔

۱۱۲۔ اسراف یعنی فضول خرچی کرنا۔

۱۱۳۔ کسی کی دلی رضامندی کے بغیر اس کا مال وغیرہ استعمال کرنا۔

۱۱۴۔ ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان میں برابری نہ کرنا۔

۱۱۵۔ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق واجبہ ادانہ کرنا۔

۱۱۶۔ بلا عذر شرعی کسی مسلمان سے تین دن سے زائد قطع تعلق کرنا۔

۱۱۷۔ عورت کا بے پردہ ہوکر باہر نکلنا۔

۱۱۸۔ عورت کا بلا ضرورت شرعیہ خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرنا۔

۱۱۹۔ عورت کا عدت پوری ہونے کے بارے میں غلط بیانی کرنا۔

۱۲۰۔ عدت والی عورت کا بلا ضرورت شرعیہ گھر سے باہر نکلنا۔

۱۲۱۔ عدت وفات والی عورت کا عدت کی مدت تک بناؤ سنگھار وغیرہ سے اجتناب نہ کرنا۔

۱۲۲۔ زیر کفالت لوگوں، یعنی بیوی بچوں وغیرہ پر استطاعت کے باوجود خرچ نہ کرنا۔

۱۲۳۔ گناہ اور حرام کاموں میں معاونت کرنا۔

۱۲۴۔ کسی منصب سے اہل کو معزول کر کے نااہل کو مقرر کرنا۔

۱۲۵۔ کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہنا یا اس کے علاوہ کسی اور لفظ سے گالی دینا۔

۱۲۶۔ حدود شرعیہ میں کسی کی سفارش کرنا۔

۱۲۷۔ بالغ ہونے کے بعد ختنہ نہ کروانا۔

۱۲۸۔ فرض ہونے کے باوجود جہاد نہ کرنا۔

۱۲۹۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا۔

۱۳۰۔ مسلمان کے سلام کا جواب نہ دینا۔

۱۳۱۔ طاعون والی جگہ سے بھاگنا۔

۱۳۲۔ مسلمانوں کا اجتماعی یا انفرادی راز افشاء کرنا۔

۱۳۳۔ منت پوری نہ کرنا۔

۱۳۴۔ رشوت لینا۔

۱۳۵۔ رشوت دینا، اگر حصول حق یا دفع ضرر رشوت دیئے بغیر ممکن نہ ہو تو مجبوراً رشوت دینا جائز ہے، رشوت لینا بہر صورت حرام ہے۔

۱۳۶۔ لوگوں کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا۔

۱۳۷۔ سفارشی کا ہدیہ قبول کرنا۔

۱۳۸۔ بلا عذر شرعی گواہی کو چھپانا۔

۱۳۹۔ فساق کی مجلس میں بوقت ارتکاب فسق جانا اور وہاں بیٹھنا۔

۱۴۰۔ کسی کے خلاف ناحق دعویٰ کرنا۔

۱۴۱۔ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بیان فرمائیں۔

① "اہل السنۃ والجماعۃ" سے کون لوگ مراد ہیں؟

② بدعت کسے کہتے ہیں، اس کی مکمل اور جامع تعریف بیان فرمائیں؟

③ "احداث فی الدین" اور "احداث للدین" میں کیا فرق ہے؟

④ کیا مساجد کی پختہ تعمیر، مدارس اور مکاتب کا نظام، کتب کی طباعت وغیرہ بدعت ہیں؟

⑤ بدعت کی وہ کون سی قسم ہے جس کی وجہ سے مسلمان ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ کونسی قسم ہے جو محض فسق اور گمراہی ہے؟

⑥ بدعت کے ارتکاب کے بنیادی اسباب پر روشنی ڈالیے۔

⑦ عصرِ حاضر کی چند مشہور بدعات ذکر فرمایئے اور اپنی علمی بصیرت کا ثبوت دیجیے؟

⑧ بدعت اتنا سنگین گناہ کیوں ہے، وجوہات پر روشنی ڈالیے؟

⑨ گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

⑩ اپنے علم اور حافظہ کے مطابق گناہ کبیرہ کی فہرست بیان کریں؟

⑪ کفر، شرک، بدعت، گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ میں انجام کے اعتبار سے فرق ذکر فرمائیں؟

**سوال نمبر ۲** صحیح اور غلط میں ( ✓ ) کے نشان کے ساتھ امتیاز کیجیے اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بھی بیان فرمائیں۔

① گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ توبہ کے بغیر ہرگز معاف نہیں ہوں گے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................

② گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا اور اسے بار بار کرنا اسے کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................

③ ہر قسم کے بدعتی امام کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے، خواہ بدعتِ مکفّرہ ہو یا بدعتِ مفسقہ۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................

④ بدعتی کو عموماً توبہ کی توفیق کم ہوتی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................

⑤ عموماً بدعات کا ارتکاب احکامِ شریعت سے جہالت یا تعصّب یا خواہشاتِ نفس کی پیروی کی وجہ ہوتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................

⑥ زمانہ کی نئی نئی ایجادات بھی بدعت کے زمرے میں داخل ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:.......................................................................

⑦ اگر کوئی نیا کام دین کی تقویت اور حقانیت یا انتظام کے طور پر کیا جائے جیسے حفاظتِ دین کے لیے مدارس و مکاتب کا نظام یہ بدعت کی تعریف میں شامل نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

⑧ بدعتی کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ ہے، اس کو کبھی نجات نہ ملے گی۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

⑨ دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے والے کا آخرت میں خوب اعزاز واکرام ہوگا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

⑩ بدعت کا مرتکب تاثر دیتا ہے کہ اب تک دین نامکمل تھا، اس کے کام سے دینِ متین کی تکمیل ہوئی۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

**سوال نمبر ③** ذیل میں بریکٹ میں بہت سارے امور ذکر کیے گئے ہیں آپ اپنی علمی بصیرت کے مطابق چن کر صحیح کالم میں درج فرمائیں۔

① اولیاء اللہ اور ائمہ مجتہدین کا احترام کرنا ② قبروں پر چادریں ڈالنا اور چراغ جلانا

③ شراب نوشی ④ کونڈے پکانا

⑤ افراط اور تفریط سے بچنا اور راہِ اعتدال اختیار کرنا ⑥ سودی معاملات میں ملوث ہونا

⑦ مدارس اور مکاتب کا نظام ⑧ تمام صحابہ کرام اور اہلِ بیت کی محبت اور تعظیم کرنا

⑨ قبروں پر گنبدیں بنانا ⑩ جادو کرنا ⑪) جھوٹی احادیث بنانا یا آگے روایت کرنا

(۱۲) کاہن اور نجومی کی باتوں کی تصدیق کرنا (۱۳) میت کے لیے تیجا، چالیسواں اور برسی کا اہتمام کرنا

(۱۴) اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا (۱۵) تمام ضروریاتِ دین کو سو فیصد دل سے سچا ماننا

(۱۶) عصبیت اور فرقہ پرستی کو ہوا دینا (۱۷) تقدیر کا انکار کرنا

(۱۸) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا (۱۹) نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کی پیروی کرنا

| کالم (۱)<br>اہل السنۃ والجماعۃ کے اعمال | کالم (۲)<br>بدعات | کالم (۳)<br>گناہ کبیرہ |
|---|---|---|
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |
| | | |

## سبق نمبر ⑰

# فتنہ انکارِ حدیث

## تاریخ فتنۂ انکارِ حدیث اور اس کے اسباب:

### ① پہلا سبب:

یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امتِ محمدیہ میں سب سے پہلا فتنہ جس نے سر اٹھایا وہ خارجیوں کا فتنہ ہے اسی فتنہ سے ٹکرا کر مسلمانوں کی اتحاد کی چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہوئی، چنانچہ ان خارجیوں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ سے بے تعلقی کا صاف اعلان کر دیا اور حضرت عثمان، حضرت علی، شرکاء جنگِ جمل اور تحکیم (ثالثی) کو تسلیم کرنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر قرار دیدیا، اس تکفیر کے نتیجہ میں ان تمام صحابہ کی احادیث جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں ان کو ماننے سے بھی انکار کر دیا (کہ راوی حدیث کے لیے مسلمان ہونا اولین شرط ہے اور یہ سب کافر ہیں) اور اس طرح انکارِ حدیث کی تخم ریزی شروع ہوگئی۔

### ② دوسرا سبب:

پھر اس خارجیوں کے فتنہ کے بالمقابل شیعیت کے فتنہ نے سر اٹھایا، حالانکہ شیعیت کا فتنہ ایک سیاسی ہتھکنڈہ (اسٹنٹ) تھا (کہ حبِّ آل رسول کے نام سے ہی اقتدار کی باگ ڈور کسی طرح شیعوں کے ہاتھ آجائے) پھر انہی شیعوں میں سے سبائی رافضیوں کا گروہ منظر عام پر آیا انہوں نے حضرت علیؓ کے ماسوا تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو اور چند طرفدارانِ علی رضی اللہ عنہ (جن کی تعداد میں خود شیعوں کا بھی اختلاف ہے) کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر قرار دیدیا، اس فتنہ کا فطری نتیجہ تھا کہ انہوں نے ان چند رواۃ کے علاوہ جو ان کے حامی اور طرفدار تھے باقی تمام صحابہ کی حدیثوں کو ماننے سے انکار کر دیا (کہ یہ سب کافر ہیں)۔

## ③ تیسرا سبب:

اس کے بعد (سنہ ۲ ہجری کے آخر میں) اعتزال (عقلیت پرستی) کا دور آیا چنانچہ اس عقلیت پرستی کے تسلط نے معتزلہ کو ان تمام حدیثوں میں تاویلیں کرنے پر (اور تاویل نہ ہوسکنے کی صورت میں ان کو صحیح ماننے سے انکار کرنے پر) مجبور کردیا جن کو انہوں نے اپنے عقلی معتقدات کے خلاف محسوس کیا، عباسی خلیفہ مامون کے عہد میں جبکہ یونانی فلسفہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوکر منظرِ عام پر آئیں، مذہبِ اعتزال نے مامون کی سرپرستی میں بڑا فروغ حاصل کیا۔

## ④ چوتھا سبب:

جب خوارج اور معتزلہ دونوں نے اپنے اپنے معتقدات میں غلو کی بنا پر اعمال کو ایمان کا جزء اور رکن قرار دیدیا تو ردِعمل کے طور پر ان کے مقابلہ میں مرجئہ کا گروہ اور ارجاء کا عقیدہ منظرِ عام پر آیا، مرجئ نے اس عقیدہ میں اتنا غلو کیا کہ صاف کہہ دیا:

لاتضر مع الایمان معصیة کما لاتنفع مع الکفر طاعة

ترجمہ: ایمان کے ہوتے ہوئے معصیت ضرر نہیں پہنچاتی جیسے کفر کے ہوتے ہوئے کوئی بھی طاعت نفع نہیں پہنچاتی۔

اس عقیدے کے نتیجے میں مرجئہ نے رسول اللہ ﷺ کی ان تمام صحیح حدیثوں کو ماننے سے انکار کردیا جن میں کبیرہ گناہوں اور معصیتوں کے ارتکاب پر عذابِ جہنم کی وعیدیں مذکور ہیں۔

## ⑤ پانچواں سبب:

اسی زمانہ میں مشہور گمراہ اور غالی جہم بن صفوان الراسبی جو بعد میں قتل کردیا گیا کا متبع فرقہ جہمیہ منظرِ عام پر آیا، اور صفاتِ باری تعالیٰ پر مشتمل احادیث کا اور روزانہ وجود میں آنے والی جزئیات اور حوادث و واقعات سے متعلق باری تعالیٰ کے علم قبل از وقوع کی احادیث کا انکار کردیا، خلقِ قرآن (قرآن کریم کے مخلوق ہونے) کا فتنہ اور جبر (بندہ کے مجبورِ محض ہونے) کا عقیدہ بڑے زور شور سے منظر عام پر آیا، نیز انہوں نے کفار کے خلود فی النار (دائمی طور پر جہنمی ہونے) کا بھی جوامت کا اجماعی عقیدہ تھا صاف انکار کردیا۔

الغرض یہ خارجی، قدری (معتزلی) شیعہ، مرجئہ جہمیہ، وہ بڑے بڑے گمراہ فرقے ہیں جو اسلام کے

ابتدائی دور میں نمودار ہوئے اور انہوں نے اسلامی عقائد کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا، انہی فرقوں نے اپنے اپنے اعتقادات کی حمایت کی غرض سے اپنے معتقدات کے مخالف احادیثِ صحیحہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور انہی کی بدولت انکارِ حدیث کا فتنہ ایک مستقل فتنہ کی صورت میں وبا کی طرح پھیل گیا جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں۔

یہ ہے انکارِ سنت و حدیث کی یا ان میں تحریف و تصرف اور خود ساختہ تاویلوں کا دروازہ کھولنے کی تاریخ اور اس کے وجوہ و اسباب، ان خارجیوں، قدریوں، شیعوں، جہمیوں وغیرہ فرقوں نے ساری ہی حدیثوں کا انکار نہیں کیا نہ ہی ان کے لیے یہ ممکن تھا (کیونکہ یہ فرقے اپنے اپنے مسلک اور معتقدات کو حدیثوں سے ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے بلکہ یہ فرقے صرف اپنے خلاف حدیثوں ہی کا انکار کرتے تھے) لیکن انہوں نے ایک ایسے راستے کی داغ بیل ڈال دی جس پر چل کر ملحدوں اور زندیقوں نے دینی عقائد و احکام سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی غرض سے علی الاعلان تمام ہی حدیثوں کا انکار کرنے اور الحاد و بے دینی کو فروغ دینے کا دروازہ چوپٹ کھول دیا۔

## ایک غلط فہمی کا ازالہ:

قرآن کریم میں جس ظن کی پیروی سے روکا گیا ہے، وہ بے سند اور بے دلیل بات کے معنی میں ہے اور خبر واحد جس ظن کا فائدہ دیتی ہے وہ جانب راجح اور غالب ظن کے معنی میں ہے، لہٰذا قرآن کریم کی ایسی آیات سے خبر واحد کی حجیت کا انکار کرنا غلط ہے۔

خبر واحد دلائل اور حجج شرعیہ میں سے ایک شرعی دلیل اور حجت ہے۔

## عہدِ نبوی میں کتابتِ حدیث:

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں مثلاً حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عمرو بن حزام، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس لکھی ہوئی احادیث کا ذخیرہ موجود تھا۔ تاہم اکثر صحابہ احادیث کو زبانی یاد رکھتے تھے۔ دوسری صدی ہجری میں احادیث کو باقاعدہ کتابی شکل میں لکھا گیا، اس سے پہلے بھی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

## حدیث کی حفاظت:

احادیث مبارکہ ہر زمانہ میں محفوظ رہی ہیں، البتہ طریق حفاظت بدلتے رہے ہیں، قرن اول میں ضبط صدر کے ذریعے محفوظ تھیں، اس کے بعد ضبط کتابت کے ذریعے محفوظ ہیں۔

## ادلہ اربعہ:

قرآن کریم کے بعد دوسری بڑی دلیل حدیث نبوی ہے، اس کے بعد اجماع امت کا درجہ ہے، چوتھے درجہ کی دلیل قیاس شرعی ہے۔

## احادیث مبارکہ کا موضوع:

احادیث مبارکہ کا موضوع اور بیان بہت وسیع ہے، اس حوالے سے احادیث کی بہت سی اقسام بن جاتی ہیں، احادیث مبارکہ کا ایک بہت بڑا حصہ تمثیلات پر مشتمل ہے، بعض احادیث میں احکام بیان کیے گئے ہیں، بعض احادیث میں ادعیہ کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث میں جنت، جہنم، حشر، نشر، آخرت کے احوال بیان کئے گئے ہیں، بعض احادیث میں فضائل کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث میں علامات قیامت، آئندہ رونما ہونے والے واقعات اور پیشگوئیاں بیان کی گئے ہیں، بعض احادیث میں فتن کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث آداب پر مشتمل ہیں، بعض احادیث میں احوال برزخ وقبر وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث میں حقوق کو بیان کیا گیا ہے، بعض احادیث میں حدود وقصاص اور تعزیرات کو بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ احادیث میں دین کا بہت بڑا حصہ بیان کیا گیا ہے، انکار حدیث سے ان تمام چیزوں کا انکار لازم آتا ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

## حجیتِ حدیث کا انکار:

سب سے پہلے معتزلہ نے بعض علمی قسم کے شبہات کی بناء پر خبر واحد کی حجیت کا انکار کیا، جبکہ خبر واحد کے حجت ہونے پر قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ دور حاضر کے منکرین حدیث نے بے دینی اور اتباع خواہشات کی بناء پر حدیث کی حجیت کا انکار کیا ہے، ان میں عبداللہ چکڑالوی، حافظ اسلم جیراج پوری، نیاز فتح پوری، ڈاکٹر احمد دین، علامہ مشرقی، چوہدری غلام احمد پرویز اور تمنا عمادی پھلواری وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام کے نظریات اسلام سے متصادم ہیں اور ضلالت وگمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔

## منکرینِ حدیث کے شبہات:

منکرین حدیث کبھی تو رسول اللہ ﷺ کے واجب الاطاعت ہونے کا ہی انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ من حیث الرسول آپ ﷺ کی اطاعت نہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر واجب تھی اور نہ ہم پر واجب ہے، اور کبھی کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے حجت تھے ہمارے لئے حجت اور دلیل نہیں ہیں اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ احادیث تمام انسانوں کے لئے حجت ہیں، مگر احادیث محفوظ نہیں ہیں یہ قابل اعتماد ذرائع سے ہم تک نہیں پہنچیں۔ انجام اور مآل سب کا ایک ہی ہے کہ موجودہ کتب حدیث نا قابل اعتماد اور نا قابل عمل ہیں۔

منکرینِ حدیث کے پاس اپنے نظریہ کے اثبات کے لئے کوئی معقول دلیل نہیں ہے، چند شبہات اور وساوس ہیں جن کو وہ پیش کرتے ہیں، ذیل میں ہم عام فہم انداز میں ان کے شبہات کا جواب ذکر کرتے ہیں۔

## آنحضرت ﷺ کا کتابتِ حدیث سے منع فرمانا:

صحیح مسلم کی ایک روایت میں حدیث لکھنے سے ممانعت وارد ہے، جب کہ بے شمار مواقع پر آنحضرت ﷺ نے احادیث لکھنے کا حکم دیا ہے، حدیث نہی میں اول تو رفع ووقف (یعنی حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے) کا اختلاف ہے، دوسرے ایک ہی ورق پر قرآن پاک اور حدیث لکھنے سے نہی مراد ہے، یا نہی ان لوگوں کو تھی جو اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے یا یہ نہی منسوخ ہے اور ناسخ بعد کی وہ احادیث ہیں جن میں لکھنے کا حکم موجود ہے۔

## آنحضرت ﷺ مفسرِ قرآن:

قران کریم نے نبی کریم ﷺ کو تفسیر و بیان کا حق دیا ہے، لہٰذا نبی کریم ﷺ کو محض سفیر سمجھنا سراسر غلط اور قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ نیز قرآن کریم اپنی جامعیت کے باوجود محتاج تفسیر ہے اور نبی کریم ﷺ ازروئے قرآن اس کے مفسر اور شارح ہیں اور احادیث مبارکہ قرآن کریم کی تفسیر و شرح ہے۔

## آپ ﷺ کی اطاعت لازم ہے:

قرآن کریم کی بے شمار آیات میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے لہٰذا احادیث کو چھوڑ کر قرآن کریم پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

## روایت بالمعنی:

بعض احادیث روایت بالمعنی کے طور پر منقول ہیں، مگر اس کے لئے ایسی شرائط مقرر کی گئی ہیں کہ روایت بالمعنی کے طور پر مروی احادیث کی صحت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ نیز عقل ونقل اس پر شاہد ہیں کہ کسی بات کو محض اس وجہ سے رد نہیں کیا جاتا کہ یہ روایت بالمعنی کے طور پر مروی ہے۔

## احادیث میں تعارض:

بعض احادیث میں ظاہری تعارض نظر آتا ہے، مگر اس کو ترجیح، تطبیق، تنسیخ اور توقف وغیرہ کے ذریعے دور کر دیا جاتا ہے، لہٰذا یہ تعارض حجیتِ حدیث میں مانع نہیں، ورنہ قرآن کریم کی بعض آیات میں بھی ظاہری تعارض پایا جاتا ہے، کیا اس سے قرآن کریم کے حجت ہونے کا بھی انکار کر دیا جائے گا؟

## حدیث سب کے لیے حجّت ہے:

احادیث مبارکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے بھی حجیت تھیں اور تا قیامت مسلمانوں کے لئے بھی حجت ہیں، لہٰذا یہ سمجھنا کہ احادیث صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے حجت تھیں ہمارے لئے نہیں بدیہی البطلان ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ونبوت صرف عہد صحابہ رضی اللہ عنہم تک کے لئے تھی بعد کے لوگوں کے لئے نہیں تھی۔

## حدیث کن واسطوں سے پہنچی:

احادیث مبارکہ انہی معتبر ذرائع اور واسطوں سے ہم تک پہنچی ہیں، جن واسطوں سے قرآن کریم پہنچا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ احادیث ہم تک قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں اور یہ ہمارے لئے حجت نہیں، غلط ہے اور اسطرح کہنے سے قرآن کریم سے بھی اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

## حفاظت قرآن:

آیت قرآنی اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور قرآن کریم الفاظ ومعانی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور معانی قرآن، احادیث مبارکہ ہیں، لہٰذا قران کریم اور احادیث مبارکہ دونوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لیا ہے اور دونوں محفوظ ہیں۔ اس آیت کی بناء پر یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف الفاظ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، حدیث کی حفاظت کا

ذمہ نہیں لیا، لہٰذا صرف قرآن کریم محفوظ ہے اور حدیث محفوظ نہیں، غلط ہے۔

## شرم وحیا کے مسائل:

شرم وحیا کے مسائل بھی دین اور شریعت کا حصہ ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس قسم کے مسائل بیان کئے گئے ہیں، ان مسائل کی بناء پر حدیث کی حجیت کا انکار کرنا اور ایسی احادیث کو من گھڑت کہنا غلط ہے یہ تو شریعت کی جامعیت کی دلیل ہے، کیا اس بناء پر ایسی آیات کا بھی انکار کردیا جائے گا۔

## صحیح احادیث کی تعداد:

صحیح احادیث کی تعداد پچاس ہزار ہے، تعدد طرق کی بناء پر یہ تعداد سات لاکھ سے بھی متجاوز ہے۔ لہٰذا اگر کسی محدّث کے بارے میں یہ کہا جائے کہ انہیں اتنی لاکھ احادیث یاد تھیں یا انہوں نے اتنی لاکھ مثلاً سات، چھ، یا تین لاکھ احادیث میں انتخاب کرکے فلاں کتاب لکھی ہے تو یہ تعداد تعدد طرق واسناد کی بناء پر بیان کی جاتی ہے، متن حدیث کے حوالے سے بیان نہیں کی جاتی۔

## حفاظتِ حدیث کے لیے جدّ وجہد:

لہٰذا اللہ جل شانہ کہ حکمت متقاضی ہوئی کہ دین کے تانے بانے کی حفاظت اور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی سنت وحدیث سے دفاع کے لیے اور مسخ وتحریف، تغیر وتبدل سے پاک کرنے کی غرض سے، جن پر دین قائم ہے ائمہ اہل سنت وجماعت وحامیانِ دین الٰہی میدان میں آئیں اور اپنا فریضہ حفاظت وحمایتِ شریعتِ محمدیہ ادا کریں۔

چنانچہ قرنِ اول کے ان حامیانِ دین متین کے اولین قائد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، اس فرض کو ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ کو خارجیوں خصوصاً خارجیوں کے فرقہ "ازارقہ" سے مقابلہ کے لیے وقف کردیا، یہ فرقہ "ازارقہ" نافع بن ازرق خارجی کا پیرو تھا، چونکہ ان کا مرکز بصرہ تھا وہیں ان کی زبردست طاقت وقوت تھی اور اقتدار وتسلط ان کو حاصل تھا اس لیے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ازارقی خارجیوں سے علمی مقابلہ اور مناظرہ کے لیے کوفہ سے بیس مرتبہ بصرہ کا سفر کیا ہے، یہ نافع بن ازرق پہلا خارجی ہے جس نے اپنے فرقے کا نام مرجئہ رکھا تھا جیسا کہ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے مناقب ابی حنیفہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصانیف کتاب الام اور الرسالۃ میں ان منکرینِ سنت اور مرجئہ پر ردکرنے اور ان کی بیخ کنی کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے "خلقِ قرآن" کے مسئلہ میں معتزلہ کی تردید اور بیخ کنی کرنے کا کٹھن فریضہ انجام دیا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبلؒ کی لرزہ خیز ایذا رسانیوں اور مظالم کی داستان تاریخ اسلام کا ایک زبردست حادثہ اور المیہ ہیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب "مفتاح الجنان فی الاحتجاج بالسنۃ" میں لکھتے ہیں:

"اس مسلک (انکارِ حدیث وسنت) کے لوگ ائمہ اربعہ کے زمانہ میں بکثرت موجود تھے ان کے حلقہ ہائے درس میں آتے تھے ان ائمہ نے اپنی تصانیف میں ان کی تردید کی ہے ان سے مناظرے کیے ہیں۔"

چنانچہ سنت وحدیث کی حمایت ودفاع کی راہ میں امام ابوحنیفہؒ کے شاندار کارنامے اور ان خارجیوں، قدریوں، جہمیوں اور معتزلہ کی سرکوبی کے سلسلہ میں ان کی مسلسل کوشش وکاوش، تاریخ کی ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ اور محدثین رحمہم اللہ کی مساعی مشکورہ مرجئہ کی بیخ کنی کے سلسلہ میں ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ کو مسئلہ خلقِ قرآن کے سلسلہ میں معتزلہ، جہمیہ، اور منکرینِ صفات کی سرکوبی کرنے کے لیے توفیقِ خداوندی کا سہرا نصیب ہوا ہے۔

ان دینی فسادات اور گمراہ کن فتنوں کے رونما ہونے کی وجہ سے ہی کبار محدثین اور قدیم ائمہ اہلِ سنت اور سرفہرست ائمہ حدیث نے ضروری سمجھا کہ ان منکرینِ حدیث وسنت کے رد میں مستقل تصانیف لکھیں جیسا کہ مدونین حدیث ائمہ مثلاً امام بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، وغیرہ نے اپنی اپنی مشہور ومعروف کتابوں میں مستقل ابواب ان علمبردارانِ الحاد وزندقہ، گمراہ وکجراہ منکرینِ حدیث کے معتقدات کی تردید میں قائم کیے ہیں اور ان کے رد میں حدیثیں جمع کی ہیں۔

لہٰذا ان تمام ائمہ حدیث اور حامیانِ سنت ائمہ کی مقدس ومبارک جدوجہد اور کوشش وکاوش کی بدولت حدیث وسنت ان مفسدوں کی دست درازیوں اور دراندازیوں سے بالکل محفوظ ہوگئی، یہاں تک کہ امام ابوجعفر طحاویؒ نے تو اپنی مشہور ومعروف حدیث کی کتابیں مشکل الآثار، اور شرح معانی الآثار صرف اسی مقصد اور داعیہ کے تحت تصنیف کی ہیں جیسا کہ ان کی کتابوں میں انہوں نے خود تصریح کی ہے اسی لیے یہ دونوں کتابیں حدیث وسنت اور ان کے معانی ومقاصد کی تشریح وتوضیح کے اور منکرین حدیث کے شکوک وشبہات اور اعتراضات کا جواب دینے کے سلسلہ میں یکتا اور بے مثل کتابیں سمجھی گئی ہیں، جیسا کی امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر** ① مختصر جوابات مگر زبانی بیان کریں۔

① حدیث کی تعریف کریں؟

② حدیثِ قولی، فعلی اور تقریری کسے کہتے ہیں؟

③ خبرِ متواتر کی تعریف اور حکم بیان کریں؟

④ خبرِ واحد اور مشہور کی تعریف اور حکم بیان کریں؟

⑤ احادیث مبارکہ کا موضوع کیا ہے؟ مختصر اور صحیح بیان فرمائیں؟

⑥ منکرینِ حدیث حجیتِ حدیث کا انکار کرنے کے لیے کن تاویلوں کا سہارا لیتے ہیں؟

⑦ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث لکھنے سے منع فرمایا تھا، پھر صحابہ کرامؓ نے کیوں لکھیں؟

⑧ صحیح احادیث کی تعداد بیان فرمائیں؟

⑨ قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، وضاحت فرمائیں؟

⑩ فتنۂ انکارِ حدیث کی ابتداء کیسے ہوئی؟ تاریخ پر روشنی ڈالیں؟

⑪ عقلیت پرستی کی ابتداء کب ہوئی؟ اور حجیتِ حدیث پر اس کے کیا نتائج مرتب ہوئے؟

⑫ خارجیوں، قدریوں، شیعوں وغیرہ نے کس قسم کی احادیث کا انکار شروع کیا؟

⑬ حفاظتِ حدیث کے لیے کی گئی کوششوں پر روشنی ڈالیں؟

⑭ احادیث مبارکہ کن واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے؟

⑮ اسلامی احکامات کی بنیاد کن دلائل پر ہے اور ان کا آپس میں کیا مرتبہ ہے؟

**سوال نمبر ② صحیح اور غلط میں ( ✓ ) کے نشان کے ساتھ امتیاز کریں، اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان کریں۔**

① نبی کریم ﷺ کے صرف اقوال کا نام حدیث ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

② جس حدیث کے راوی ہر زمانے میں اتنی تعداد میں ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا محال ہو، اسے خبرِ مشہور کہتے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

③ جس حدیث کے راوی کسی زمانہ میں تین سے کم ہوں اسے خبرِ واحد کہتے ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

④ جس ظن کا فائدہ خبرِ واحد دیتی ہے قرآن نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑤ دوسری صدی ہجری میں حدیث کو کتابی شکل میں لایا گیا تاہم اس سے پہلے بھی صحابہؓ کے پاس احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑥ حدیث تمام زمانوں میں محفوظ رہی ہے اور حفاظت کا طریقہ بھی ایک ہی رہا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:...............................................................................................

⑦ منکرینِ حدیث کے پاس اپنے دعویٰ پر مضبوط دلائل ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:...............................................................................................

⑧ نبی کریم ﷺ محض سفیر نہیں تھے بلکہ قرآن کے شارح و مفسر بھی تھے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:...............................................................................................

⑨ احادیث مبارکہ صرف صحابہؓ کے لیے حجت تھیں، بعد والوں کے لیے نہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:...............................................................................................

⑩ تمام احادیث کو عقل پر پیش کیا جائے گا، جو عقل کے مطابق ہو اس کو مان لیا جائے گا ورنہ انکار کر دیا جائے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:...............................................................................................

## سوال نمبر ③ صحیح اور غلط میں امتیاز کریں۔

① آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی کام کرنا یا کسی کام پر آپ ﷺ کا مطلع ہونا اور آپ کا اس پر سکوت اختیار فرمانا..................کہلاتا ہے۔

☐ قولی حدیث ☐ فعلی حدیث ☐ تقریری حدیث ☐ سنت

② خبرِ متواتر کے قطعی ہونے کا علم ہونے کے بعد اس کا انکار کرنے والا۔

☐ کافر ہے ☐ فاسق ہے ☐ گمراہ ہے ☐ بدعتی ہے

③ خبرِ واحد فائدہ دیتی ہے۔

☐ یقین کا ☐ ظنِ غالب کا ☐ ظن کا ☐ وہم کا

④ قرآن کے بعد دوسری بڑی دلیل ہے۔

☐ حدیثِ نبوی ☐ اجماع ☐ قیاس ☐ عقل

⑤ سب سے پہلے خبر واحد کی حجیت کا انکار کیا۔

☐ مرزا قادیانی نے ☐ سرسید احمد خان نے

☐ معتزلہ نے ☐ قدریہ نے

⑥ قرآنی تعلیمات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

☐ محض سفیر تھے ☐ رسول تھے

☐ قرآن کے شارح تھے ☐ خاتم النبیین تھے

⑦ قرآن کریم کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت

☐ لازمی اور ضروری ہے ☐ مستحب ہے ☐ دنیاوی معاملات میں بہتر ہے

⑧ جن احادیث میں بظاہر تعارض نظر آئے تو ان کو۔

☐ چھوڑ دیا جائے ☐ عقل پر پیش کیا جائے

☐ ترجیح و تطبیق وغیرہ سے تعارض دور کیا جائے

⑨ حدیث مبارکہ ہمارے پاس ان واسطوں سے پہنچی ہے

☐ جن سے قرآن پہنچا ☐ تورات پہنچی ☐ فلسفہ پہنچا

(۱۰) شرم وحیا کے مسائل قرآن وسنت میں بیان ہونا۔

☐ عار اور شرمندگی ہے ☐ من گھڑت ہونے کی دلیل ہے

☐ اسلام کے جامع ہونے کی دلیل ہے

(۱۱) حدیث کی حفاظت کے لیے جدو جہد کی گئی۔

☐ مناظرہ وعلمی مقابلہ کے ذریعہ ☐ تصنیف وتالیف کے ذریعے

☐ قتل وقتال کے ذریعے

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

☐ قرآن کے صرف الفاظ کا ☐ صرف معانی کا

☐ الفاظ ومعانی دونوں کا

(۱۳) جو احادیث عقلی معتقدات پر پورا نہیں اتریں ان کا انکار کردیا۔

☐ شیعوں نے ☐ خوارج نے ☐ مرجئہ نے ☐ معتزلہ نے

(۱۴) جہمیہ فرقہ نے ان تمام احادیث کا انکار کردیا۔

☐ جو عقل کے خلاف ہوں ☐ جن میں صفاتِ باری تعالیٰ کا ذکر ہو

☐ جو حضرت علیؓ اور ان کے چند طرفداروں کے علاوہ باقی صحابہؓ سے منقول ہوں

☐ وہ احادیث جن میں کبائر کے ارتکاب پر عذابِ جہنم کی وعیدیں ہوں

(۱۵) حفاظتِ حدیث کے لیے جدو جہد کی۔

☐ امام ابوحنیفہؒ نے مناظرہ وعلمی مقابلہ کے ساتھ

☐ امام شافعیؒ نے تصنیف وتالیف کے ساتھ

☐ امام احمد بن حنبلؒ نے حق گوئی کے ساتھ

☐ امام مالکؒ نے تصنیف وتالیف کے ساتھ

## سبق نمبر (۱۸)

# فتنوں کی اقسام

ہر دور میں فتنوں کی مختلف صورتیں رہی ہیں، لیکن بنیادی طور پر فتنے دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) عملی فتنے (۲) علمی فتنے

گناہوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں جو امت میں عام ہوجاتی ہیں، زنا اور شراب کی کثرت، سودخوری اور رشوت ستانی، بے حیائی و عریانی، رقص و سرور، اس کے نتیجے میں استبداد (ظلم) کذب وافتراء، بدعہدی و بدمعاملگی وغیرہ، یہ اخلاقی بیماریاں جو معاشرے میں پیدا ہوجاتی ہیں اور ان کے مختلف اور متنوع وجوہ واسباب ہوتے ہیں، بہرصورت ان بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کے اثرات نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ سارے ہی اعمال صالحہ پر پڑتے ہیں، جتنی ان برائیوں میں کثرت وہمہ گیری پیدا ہوتی ہے اتنی ہی ان نیکیوں میں ضعف واضمحلال اور کمی آجاتی ہے۔

## علمی فتنے:

علمی فتنے وہ ہوتے ہیں جو علوم وفنون کی راہ سے آتے ہیں تاریخ اسلام میں ان علمی فتنوں کی مختلف صورتیں رہی ہیں، بہرصورت ان علمی فتنوں کا اثر براہِ راست اعتقاد پر پڑتا ہے، ان فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ "باطنیہ" (اسماعیلی فرقہ) کا تھا جو قرامطہ کے دور میں ابھرا اور خوب پھلا پھولا، اس فتنہ کا سب سے بڑا اور برا نتیجہ یہ نکلا کہ دین میں الحاد وتحریف کا دروازہ کھل گیا اور اسلامی حقائق "ضروریاتِ دین، متواتراتِ اسلام، بنیادی عقائد واعمال، مجمع علیہ شعائر اسلام" میں تاویلوں اور تحریفوں کے دروازے کھل گئے (اور اسی کے نتیجہ میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر شعائر اسلام ان کے مذہب سے نکالے گئے)۔

اس آخری دور میں یہ فتنہ بہت بڑے پیمانے پر تمام اسلامی ممالک میں یورپ سے درآمد ہونا شروع ہوا، اور مستشرقین یورپ نے تو اس کو ایسا اپنا نصب العین بنالیا کہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، نشرواشاعت،

تحقیق وریسرچ غرض ہر دلکش اور پُرفریب عنوان سے اس کے پیچھے پڑ گئے اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف کردیں، اور اسلام سے انتقام لینے کا اس کو ایک "کارگرترین حربہ" قرار دے لیا، یہاں تک کہ جو طلبہ اسلامی ممالک سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگریاں حاصل کرنے کی غرض سے یورپین ممالک کا سفر کرتے ہیں ان درسگاہوں میں ان طلباء سے "اسلامی موضوعات" پر ایسے "مقالات ومضامین" لکھواتے ہیں کہ وہ مسلمان طلبہ بھی اسلامی معتقدات کے بارے میں کم ازکم "تشکیک" کے اندر ضرور مبتلا ہوجاتے ہیں، یہ وہ دردناک داستانیں ہیں جن کی تفصیل کے لیے بے پایاں دفتر درکار ہیں۔ مجمع الزوائد میں حافظ نورالدین ہیثمی نے بحوالہ "معجم طبرانی" ایک حدیث بروایت عصمہ بن قیس سلمی صحابی نقل کی ہے:

اِنَّہٗ کَانَ یَتَعَوَّذُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَشْرِقِ، قِیْلَ فَکَیْفَ فِتْنَةُ الْمَغْرِبِ؟ قَالَ: تِلْكَ اَعْظَمُ وَاَعْظَمُ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ فتنہ مشرق سے پناہ مانگا کرتے تھے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ مغرب میں بھی فتنہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تو بہت ہی بڑا ہے، بہت ہی بڑا ہے۔

یقین سے تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ کی مراد فتنہ مغرب سے کیا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ سقوط اندلس کی طرف اشارہ ہو کہ وہاں اسلام کا پورا بیڑا ہی غرق ہوگیا، اور نام کا مسلمان بھی کوئی اس ملک میں نہ رہا، تمام ملک پر کفر کا استیلاء ہوگیا، لیکن ہوسکتا ہے کہ بلادِ مغرب کے اس فتنہ میں استشراق کی طرف بھی اشارہ ہو کہ الحاد وتحریف کا یہ فتنہ مغربی دروازوں سے ہی تمام دنیا کے مسلمان ملکوں میں داخل ہوگا جو سب فتنوں سے زیادہ خطرناک اور عالمگیر ہوگا، بہرحال الفاظ حدیث کے عموم میں تو یہ داخل ہے ہی۔

## مسلمانوں کے زوال کا سبب آپس کے اختلافات:

قرآن میں ایک جگہ قہر الٰہی کے نازل ہونے کی تین شکلیں ذکر کی گئیں ہیں:

(۱) آسمانی عذاب مثلاً پتھر برسنا۔

(۲) زمینی عذاب مثلاً زلزلے آنا اور زمین میں دھنس جانا۔

(۳) باہمی گروہ بندی، قتل وقتال اور جنگ وجدال، چنانچہ ارشاد ہے:

۞ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ (الانعام:۶۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے اس پر وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے سے لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھیے تو سہی ہم کس طرح مختلف پہلوؤں سے دلائل بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔

احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت پر پہلی دو قسم کے عام عذاب اس طرح نازل نہیں ہوں گے کہ بعض پہلی امتوں کی طرح نیست و نابود کر دی جائے، البتہ تیسری قسم کے عذاب میں یہ امت مبتلا ہوگی، چنانچہ آج یہ امت بالخصوص ہمارا ملک اس عذاب کی لپیٹ میں ہے، طبقاتی منافرت، صوبائی عصبیت اور لسانی منافرت کا دیو پوری قوم کو نگل رہا ہے، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے، افراتفری اور بے اعتمادی کی بدبودار فضا میں دم گھٹ رہا ہے۔

بدقسمتی سے عالم اسلام کی زمامِ قیادت کافی عرصہ سے دین بیزار اور بد دین قوموں کے ہاتھ میں ہے، جن کے یہاں (الا ماشاء اللہ) دین و دیانت نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں اور شرم و حیا، عفت و عصمت، غیرت و حمیت کا لفظ ان کی لغت سے خارج ہے، ان کے نزدیک فکر و فن اور دغا فریب کا نام سیاست ہے، انسانیت کشی کے اسباب و وسائل کا نام ترقی ہے، فواحش و منکرات کا نام آرٹ ہے، مرد و زن کے غیر فطری اختلاط کا نام روشن خیالی اور خوش اخلاقی ہے، پردہ دری اور عریانی کا نام ثقافت ہے اور پسماندہ ممالک ان کی اندھی تقلید اور نقالی کو فخر سمجھتے ہیں، اس لیے آج سارے عالم میں فتنوں کا دور دورہ ہے، اور یہ شاید دجّال اکبر کے دجالی فتنہ کی تیاری ہو رہی ہو، خصوصاً عالم اسلام پر معصیت، ہر فتنہ اور ہر برائی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

## اہل علم و قلم حضرات کا فتنہ:

افسوس کہ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں اربابِ علم اپنے علمی تقاضوں کو نہیں پورا کر رہے ہیں، اور اربابِ جہل علمی مسائل میں دخل دے رہے ہیں، ہر صاحبِ قلم صاحبِ علم بننے کا مدعی ہے، کتابوں کے اردو تراجم نے اس فتنے کو اور وسعت دی ہے اردو تراجم جہاں ایک اصلاحی مفید خدمت انجام دے سکتے تھے، افسوس کہ عصر حاضر میں "وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا" کا مصداق بنتے جا رہے ہیں جن کا ضرر و نقصان فائدہ و نفع سے کہیں بڑھ گیا ہے۔

دور حاضر جہاں مختلف فتنوں کی آماجگاہ ہے، وہاں قلم کا فتنہ شاید سب سے گوئے سبقت لے جا رہا ہے، ایک حدیث میں جسے در منثور میں بحوالہ "مسند احمد" الادب المفرد للبخاری اور مستدرک للحاکم بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی

اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا ہے، آنحضرت ﷺ نے قیامت سے پہلے کے چھ فتنوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے ایک "فشو القلم" یعنی قلم کا طوفان ہے اس حدیث کی روشنی میں آج طوفان قلم کی فتنہ سامانی کا اندازہ ہر عاقل کرسکتا ہے۔

علمی میدان میں ان حضرات کا دائرہ نہ صرف بہت محدود و تنگ ہے بلکہ ہے ہی نہیں، اردو کے تراجم سے کچھ سطحی معلومات حاصل کر کے ہر شخص دور حاضر کا مجتہد بنتا جارہا ہے اور" إِعْجَابُ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ " (ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرتا ہے ) اس فتنے نے" کریلا اور پھر نیم چڑھا" والی مثل صادق کردی ہے، اور ناشرین نے محض تجارتی مصالح کے خیال سے سستے داموں عالم نما جاہلوں سے تراجم کرا کر فتنہ کو اور بڑھادیا ہے۔ غرض کہ فتنوں کا دور ہے ہر طرح کے فتنے اور ہر طرف سے فتنے ہی فتنے نظر آتے ہیں۔

## صبح کا مومن شام کو کافر:

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا**

ترجمہ: اعمال میں سبقت لے جاؤ کیونکہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے تاریک رات کے ٹکڑے کہ آدمی کی صبح اس حال میں ہوگی کہ وہ مومن ہوگا اور جب شام آئے گی تو وہ کافر ہوگا اور کوئی شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہوجائے گا اور وہ اپنے دین کو دنیا کے حقیر سامان کے عوض بیچ ڈالے گا (رواہ مسلم)

## قاتل اور مقتول جہنم میں ہوں گے:

حضرت احنف بن قیسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو مسلمان اپنی تلواروں سے آمنے سامنے لڑنے کے لیے تیار ہوجائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آگیا پس مقتول کیوں جہنم میں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ اس نے بھی اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کیا ہوا تھا اور ایک روایت میں مختصراً یہ ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں تلوار کے ساتھ ملیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے پر اسلحہ اٹھالیں تو دونوں جہنم کی گھاٹی پر ہوں گے، پس جب ان میں سے کسی ایک نے دوسرے کو

قتل کر دیا تو دونوں اس میں داخل ہو جائیں گے۔ (بخاری)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

ترجمہ: بے شک قیامت کے قریب زمانہ میں قتل وقتال ہوگا، وہ کافروں سے قتال نہ ہوگا بلکہ امت کے بعض افراد بعض افراد کو قتل کریں گے، یہاں تک کہ ایک مسلمان اپنے بھائی سے ملے گا اور اسے قتل کر دے گا، اس زمانہ کے لوگوں کی عقلیں سلب کر لی جائیں گی اور کچھ بے عقل لوگ ان کے نائب بن جائیں گے، ان میں سے اکثر لوگوں کا گمان ہوگا کہ وہ کچھ ہیں حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہوں گے۔ (کنز العمال: ۳/ ۱۳۰)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لاَ يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيمَ قَتَلَ وَلاَ الْمَقْتُولُ فِيمَ قُتِلَ ». فَقِيلَ كَيْفَ يَكُونُ ذَلِكَ قَالَ « الْهَرْجُ. الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ ». (مسلم)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی، جب تک ایک روز ایسا نہ آجائے کہ قاتل کو پتہ نہ ہو کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو پتہ ہو کہ اسے کیوں قتل کیا گیا، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیسے ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہرج (فتنے) کی وجہ سے اور پھر فرمایا کہ ایسے میں قتل کرنے والا اور قتل کیا ہوا دونوں جہنم میں جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرۃؓ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ ». قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ « الْقَتْلُ ». (مسلم)

ترجمہ: زمانہ قریب قریب ہو جائے گا اور علم قبض کر لیا جائے گا اور فتنے نمودار ہوں گے اور بخل پیدا ہو جائے گا اور ہرج بڑھ جائے گا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ہرج کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ قتل۔

زمانہ کے قریب ہونے کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ اس طرح قریب ہو جائے گا کہ پہلے جو واقعات سالوں اور مہینوں میں ہوا کرتے تھے، وہ ہفتوں اور دنوں میں ہوا کریں گے جیسے ایک روایت میں آتا ہے کہ سال مہینوں کی مانند اور مہینے ہفتوں کی مانند اور ہفتے دنوں کی مانند ہو جائیں گے مثلاً آج

کل قتل کی وارداتیں روز کا معمول بن گئی ہیں جبکہ ایک زمانہ تھا کہ سالوں اور مہینوں میں کہیں کوئی قتل ہوا کرتا تھا یعنی پہلے زمانہ دور دور تھا اور اس طرح واقعات کبھی کبھار ہوا کرتے تھے اب زمانہ قریب ہو گیا ہے اور اس طرح کے واقعات روزمرہ کے معمول ہو گئے ہیں۔

## فتنے اور عبادات:

حضرت معقل بن یسارؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ (رواہ مسلم)

ترجمہ: فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنے کا اتنا ثواب ہے جتنا میری طرف ہجرت کرنے کا۔

## چودہ خصلتیں اور مصیبتیں:

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جب میری امت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی، دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے گا۔
- امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ستم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ریشم پہنیں۔
- آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے۔

❁ رقص وسرور کی محفلیں سجائی جائیں۔

❁ بعد والے لوگ اگلوں پر (حضرات سلف صالحین، صحابہ کرام اور ائمہ دین) لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیے کہ پھر وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں، خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحاب سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی)

## گمراہ کن لیڈر اور جھوٹے نبی پیدا ہوں گے:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ یہ میرے ساتھی (حضرات صحابہ) واقعۃً بھول گئے یا (ان کو یاد تو ہے مگر) بظاہر بھولے ہوئے سے رہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا ختم ہونے سے پہلے پہلے پیدا ہونے والے فتنہ کے ہر اس لیڈر کا نام مع اس کے باپ اور قبیلہ کے بتا دیئے تھے، جس کے ماننے والے تین سو یا اس سے زائد ہوں (ابوداؤد)

اور بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب ایسے فریبی (اور) جھوٹے نہ آجائیں، جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں اور مسلم شریف کی ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا:

میرے بعد ایسے رہبر ہوں گے جو میری ہدایت کو قبول نہ کریں گے اور میرے طریقے کو اختیار نہ کریں گے اور عنقریب ان میں سے ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کے دل انسانی جسم میں ہوتے ہوئے بھی شیطان والے دل ہوں گے۔

## چرب زبانی سے روپیہ کمایا جائے گا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ نہ پائے جائیں جو اپنی زبانوں کے ذریعہ پیٹ بھریں گے، جیسے گائے بیل اپنی زبانوں سے پیٹ بھرتے ہیں۔ (مشکوۃ)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے، لمبی لمبی تقریریں کرکے اپنی چرب زبانی سے لوگ عوام کو اپنی طرف مائل کریں گے اور ان لوگوں کا ذریعہ معاش ہی صرف زبانی جمع خرچ یا لیڈری ہوگا اور اس طرح جو روپیہ ملے گا حلال حرام کی فکر کے بغیر اسے ہضم کرتے جائیں گے، جس طرح گائے بیل خشک اور تر

کالحاظ کیے بغیر اپنے سامنے کا تمام چارہ کھا جاتے ہیں۔

یہ پیشین گوئی بھی پوری طرح صادق آرہی ہے کہ آج کل تاجر حضرات یا دوکاندار اپنی لفاظی سے کماتے ہیں، لیڈر بھی صرف زبانی وعدوں اور تقریروں کے ذریعہ عوام کو اپنی جانب مائل کرتے ہیں، اور مقررین اور واعظین بھی صرف اپنے قول کی حد تک نیک باتوں کی تلقین کر کے اور بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کر کے پیسے کماتے ہیں۔

زیادہ بولنا اور مسلسل بولنا رسول اللہ ﷺ کو پسند نہ تھا، چنانچہ آپ ﷺ کے بہت سے ارشادات کم بولنے کی تلقین کرتے ہیں، ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص ؓ کے سامنے لمبی تقریر کر ڈالی تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ زیادہ نہ بولتا تو اس کے لیے بہتر تھا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مجھے کم بولنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ کم بولنا ہی بہتر ہے، اور ابوداؤد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا یقیناً زبان دراز آدمی سے بہت ناراض رہتا ہے، جو (بولنے میں) اپنی زبان کو اس طرح چلاتا ہے جیسے گائے (کھانے میں) چلاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهِ قُلُوبَ الرِّجَالِ أَوِ النَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا».

ترجمہ: جس نے بات پھیرنے کا طریقہ اس لیے سیکھا کہ لوگوں کے دلوں کو اپنے پھندے میں پھنسائے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ اس کا نفل قبول کرے گا اور نہ فرض۔

## مکہ مکرمہ کا پیٹ چاک کیا جائے گا، اور اس کی عمارتیں اونچی تعمیر کی جائیں گی:

عن عبد الله بن عمر مرفوعاً: فَإِذَا رَأَيْتَ مَكَّةَ قَدْ بُعِجَتْ كَظَائِمَ, وَرَأَيْتَ الْبِنَاءَ يَعْلُو رُؤُوسَ الْجِبَالِ فَاعْلَمْ، أَنَّ الأَمْرَ قَدْ أَظَلَّكَ. (مصنف ابن ابی شیبۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم دیکھو کہ مکہ کا پیٹ چاک کر کے نہروں کی طرح بنا دیا گیا ہے اور اس کی عمارتیں پہاڑ کی چوٹیوں کے برابر ہوگئی ہیں تو جان لو کہ معاملہ سر پر آ گیا ہے۔

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر جوابات زبانی تحریر فرمائیں۔

① عملی فتنوں سے کیا مراد ہے؟

② علمی فتنوں کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ تحریر فرمائیں۔

③ حدیث میں فتنہ مغرب سے کیا مراد ہے؟

④ مسلمانوں کے زوال کا سبب آپس کا اختلاف ہے، وضاحت کریں؟

⑤ اہلِ علم وقلم حضرات فتنہ کیسے بن جاتے ہیں؟

⑥ صبح کو مومن شام کو کافر، حدیث کی روشنی میں بیان کریں؟

⑦ قتل وقتال کے فتنہ کا صحیح مطلب بیان کریں؟

⑧ زمانہ کے قریب ہونے سے کیا مراد ہے؟

⑨ حدیث میں ذکر کردہ چودہ خصلتوں کو زبانی یاد کر کے بیان کریں؟

⑩ گمراہ کن لیڈر اور جھوٹے نبی پیدا ہونگے، کیا مطلب ہے؟

⑪ چرب زبانی سے پیسہ کمانے کا کیا مطلب ہے؟ کیا آجکل ایسا ہو رہا ہے؟ وضاحت کریں؟

⑫ مکہ مکرمہ کا پیٹ کس طرح چاک کیا جائے گا؟

**سوال نمبر ④** صحیح اور غلط میں ( ✓ ) کے نشان کے ساتھ امتیاز کریں، اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح تحریر کریں۔

① بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے اعمالِ صالحہ پر اثر نہیں پڑتا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

② اس دور میں چائنا سے علمی فتنہ اسلامی ممالک میں درآمد کیا جارہا ہے اور وہاں کے انجینئرز اور سائنسدان حضرات نے اس کو اپنا نصب العین مقرر کرلیا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

③ اس دور میں دغا فریب کا نام سیاست، مرد وعورت کے غیر فطری اختلاط کا نام روشن خیالی اور پردہ دری وعریانی کا نام ثقافت ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

④ تمام اہل قلم حضرات اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھا رہے ہیں، اور قلم کے تقدس کے محافظ اور امین ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

⑤ فتنہ کے زمانہ میں عمل کا ثواب عام دنوں کی طرح ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................

⑥ جب سرکاری مال کو ذاتی ملکیت اور امانت کو غنیمت سمجھا جائے تو گھر اور کاروبار میں برکتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

⑦ زیادہ اور مسلسل بولنا آنحضرت ﷺ کو ناپسند تھا اور اللہ تعالیٰ زبان دراز سے بہت ناراض رہتا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

⑧ مال کمانے کو اپنا مقصد بنانا چاہیے خواہ اس کے لیے چرب زبانی، دغا، جھوٹ اور حرام ذریعہ ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

⑨ یہ امت قتل وقتال میں مبتلا نہ ہوگی، البتہ آسمانی یا زمینی عذاب سے بیک وقت ہلاک ہو سکتی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

⑩ مغربی تعلیم گاہوں کی طرف سے اسلامی ممالک کے طلبہ کو پی ایچ ڈی کے لیے اسلامی موضوعات دیے جاتے ہیں تاکہ دین کے داعی بنیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..........................................................................................................

**سوال نمبر ③** صحیح اور غلط میں امتیاز کریں۔

① علمی فتنوں میں سب سے خطرناک فتنہ تھا۔

☐ باطنیہ ☐ قدریہ ☐ مرجئہ ☐ معتزلہ

② علمی فتنہ کا سب سے بڑا اور برا نتیجہ یہ نکلا کہ

☐ دین میں الحاد کا دروازہ کھلا

☐ قتل وقتال شروع ہو گیا

☐ بنیادی اعمال وعقائد میں تاویلیں شروع ہو گئیں

☐ سائنس میں پیچھے رہ گئے

③ مستشرقین نے تحقیق وریسرچ کے نام پر اسلامی موضوعات کو اپنا نصب العین مقرر کیا۔

☐ دین کی خدمت کے لیے

☐ تجدید دین کے لیے

☐ اسلام سے انتقام لینے کے لیے

☐ شک وشبہات پیدا کرنے کے لیے

④ سقوط اندلس کے بعد وہاں مسلمانوں کی تعداد تھی

☐ تقریباً نصف ☐ اکثریت مسلمانوں کی

☐ اکثریت نصرانیوں کی ☐ نام کے بھی مسلمان نہ رہے

⑤ عالم اسلام کی قیادت کرنے والے

☐ متقی پرہیز گار ہیں ☐ بزدل وبے دین ہیں

☐ دین کی تڑپ رکھتے ہیں ☐ کفار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والے ہیں

⑥ ہر قلم کار مدعی بنا ہوا ہے۔

☐ صاحب علم ہونے کا ☐ سائنس دان ہونے کا

☐ ڈاکٹر ہونے کا ☐ جج ہونے کا

⑦ جب دو مسلمان آپس میں لڑائی کے لیے اسلحہ اٹھالیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، قاتل اس لیے کہ اس نے قتل کیا، اور مقتول اس لیے کہ۔

☐ وہ اپنا بچاؤ نہ کرسکا ☐ وہ بھی دوسرے کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا

☐ دہشت گرد تھا

⑧ جب مندرجہ ذیل خصلتیں پائی جائیں تو مصیبتیں نازل ہوں گی۔

☐ شوہر بیوی کا نافرمان بن جائے ☐ بیٹا ماں کا فرمانبردار بن جائے

☐ مساجد میں شور مچایا جائے ☐ ناچ گانے کی محفلیں ہوں

☐ بعد والے پہلوں کو بہت اچھے لفظوں میں یاد کریں

☐ نشہ عام ہوجائے ☐ جب دنیا میں ڈاڑھی اور ٹوپی والے زیادہ ہوجائیں

⑨ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ جھوٹے نبی پیدا نہ ہوجائیں۔

☐ تقریباً ۱۰۰ ☐ ۵۰ ☐ ۱۰ ☐ ۳۰ بڑے بڑے جھوٹے

⑩ انسان کے پاس پیسہ ہونا چاہیے

☐ خواہ چرب زبانی کرنا پڑے ☐ حرام ذرائع اختیار کرنے پڑیں

☐ صرف حلال اور شرعی طریقہ سے

## سبق نمبر ۱۹

# تقلید کی شرعی حیثیت

زمانہ قدیم سے لوگ اپنی زندگی میں درپیش مسائل علماء سے پوچھتے آرہے ہیں کیونکہ عام لوگوں میں براہِ راست قرآن وحدیث سے شرعی احکام سمجھنے کی اہلیت نہیں ہے لہذا عام لوگوں کے پاس اپنے شرعی مسائل معلوم کرنے کا سوائے علماء کے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ نیز جو لوگ علم وفن کے ماہر نہ ہوں انہیں قرآن کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس علم وفن کے ماہرین سے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کریں اور یہی چیز تقلید کہلاتی ہے کیونکہ تقلید کی یہی تعریف ہے کہ جو آدمی قرآن وسنت کے علوم میں پوری بصیرت کا حامل ہو، اس نے قرآن وسنت سے جو مطلب سمجھا ہو، اس پر دلیل کا مطالبہ کئے بغیر عمل کیا جائے۔

البتہ خیر القرون کے زمانہ میں لوگ کسی ایک عالم اور مفتی سے مسائل پوچھنے کا اپنے آپ کو اس حد تک پابند نہیں سمجھتے تھے کہ کسی دوسرے عالم اور مفتی سے مسئلہ معلوم کرنا ناجائز ہو، بلکہ ہوتا یوں تھا کہ جن لوگوں کو جس عالم اور مفتی سے کوئی خاص مناسبت ہوتی تو بنسبت دوسرے علماء کے اس پر زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرتے اور اپنے اکثر مسائل کے سلسلے میں انہی سے رجوع کرتے، اس کی متعدد مثالیں ذخیرہ احادیث میں ملتی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

## حدیث سے پہلی مثال:

صحیح بخاری میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض اہلِ مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جو طوافِ فرض کے بعد حائضہ ہوگئی ہو کہ وہ طوافِ وداع کے لیے پاک ہونے کا انتظار کرے یا طوافِ وداع اس سے ساقط ہو جائے گا اور وہ بغیر طواف کے واپس آسکتی ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ طوافِ وداع کے بغیر جاسکتی ہے، اہلِ مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول پر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو چھوڑ کر عمل نہیں کریں گے، اور یہی روایت معجم اسماعیلی میں بھی ہے، اس

میں اہلِ مدینہ کے یہ الفاظ نقل کیئے گئے ہیں: ہمیں پرواہ نہیں کہ آپ فتویٰ دیں یا نہ دیں۔ زید بن ثابت کا قول یہ ہے کہ وہ طوافِ وداع کے بغیر نہیں جاسکتی اور یہی واقعہ مسندِ طیالسی میں منقول ہے، اس میں اہلِ مدینہ کے یہ الفاظ مروی ہیں: اے ابن عباس رضؓ! جس معاملے میں آپ زید بن ثابتؓ کی مخالفت کررہے ہیں، اس میں ہم آپ کی اتباع نہیں کریں گے۔

تو اس واقعہ میں اہلِ مدینہ نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی مخالفت کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علم پر پورا اعتماد تھا اور انہوں نے اپنے حق میں انہیں کے قول کو حجت سمجھا۔

پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حدیث کی تحقیق کر کے اپنے سابق فتویٰ سے رجوع کرلیا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں میں اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طوافِ وداع کو چھوڑ کر اپنے وطن جاسکتی ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ جی ہاں آپ فلاں انصاری عورت (غالباً ام سلیم رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ بخاری کی روایت ہے) سے پوچھئے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے کیا حکم دیا تھا، طاؤسؒ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ حدیث کی تحقیق کر کے حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور کہا مجھے یقین ہے کہ آپ نے صحیح فرمایا۔

بہر حال جب حضرت زید نے اپنے سابق فتویٰ سے رجوع فرمالیا تب اہلِ مدینہ کو یقین ہوگیا کہ حائضہ عورت طوافِ وداع چھوڑ کر واپس جاسکتی ہے۔

## حدیث سے دوسری مثال:

اس سلسلے میں دوسری روایت وہ ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے نقل کیا ہے، ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ میں اہلِ دمشق کی مسجد میں آیا دیکھا کہ ایک حلقہ ہے جس میں ادھیڑ عمر کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود ہیں (ایک روایت میں ہے کہ ان صحابہ کرام کی تعداد تیس کے لگ بھگ تھی) انہی میں میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان ہے جس کی آنکھیں سرگین ہیں اور سامنے کے دانت چمکدار ہیں، جب ان صحابہ کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا تو وہ اس کا فیصلہ اسی نوجوان سے کراتے، میں نے اپنے ایک ہم نشین سے پوچھا کہ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ عام لوگوں کو جس عالم پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہوتا وہ اپنے مسائل کے حوالے سے اسی سے رجوع کرتے اور اس کے بتلائے ہوئے مسئلے کو دوسرے علماء کے مسائل پر اپنے حق میں زیادہ حجت سمجھتے اور اس زمانہ میں چونکہ مذاہب خاص ترتیب سے مدون نہیں ہوئے تھے اس لیے لوگ کسی ایک عالم سے مسائل پوچھنے پر اقتصار نہیں کرتے تھے بلکہ جس عالم تک ان کی رسائی آسانی سے ہوجاتی اس سے وہ اپنے مسائل پوچھ لیتے، اگرچہ وہ عالم ایسا ہو جس سے عموماً وہ اپنے مسائل نہ پوچھتے ہوں۔

اور اس زمانہ میں اس بات کا اندیشہ بھی نہیں تھا کہ لوگ اپنی خواہشات کے تابع کبھی کسی مجتہد کا اور کبھی کسی مجتہد کا قول اختیار کرلیں گے کیونکہ اس زمانہ میں مجتہدین کے مسائل کتابوں میں مدوّن نہیں تھے ایک آدمی کو اس وقت تک کسی مسئلہ میں کسی کا مذہب معلوم نہیں ہوسکتا تھا جب تک وہ اس سے پوچھ نہ لیتا۔

## ائمہ اربعہ کی تقلید:

لیکن جب ائمہ اربعہ کے فقہی مذاہب مدوّن شکل میں محفوظ ہوگئے اور مدارس میں صرف انہی کی تعلیم دی جانے لگی تو ان حضرات کے فقہی اقوال لوگوں میں آہستہ آہستہ مشہور ہوگئے۔ اب اگر ہر شخص کو اس بات کی کھلی چھوٹ دے دی جائے کہ وہ درپیش مسائل میں ان ائمہ اربعہ میں سے جس کے قول کو چاہے اختیار کرے تو اس کا نتیجہ خواہش پرستی کے دروازہ کو کھولنا ہے، اگرچہ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ ائمہ مجتہدین نے قرآن وسنت کی کسی دلیل کی بنیاد پر کوئی مذہب اختیار کیا ہے۔ ان کے اقوال کی بنیاد قرآن وسنت کی کوئی دلیل ہے نہ کہ اتباع ھوی (خواہشات کی پیروی)۔ تو ایک دوسرے مجتہد کو تو یہ اختیار ہے کہ اگر اسے کوئی قوی دلیل مل جائے تو پہلے مجتہد کے قول کو رد کر کے دوسرے پر عمل کرے مگر ایک عام آدمی جس میں دلائل شرعیہ کی بنیاد پر ان فقہی اقوال وآراء کو پرکھنے کی بالکل صلاحیت واہلیت نہیں ہے، اسے اگر اس بات کی اجازت مل جائے کہ وہ ان اقوال میں سے جس پر چاہے عمل کرے اور جس کو چاہے ترک کردے تو یہاں اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ وہ جن اقوال وآراء پر عمل کرے گا اس کی بنیاد خواہش پرستی ہوگی نہ کہ دین پرستی۔

## امام ابن تیمیہؒ کا فقہی مذاہب کے بارے میں ارشاد:

وَمَعْلُومٌ أَنَّ أَهْلَ الْمَذَاهِبِ كَالْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنْبَلِيَّةِ دِينُهُمْ وَاحِدٌ. وَكُلُّ مَنْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ مِنْهُمْ بِحَسَبِ وُسْعِهِ كَانَ مُؤْمِنًا سَعِيدًا بِاتِّفَاقِ

الْمُسْلِمِينَ. مجموع الفتاوى (۲۷/۴۶۲)

اور یہ بات یقینی ہے کہ اہل مذاہب مثلاً حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ ان سب کا دین ایک ہی ہے، اور ان میں سے جو بھی اپنی طاقت کے بقدر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ کامیاب مومن ہے اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق اور اجماع ہے۔

## مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتوی:

وبيان أن أتباع الأئمة الأربعة كلهم إخوة في الله يصلي بعضهم خلف بعض ويعرف له حقه وفضله، وإن اختلفوا في بعض المسائل الفرعية، وأتباع الشيخ محمد بن عبد الوهاب رحمه الله كلهم من الحنابلة ويعترفون بفضل الأئمة الأربعة ويعتبرون أتباع المذاهب الأربعة إخوة لهم في الله. مجموع فتاوى ابن باز (۵/۱۵۰)

ترجمہ: بیشک ائمہ اربعہ کے متبعین سب کے سب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی فضیلت اور حق کو پہچانتے ہیں، اگرچہ بعض فروعی مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے تمام متبعین حنابلہ میں سے ہیں، جو ائمہ اربعہ کی فضیلت کا اعتراف اور ان کے مذاہب کو معتبر مانتے ہوئے سب کو دینی بھائی سمجھتے ہیں۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

وأنتم تعلمون حفظكم الله أن الخلاف المذهبي في أمور الفروع واقع منذ قديم الزمان، ولم يؤد ذلك إلى البغضاء والتشاحن والشقاق؛ لأن الأمة الإسلامية متفقة في الأصول والقواعد، وقد وجد الخلاف الفقهي بين الأئمة الأربعة ابتداء بالإمام أبي حنيفة رحمه الله، والإمام مالك رحمه الله، ثم الإمام الشافعي رحمه الله، ثم الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله، ولم يحدث بينهم - رغم ذلك - شيء من النفرة والفتنة، بل كانوا رغم اختلافهم في النظر والاجتهاد إخوة متحابين يثني كل واحد منهم على الآخر ويقدمه على نفسه وهذا هو الذي يجب أن يسود بين العلماء وإن اختلفت آراؤهم في مسائل الفروع. مجموع فتاوى ابن باز (۵/۱۴۹)

ترجمہ: اور آپ سب بخوبی جانتے ہو (اللہ تعالیٰ آپ سب کی حفاظت فرمائے) کہ فروعی مسائل میں مذہبی اختلاف قدیم زمانے سے ہے، اور یہ اختلاف کبھی بھی بغض، عناد اور لڑائی جھگڑے کا سبب نہیں بنا، اس لیے کہ پوری امتِ اسلامیہ اصول وقواعد میں متفق ہے، اور ائمہ اربعہ کے درمیان فقہی اختلاف پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ میں ہوا، پھر امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ، پھر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ساتھ، لیکن اس کے باوجود کبھی بھی کسی قسم کی نفرت اور فتنہ واقع نہیں ہوا، بلکہ اجتہاد واستنباط میں اختلاف کے باوجود وہ سب بھائی، آپس میں شدید محبت، ایک دوسرے کی تعریف اور دوسرے کو اپنے سے مقدم رکھتے تھے، اور یہی چیز ضروری ہے کہ علماء کے درمیان پائی جائے اگرچہ فروعی مسائل میں اختلاف رائے ہی کیوں نہ ہو۔

اور نفسانی خواہش کی بناء اپنی مرضی کے اقوال پر عمل کرنے کی علماء کرام نے سخت مذمت بیان کی ہے۔

**امام ابن تیمیہؒ کا ارشاد:** امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک بھی شخص جب خود طالبِ شفعہ ہو تو پڑوسی کے لیے حقِ شفعہ کا اعتقاد رکھے اور اگر خود مشتری ہو تو اس کے ثابت نہ ہونے کا معتقد بن جائے تو یہ بالاجماع ناجائز ہے اور اسی طرح وہ شخص جو بحالتِ قیام نکاح فاسق کی ولایت درست ہونے کا قائل ہو اور اس کی بناء پر نکاح کا فائدہ اٹھاتا رہے مگر جب تین طلاقیں دیدے تو حرمتِ مغلظہ سے بچنے کے لیے فاسق کی ولایت کو کالعدم اور اس کے ماتحت منعقد شدہ نکاح کو فاسد قرار دیدے تو یہ باجماعِ مسلمین ناجائز ہے اور اگر کوئی مستفتی یہ کہے کہ پہلے مجھے اس مذہب کی خبر نہیں تھی اور اب میں اس کا معتقد اور پابند ہوں تب بھی اس کا یہ قول قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ یہ دین کو کھلونا بنانے کا دروازہ کھولنا ہے اور اس بات کا سبب بنتا ہے کہ حرام وحلال کا مدار محض خواہشات ہو کر رہ جائے۔ (مجموع الفتاوی: ۱۰۱/ ۳۲)

**امام نوویؒ کا فرمان:** علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس تقلیدِ شخصی کے لازم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس بات کی اجازت ہو کہ انسان جس فقہی مذہب کی چاہے پیروی کر لیا کرے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ ہر مذہب سے آسانیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق ان پر عمل کیا کریں گے، حلال وحرام اور واجب وجائز کے احکام کا سارا اختیار خود لوگوں کو مل جائے گا اور بالآخر شرعی احکام کی پابندیاں بالکل کھل کر رہ جائیں گی، البتہ پہلے زمانہ میں تقلیدِ شخصی اس لیے ممکن نہ تھی کہ فقہی مذاہب مکمل طور سے مدون اور معروف ومشہور نہ تھے، لیکن اب جبکہ مذاہبِ فقہیہ مدون اور مشہور ہو چکے ہیں؛ ہر شخص پر لازم ہے وہ کوشش کر کے کوئی ایک مذہب چن لے اور پھر معین طور سے اس کی تقلید کرے۔ (المجموع شرح المھذب، المقدمہ، فصل فی آداب المستفتی: ۱/ ۵۵)

**علامہ ابن خلدونؒ کا فرمان:** علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں کہ تمام شہروں میں تقلید اِن ائمہ اربعہ میں محصور ہوگئی ہے دوسرے ائمہ کے مقلدین ختم ہو گئے ہیں اور لوگوں نے ان ائمہ سے اختلاط کا دروازہ بند کر دیا ہے، جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ علوم کی اصطلاحات پیچیدہ ہو کر پھیل گئی تھیں اور اس کی وجہ سے اجتہاد کے مرتبے تک پہنچنا سخت مشکل ہو گیا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ اجتہاد نا اہلوں کے قبضہ میں نہ چلا جائے اور ایسے لوگ اسے استعمال نہ کرنے لگیں جن کی رائے اور دین پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا لہٰذا علماء نے اجتہاد سے عجز کا اعلان کر دیا اور لوگوں کو ان ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی طرف لوٹا دیا اور اس بات کو ممنوع کر دیا کہ ان ائمہ کی بدل بدل کر تقلید کی جائے کیونکہ یہ طریقہ دین کے کھلونا بن جانے کا سبب ہے۔ (مقدمۃ ابن خلدون الکتاب الاول: ۴۳۰)

**حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:** حضرت شاہ ولی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : یاد رکھئے کہ پہلی اور دوسری صدی میں تمام لوگ کسی ایک معین مذہب کی تقلید پر مجتمع نہیں تھے اور دوسری صدی کے بعد ان میں ایک مجتہد کو معین کر کے اسی کے مذہب پر عمل کرنے کا رواج ہوا یہاں تک کہ اس وقت ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جو کسی ایک معین مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانے میں یہی چیز واجب تھی۔

ایک اور مقام پر حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: بلاشبہ یہ چار مذاہب جو مدوّن ہو کر تحریری شکل میں موجود ہیں ان کی تقلید کے جائز ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ پوشیدہ نہیں بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں پست ہو چکی ہیں، خواہش پرستی لوگوں کی گھٹی میں پڑ گئی ہے اور ہر ایک صاحبِ رائے اپنی ہی رائے کے صحیح ہونے کا دعویدار ہے۔ (الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف: صفحہ ۶۸۔۷۰)

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء مجتہدین تو عالم میں بہت سے گزرے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی مشیت سے ان کے مذاہب فقہیہ اس طرح مدوّن شکل میں محفوظ نہیں ہیں جس طرح ائمہ اربعہ کے مذاہب مدوّن اور مرتّب ہیں۔

اور اسی وجہ سے علماء نے فرمایا کہ غیر مجتہد پر لازم ہے کہ وہ ان مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرے اور ان کے سوا کسی اور مذہب کی تقلید اس کے لیے جائز نہیں۔

**علامہ نوویؒ کا فرمان:** علامہ نوویؒ فرماتے ہیں صحابہ کرام اور قرون اولیٰ کے اکابر اگرچہ درجہ کے اعتبار سے بعد کے فقہائے مجتہدین سے بلند و برتر ہیں لیکن انہیں اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے علم اور اصول و فروع کو مدوّن اور منضبط کر سکتے، اس لیے کسی شخص کے لیے ان کے فقہی مذاہب کی تقلید جائز نہیں، کیونکہ ان میں سے کسی

کا مذہب مدوّن نہیں ہو سکا نہ وہ لکھی ہوئی شکل میں موجود ہے اور نہ معین طور سے اس کی نشاندہی کی جا سکتی ہے، دراصل تدوین فقہ کا یہ کام بعد کے ائمہ نے کیا ہے جو خود صحابہؓ و تابعین کے مذاہب کے خوشہ چیں تھے اور جنہوں نے واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی ان کے احکام مدون کیے اور اپنے مذاہب کے اصول و فروع کو واضح کیا مثلاً امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ۔ (المجموع شرح المھذب: ۱/ ۵۵)

حافظ ذھبیؒ کا ارشاد: علامہ مناوی حافظ ذھبی سے نقل کرتے ہیں: ہم پر یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ائمہ اربعہ، دونوں سفیان، امام اوزاعی، داؤد ظاہری، اسحٰق بن راہویہ اور تمام ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ہدایت پر ہیں اور جو شخص خود مجتہد نہ ہو اس پر واجب ہے کہ کسی معین مذہب کی تقلید کرے۔ (فیض القدیر للمناوی: ۱/ ۲۱۰)

## کن مسائل میں تقلید لازم ہے؟

تقلید صرف ان مسائل و احکام میں کی جاتی ہے جن کے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی واضح حکم موجود نہیں ہوتا، یا قرآن وسنت کا مطلب سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے یا ان کے ایک سے زائد معنی ہوتے ہیں، یا ان کے معنی میں کوئی اجمال یا ابہام ہوتا ہے، یا قرآن وسنت یا اس سے نچلے درجے کے دلائل میں تعارض ہوتا ہے، چنانچہ قرآن وسنت کے وہ احکام و مسائل جو قطعی ہیں یا ان کا حکم واضح ہے کہ ان میں کسی قسم کا کوئی اجمال و ابہام یا تعارض وغیرہ نہیں، ان مسائل میں کسی امام و مجتہد کی کوئی تقلید نہیں ہوتی مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ کی فرضیت اور زنا، چوری، ڈاکہ، قتل اور شراب نوشی وغیرہ کی حرمت میں کسی امام کی تقلید نہیں کی جاتی، ایسے احکامات کے بارے میں براہِ راست قرآن وسنت پر عمل کیا جاتا ہے کیونکہ یہ قرآن وسنت کے واضح احکامات ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ ٱلْأَمْنِ أَوِ ٱلْخَوْفِ أَذَاعُوا۟ بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ (النساء: ۸۳)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، خواہ وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی تو وہ لوگ اس کو (بغیر تحقیق کے) پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، اور اگر وہ اس کو پیغمبر یا اپنے ذمہ داروں کے طرف لیکر جاتے تو کھوج لگانے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔

وأما الأحكام الشرعية، فضربان: أحدهما: يعلم ضرورة من دين الرسول صلى الله

عليه وسلم كالصلوات الخمس، والزكوات، وصوم شهر رمضان، والحج، وتحريم الزنا وشرب الخمر، وما أشبه ذلك، فهذا لا يجوز التقليد فيه، لأن الناس كلهم يشتركون في إدراكه، والعلم به، فلا معنى للتقليد فيه وضرب آخر : لا يعلم إلا بالنظر والاستدلال : كفروع العبادات، والمعاملات، والفروج، والمناكحات، وغير ذلك من الأحكام، فهذا يسوغ فيه التقليد، بدليل قول الله تعالى : فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون (الفقيه والمتفقه)

ترجمہ: احکام شرعیہ کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم وہ احکام ہیں کہ جن کا رسول اللہ ﷺ کے دین سے ہونا قطعی اور بدیہی طور پر معلوم ہوجائے، جیسا کہ پانچوں نمازیں، زکوۃ، ماہِ رمضان کے روزے، حج، زنا و شراب کی حرمت وغیرہ۔ پس ان احکامات میں تقلید جائز نہیں، اس لیے کہ تمام لوگ ان احکامات کے علم و ادراک میں شریک ہیں، لہٰذا ان میں تقلید کا کوئی مطلب نہیں۔ اور دوسری قسم وہ احکامات جو صرف غور و فکر اور دلیل سے سمجھے جاتے ہیں، جیسے عبادات، معاملات، اور نکاح وغیرہ کے فروعی مسائل، پس ان احکامات میں تقلید کی گنجائش ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" کی بنیاد پر۔ (الفقیہ والمتفقہ)

## تقلید کا مقصد:

تقلید صرف اس غرض کے لیے کی جاتی ہے کہ قرآن وسنت سے جو مختلف المعانی احکام ثابت ہو رہے ہیں، ان میں سے کوئی ایک معنی متعین کرنے کے لیے اپنی ذاتی رائے استعمال کرنے کی بجائے سلف میں سے کسی صالح مجتہد کی رائے اور فہم پر اعتماد کیا جائے۔ ظاہر ہے یہ دوسری صورت انتہائی محتاط اور صواب ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین متقدمین کے پاس جو علم و فہم، تقویٰ و للّٰہیت، حافظہ و ذکاوت، دین و دیانت اور قربِ عہدِ رسالت جیسے اوصاف تھے، بعد کے لوگوں میں اور بالخصوص آج کے لوگوں میں ویسے اوصاف نہیں ہیں، چنانچہ جو اعتماد ائمہ مجتہدین پر کیا جاسکتا ہے، بعد کے لوگوں پر نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی آدمی اپنے اوپر ویسا اعتماد کرسکتا ہے۔

❁ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: ۴۳)

ترجمہ: اور اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

أن من الناس من جوز التقليد للمجتهد لهذه الآية فقال : لما لم يكن أحد

المجتهدين عالماً وجب عليه الرجوع إلى المجتهد العالم لقوله تعالى : {فاسألوا} الآية فإن لم يجب فلا أقل من الجواز (روح المعاني)

ترجمہ: بیشک بعض حضرات نے اس آیت کریمہ کی وجہ سے مجتہد کے لیے تقلید کو جائز قرار دیا ہے، اور کہا ہے: جب کوئی مجتہد نہ جانتا ہو تو اس پر اہل علم مجتہد کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

## تقلید کی حقیقت:

① تقلید سے قرآن وسنت ہی کی پیروی اور اتباع مقصود ہوتی ہے۔تقلید میں مجتہد کی حیثیت صرف شارح کی ہوتی ہے کہ مقلد اس کی تشریح وتعبیر پر اعتماد کرتا ہے نہ کہ مجتہد کو بذاتِ خود واجب الاطاعت سمجھ کر اطاعت کرتا ہے، کیونکہ واجب الاطاعت ذات صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اس لیے واجب ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے احکامِ الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے۔

❁ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں ان کی بھی۔

② تقلید صرف مسائل شرعیہ فرعیہ میں ہوتی ہے، چنانچہ جو احکامِ شریعت تواتر وبداہت سے ثابت ہیں، ان میں تقلید نہیں ہوتی، دین کے بنیادی عقائد میں تقلید نہیں ہوتی، قرآن وسنت کی نصوص قطعی الدلالۃ غیر معارضہ میں بھی تقلید نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔

③ ائمہ مجتہدین کو شارع، معصوم اور انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح خطاؤں سے پاک سمجھنا قطعی طور پر غلط ہے۔وہ شارع، معصوم اور خطاؤں سے پاک نہیں ہیں، ان کے ہر اجتہاد میں احتمالِ خطاء موجود ہے لیکن انہیں خطاء پر بھی اجر ملتا ہے اور وہ اجرِ اجتہاد ہے۔خطاء نہ ہو تو دو اجر ملتے ہیں، ایک اجرِ اجتہاد، دوسرا اجرِ صواب۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ،وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ ». (صحيح مسلم)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جب حاکم فیصلہ کرنے لگے اور اجتہاد کرے پھر اس کا اجتہاد درستگی کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، اور جب حاکم فیصلہ کرنے کے لیے اجتہاد کرے اور خطا کر جائے تو بھی اس کے لیے ایک اجر ہے۔

④ مجتہد کے لیے کسی کی تقلید جائز نہیں، اس پر واجب ہے کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے۔

جیسا کہ فتاویٰ ابن تیمیہؒ میں ہے:

منع الائمة عن التقليد انما هو فى حق القادر على اخذ الاحكام عن الادلة

(فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲/۲۰۲۰)

ترجمہ: ائمہ کرام کا تقلید سے منع کرنا صرف اس آدمی کے حق میں ہے جو دلائل سے احکام کا استنباط کر سکے۔

⑤ عوام کے لیے تقلید ضروری اور واجب ہے، کیونکہ ان میں اتنی استعداد و صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ براہِ راست قرآن و سنت کو سمجھ سکیں، متعارض دلائل میں تطبیق یا ترجیح کا فیصلہ کر سکیں، لہذا ان پر لازم ہے کہ کسی مجتہد کا دامن پکڑیں اور اس کے بیان کردہ مسائل و احکام پر عمل کریں۔

ان العامى يجب عليه تقليد العلماء فى الاحكام الحوادث (تفسير كبير)

ترجمہ: بیشک عام آدمی پر پیش آنے والے احکامات میں علماء کی تقلید کرنا واجب ہے۔

## اجتہاد کا مطلب:

① اجتہاد اس خاص قوت استنباط کا نام ہے جس کے ذریعہ آدمی قرآن وحدیث کے خفیہ و دقیق احکام و معانی اور اسرار و علل کو انشراحِ صدر کے ساتھ حاصل کر لیتا ہے کہ عام لوگوں کی یہاں تک رسائی ممکن نہیں ہوتی۔

❁ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ (النساء: ۸۳)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، خواہ وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی تو وہ لوگ اس کو (بغیر تحقیق کے) پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، اور اگر وہ اس کو پیغمبر یا اپنے ذمہ داروں کے طرف لیکر جاتے

تو کھوج لگانے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔

**وفی هذه الاية دلالة علی وجوب القول بالقياس واجتهاد الرای فی الاحکام الحوادث (احکام القرآن)**

ترجمہ: اور اس آیت مبارکہ میں دلالت ہے قیاس کے قائل ہونے اور جدید احکامات میں اجتہاد کرنے کے وجوب پر۔

② امور قطعیہ و اجماعیہ میں اجتہاد نہیں ہوتا، اور ایک مجتہد کا اجتہاد دوسرے مجتہد پر حجت نہیں ہوتا۔

**منع الائمة عن التقليد انما هو فی حق القادر علی اخذ الاحکام عن الادلة**

**(فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲/۲۰۲)**

ترجمہ: ائمہ کرام کا تقلید سے منع کرنا صرف اس آدمی کے حق میں ہے جو دلائل سے احکام کا استنباط کر سکے۔

③ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں، نئے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد ہو سکتا ہے۔ اجتہاد کے لیے اہلِ اجتہاد ہونا اور ان تمام شرائط کا پایا جانا جو ایک مجتہد کے لیے ضروری ہیں؛ شرط ہے۔ مزید برآں اجتہاد میں انفرادیت کی بجائے اجتماعیت کی راہ اختیار کرنی چاہیے، یعنی تمام اہلِ اجتہاد مل کر نئے پیش آمدہ مسائل کا حل نکالیں۔

④ آج کل اجتہاد کے نام پر اباحیت (یعنی ہر چیز کو جائز قرار دینے کی بلا دلیل کوشش) اور تحریفِ دین کو عام کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کی اباحیت قطعاً ناجائز ہے اور اسے ہرگز ہرگز اجتہاد کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

# عملی مشق

**سوال نمبر** ① مختصر الفاظ میں زبانی بتلائیے۔

① تقلید کی تعریف کیا ہے؟

② خیر القرون کے زمانہ میں تقلید کی کیا صورت ہوتی تھی؟

③ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک ہی مذہب کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

④ تقلید شخصی کا مطلب کیا ہے؟

⑤ نفسانی خواہش کی بناء پر اپنی مرضی کے اقوال پر عمل کرنے کی مذمت میں علماء کے کم از کم دو قول بتلا دیجیے۔

⑥ فقہاء مجتہدین تو بہت سارے گزرے ہیں پھر مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کی ہی تقلید کیوں ضروری ہے۔

⑦ کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے؟

⑧ کس قسم کے احکامات میں تقلید ضروری ہے اور کس قسم کے احکامات میں تقلید کی حاجت نہیں؟

⑨ اجتہاد کا مطلب بیان کریں؟

⑩ تقلید صحابہ وتابعین کے زمانہ میں لازم نہیں تھی پھر بعد کے زمانہ میں کیسے ضروری ہوگئی؟

⑪ اجتہاد کا مطلب بیان کیجیے۔

⑫ کن کن امور میں اجتہاد کی اجازت ہے؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں صحیح کے نشان (✓) کے ساتھ امتیاز کریں اور غلط ہونے کی صورت میں صحیح عقیدہ بیان کریں۔

① عام لوگوں کے پاس اپنے شرعی مسائل کا حل معلوم کرنے کا سوائے علما کے کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

② دین کے تمام احکامات میں تقلید لازمی ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

③ ائمہ اربعہ کی تقلید اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ ان سے بڑا عالم دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

④ کسی عام آدمی کے سامنے کسی ایسے حکم کے خلاف حدیث آجائے جس پر سب لوگ عمل پیرا ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ حدیث پر عمل کرے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑤ ہر وہ آدمی جو اردو تراجم وغیرہ سے استفادہ کرسکتا ہے اس کو اجازت ہے کہ وہ تقلید کو چھوڑ کر خود مسائل کا استنباط کرے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................

⑥ کسی معین مذہب کو اختیار کرنے کے بعد انسان کے لیے بالکل اسی مذہب کا پابند ہونا ضروری ہے خواہ وہ متبحر اور وسیع النظر عالم ہی کیوں نہ ہو۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................................

⑦ دینی احکامات میں ہر کس وناکس کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ لوگوں کی رہنمائی کرے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................................

⑧ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مذہب کو اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے بذاتِ خود واجب الاطاعت سمجھا جائے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................................

⑨ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لیے ہر قسم کے مسئلے میں بند ہو چکا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................................

⑩ تقلیدِ شخصی لازم نہ ہوتی تو لوگ ہر مذہب سے آسانیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق عمل کرنے لگ جاتے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................................

**سوال نمبر ③** صحیح جواب کا (✓) کے نشان کے ذریعے امتیاز کر کے علمی بصیرت کا ثبوت دیں۔

① موجودہ دور میں جن مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے وہ ہیں۔

☐ تین ☐ چار ☐ پانچ ☐ چھ

② امام کی تقلید کی جاتی ہے۔

☐ اس کو شارع و بانی سمجھ کر ☐ قیاس سے مسائل بنانے والا سمجھ کر

☐ قرآن وحدیث کے احکامات کو ظاہر اور واضح کرنے والا سمجھ کر

③ تقلید کی ضرورت نہیں ہے

☐ ان احکامات میں جو احادیث سے ثابت ہوں

☐ ان احکامات میں جو قرآن وحدیث میں قطعیت سے ثابت ہوں

☐ ان احکامات میں جو سائنس کے معارض ہوں

④ اجتہاد کی اجازت ہے۔

☐ نص قطعی میں ☐ احادیثِ صریحہ میں

☐ جہاں قرآن وسنت کا واضح حکم موجود نہ ہو ☐ کسی بھی مسئلہ میں اجازت نہیں

⑤ چار مذاہب جو مدوّن ہو کر تحریری شکل میں موجود ہیں ان کی تقلید جائز ہونے پر اجماع ہے۔

☐ احناف کا ☐ پوری امت کا ☐ علماءِ عجم کا

⑥ حلال وحرام اور جائز و ناجائز کے احکام کا سارا اختیار ہر عام وخاص کو مل جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ:

☐ فرقہ بندیاں ختم ہو جائیں گی ☐ لوگ پکے اور سچے مسلمان بن جائیں گے

☐ خواہش نفس کو دین بنالیں گے ☐ وسعتِ ظرفی اور روشن خیالی پیدا ہوگی

⑦ چاروں اماموں کے اقوال میں سے اپنے پسندیدہ اقوال لیکر ان پر عمل کرنے سے

☐ دین کھلونا بن جائے گا ☐ امت میں اجتماعیت پیدا ہوگی

☐ شرک سے بچ جائیں گے

⑧ جو شخص اجماعی مسائل میں اختلاف کرے اور سلف صالحین کو برا کہے وہ:

☐ مشرک ہے ☐ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے

☐ شریف مسلمان ہے ☐ دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا ہے

⑨ ائمہ اربعہ مذکورہ صفات سے متصف تھے:

☐ معصوم تھے ☐ علم، تقوی اور اجتہاد میں بلند مرتبے پر فائز تھے

☐ نص قطعی سے ان کی امامت ثابت ہے

⑩ جب بھی کسی دینی مسئلہ کا علم مذکورہ ذریعہ سے ہو جائے تو اس پر عمل کریں۔

☐ کسی صحافی اور ٹی وی اینکر سے ☐ نیم مجتہد اور نیم ملاں سے

☐ مستند عالمِ دین سے ☐ غیر تصدیق شدہ ایس ایم ایس سے

## سبق نمبر (۲۰)

# تلاشِ حق

## حق اور باطل فرقوں کی پہچان قرآن وسنت کی روشنی میں

(پہلا حصہ)

"تلاشِ حق" کے عنوان سے "تفہیم الفقہ" کا یہ اہم ترین درس ناچیز راقم الحروف کی باقاعدہ تحریر نہیں ہے۔ بلکہ دو نشستوں پر مشتمل تقریری درس ہے۔ جامعہ اشرف المدارس کراچی کے رفقاء دارالافتاء اور تخصص فی الافتاء کے طلبہ کے اجتماع میں اس اہم ترین موضوع پر فکری نشست منعقد ہوئی۔ جنہیں طلباء عزیز نے صوتی تسجیل (ریکارڈنگ) کے ذریعے محفوظ کرلیا۔ بعد ازاں عزیز القدر طلباء نے اسے صوتی تسجیل سے صفحہ قرطاس پر بڑی جانفشانی اور اخلاص کے ساتھ منتقل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس درس کا انداز تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے۔ اس سبق کو اساتذہ اور معلمین کی سہولت کے لیے چار حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ تاکہ درس کے شرکاء کے لیے اسے ضبط کرنا اور ذہن نشین کرنا آسان رہے۔ اساتذہ کرام سے التجاء ہے کہ وہ چاروں حصوں کی تدریس کے بعد خوب اہتمام کے ساتھ اس کی عملی مشق شرکاء سے حل کروائیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے امید ہے کہ یہ درس بہت ساری فکری گتھیوں کو سلجھانے اور نظریاتی غلطیوں کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے گا۔ (از مولف عفا اللہ عنہ)

اس وقت چونکہ امت مسلمہ میں بہت سارے فرقے اور مختلف خیال کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس لیے عوام کی بہت بڑی اکثریت نہایت پریشان ہے کہ ہر جماعت اور ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حق پر ہے، اور اس کے دلائل بھی قرآن وسنّت پر مبنی ہیں، تو ہم کس طرف جائیں؟؟ ادھر آپ ﷺ نے بھی پیش گوئی فرمائی ہے کہ: "بنی اسرائیل میں بہتر (۷۲) فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، ان میں سے ایک ہی فرقہ حق پر ہوگا، باقی سارے کے سارے دوزخ میں جائیں گے، صحابہؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي" جس راستے پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔" اس راستے پر چلنے والے جنت میں جائیں گے، وہی "فرقہ ناجیہ" ہے۔ تو کونسی جماعت

"مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ" کی صحیح مصداق ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے آج گفتگو کا آغاز کیا ہے، یہیں سے ہمارے اس اہم ترین سبق کا آغاز ہوگا۔

## حق پر کون ہے؟

اگر کوئی شخص اس سوال کا جواب حاصل کرنا چاہتا ہے اور انصاف کے ساتھ حق کا راستہ ڈھونڈنا چاہتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو سورۃ فاتحہ میں یہ راستہ دکھادیا ہے، وہ سورت جو قرآن پاک کے لیے افتتاح اور باب (دروازے) کی حیثیت رکھتی ہے، اس سورت میں روزانہ ہر نماز کی ہر رکعت میں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝" کہہ کر دعا کی جاتی ہے کہ اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیجیے، اور سیدھے راستے کی تفسیر بھی قرآن نے بتلائی "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝" (الفاتحہ:۷) ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ کا غصہ نازل ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوگئے۔

قرآن پاک کی تفسیر کے بارے میں یہ اصول حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ "اِنَّ الْقُرآنَ يُفَسِّرُ بَعضُه بَعضًا" یعنی سب سے پہلے قرآن پاک کی تفسیر خود قرآن کرتا ہے، اگر کہیں اجمال ہے تو اس کی تفصیل خود قرآن پاک میں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہی صراط مستقیم کی وضاحت ایک تو منعم علیہ کے راستہ سے بتلائی، اور دوسرا سورۃ انعام میں فرمایا:

۞ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ (الانعام:۱۵۳)

ترجمہ: یہ ہمارا راستہ صراط مستقیم ہے تم اس راستہ کی اتباع کرو، اس کے علاوہ دیگر راستوں کے پیچھے نہ چلو، ورنہ تم سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے، (اور ہدایت کے راستہ کو، صراط مستقیم کو نہیں پاسکو گے)۔

## صراطِ مستقیم کی حقیقت۔ کتاب اللہ اور رجال اللہ:

صراط مستقیم کی حقیقت کیا ہے؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم قرآن پاک کی آیاتِ مبارکہ اور پوری اقوام عالم کی تاریخ پر نظر ڈالیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا جو ذریعہ بتایا ہے، اور ہدایت کا راستہ جس کو "صراطِ مستقیم" کہا جاتا ہے، ہدایت کا یہ راستہ دو عناصر سے مرکب ہے، اور دونوں کے مجموعہ پر چلنے والا

"صراطِ مستقیم" پر چلنے والا سمجھا جائے گا۔

① ایک رجال اللہ، ② دوسرا کتاب اللہ۔ رجال اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے چن لیا ہے، ان میں سب سے پہلا نمبر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا، اس کے بعد انبیاء کرام کے وارثین علماء کرام، اولیاء عظام یہ سب اس میں داخل ہیں، اور دوسرا عنصر کتاب اللہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے رجال اللہ کے ساتھ ساتھ اپنی کتاب کا سلسلہ بھی جاری فرمایا، ہم اگر تعبیر بدلنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ رجال اللہ سے مراد "شخصیتِ مقدسہ" ہیں اور کتاب اللہ سے مراد قانون اور شریعت ہے، تو دورانِ سبق کہیں "شخصیت مقدسہ" کا لفظ استعمال ہوگا کہیں رجال اللہ کا، ان دونوں اصطلاحوں کو لے کر ہم چلیں گے۔

## ہدایت کا پہلا عنصر:

صراطِ مستقیم کو اللہ تعالیٰ نے جن دو عناصر سے مرکب فرمایا ان میں سے "رِجالُ اللہ" کا عنصر ہونا خود قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان فرمایا۔

### پہلی دلیل:

سورت توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

❁ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبۃ: ۱۱۹)

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کی معیت اختیار کرو۔ تو یہاں آیت مبارکہ میں صادقین کی معیت سے مراد "رجال اللہ" کی معیت ہے۔

### دوسری دلیل:

سورۃ لقمان میں فرمایا: وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (لقمان: ۱۵) کہ تم ان لوگوں کے راستے کی اتباع کرو جو ہماری طرف رجوع کرنے والے اور انابت اختیار کرنے والے ہیں۔

### تیسری دلیل:

تیسرے مقام پر فرمایا: وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۴۲﴾ (الاعراف: ۱۴۲)

ترجمہ: تمام معاملات درست رکھنا اور مفسد لوگوں کے پیچھے نہ چلنا۔

## چوتھی دلیل:

ایک جگہ پر فرمایا: وَلَا تَتَّبِعٰنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ (یونس: ۸۹)

ان لوگوں کا راستہ اختیار مت کرو جو علم نہیں رکھتے۔ چنانچہ قرآن مجید کی ان آیات میں جن لوگوں کے راستے کی اتباع کا حکم فرمایا گیا انہیں "رجال اللہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور احادیث مبارکہ میں بھی "شخصیاتِ مقدسہ اور رجال اللہ" یعنی اللہ کے خاص بندوں کو ہدایت کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔

### حدیثِ شریف سے دلیل:

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ "إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا." (صحیح مسلم: ۶۰/۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس علم کو چھین کر ختم نہیں فرمائیں گے کہ بندوں سے اس علم کو چھین لیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اس علم کو علماء کے اٹھانے کے ساتھ ختم فرمائیں گے، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑیں گے تو لوگ جاہل لوگوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے، ان سے مسائل دریافت کریں گے، (ان سے رہنمائی لیں گے)، وہ بغیر علم کے (رہنمائی کریں گے)، فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

تو حدیث پاک میں بھی رجال اللہ کو، اللہ کے خاص بندوں کو جن کو علماء سے تعبیر فرمایا گیا، ہدایت کا ایک عنصر اور مرکز قرار دیا گیا ہے۔

## گمراہ کن پیشوا:

سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (سنن أبي داود: ۱۵۷/۴)

ترجمہ: مجھے اپنی امت کے بارے میں گمراہ کرنے والے مقتداؤں سے خوف ہے، اور جب میری امت

میں ایک مرتبہ تلوار اٹھ جائے گی تو وہ قیامت تک ان میں اسی طرح چلتی رہے گی۔

یہاں بھی جن "ائمہ مُضلّین" سے آنحضرت ﷺ نے ڈرایا ان سے مراد دو قسم کے اشخاص ہیں:

① وہ عالم جو عالم غیر مستند ہو، جس کی کوئی سند نہ ہو۔

② وہ عابد جو عبادت گزار ہے علم رکھنے والا نہیں ہے، یعنی جاہل عابد، یہ دو قسم کے افراد ائمہ مضلین سے مراد ہیں۔

چنانچہ حضرات اسلاف کا یہ مقولہ مشہور ہے: "اِحذَرُوا عَنِ النَّاسِ صِنفَینِ عَالِمٍ قَدفَتَنتهُ الهَوَاءُ وَعَابِدٍ قَدأَعمَتهُ الدُّنیَا" لوگوں میں سے دو قسم کے لوگوں سے بہت بچو،، ایک وہ عالم جس کو اس کی خواہش نفس نے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہو، اور دوسرا وہ عبادت گزار جس کو اس کی دنیا نے اندھا بنا دیا ہو۔ تو حضرات اسلاف کی یہ بات ہمیشہ مشہور رہی۔

چنانچہ ہدایت کا یہ عنصر یعنی اللہ کے خاص بندے یعنی "رجال اللہ" شروع سے (جب سے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا ہے) قیامت تک ہمیشہ موجود رہے گا، اور انہیں کو "منعم علیہ" سے تعبیر فرمایا:

۞ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء: ۶۹)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی اچھی ہے۔

تو رجال اللہ پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور ان کی چار اصناف ذکر فرمائیں: ① انبیاء، ② صدیقین، ③ شہداء اور ④ صالحین۔

## ہدایت کا دوسرا عنصر:

لیکن رجال اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ ہدایت کی تکمیل کے لیے کتاب اللہ بھی ضروری ہے، کتاب اللہ سے مراد قانون، مسائل اور شریعت ہے، اس کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر کتاب کے ساتھ معلّم ضروری اور ہر معلم کے پڑھانے کے لیے کتاب اور نصاب ضروری ہے، تو استاد کو "رجال اللہ" کہا جائے گا اور اس کے نصاب (Syllabus) کو "کتاب اللہ" کہا جائے گا۔

ان دونوں عناصر سے مل کر ہدایت مکمل ہوگی، اگر ان دونوں عناصر کے ساتھ نہیں ملتے تو پھر وہ انسان راہ راست سے ہٹ جائے گا، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ نے "کتاب اللہ اور رجال اللہ" یعنی شخصیات مقدسہ اور قانون دونوں کو اختیار کرنے والے کو راہِ اعتدال پر بتلایا، چنانچہ سورۃ حدید میں فرمایا:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ (الحدید: ۲۵)

ترجمہ: ہم نے اپنے رسول بھیجے دلائل کے ساتھ، اور ہم نے ان رسولوں کے ساتھ ساتھ کتاب بھی اتاری، میزان اتارا تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قائم رہیں۔

اللہ نے رسولوں کے ساتھ کتاب کے نازل کرنے کا ذکر بھی فرمایا اور ان دونوں کا امتزاج اور، ان دونوں سے مرکب ہونا ہدایت کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ یہ ایک تمہیدی بات تھی جو بیان کی گئی۔

۞ ۞ ۞

## عالم انسانیت چار بنیادی فرقوں اور طبقات میں تقسیم:

اب جو بڑی اہم بات شروع ہونی ہے وہ یہ کہ رجال اللہ اور کتاب اللہ جو ہدایت کے دو جز ہیں، اس کے بارے میں چار قسم کے لوگ اور چار قسم کے فرقے عقلی طور پر متحقق ہو سکتے ہیں:

① وہ لوگ جو دونوں کو ہدایت کا عنصر مانیں اور دونوں سے اپنا تعلق برقرار رکھیں، کتاب اللہ سے بھی اور رجال اللہ سے بھی، ایسا نہ ہو کہ صرف رجال اللہ کو لیں، کتاب اللہ کو چھوڑیں یا کتاب اللہ کو پلے باندھ لیں اور رجال اللہ کو چھوڑ دیں۔ بلکہ دونوں کے ساتھ وہ اپنے تعلق کو برقرار رکھنے والے ہوں۔

② وہ لوگ جو کتاب اللہ کا بھی انکار کر دیں اور رجال اللہ سے بھی انقطاع اختیار کر لیں، نہ رجال اللہ کو مانیں اور نہ ہی کتاب اللہ کو مانیں۔

③ وہ لوگ جو کتاب اللہ کو تو ہاتھ میں لیں لیکن رجال اللہ سے انقطاع اور احتراز کر لیں۔

④ وہ لوگ جو صرف رجال اللہ کو اتباع کے لیے اپنا محور قرار دیں اور انہیں سے عقیدت اور محبت کا تعلق رکھیں، اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیں۔

تو یہ چار اقسام کے لوگ ہیں، اگر ہم تاریخ عالم پر شروع سے آخر تک نظر ڈالیں تو انہیں چار اقسام کے

لوگ ہمیشہ پائے گئے اور پائے جائیں گے۔

**پہلا طبقہ:**

وہ لوگ جن کا کتاب اللہ سے بھی تعلق اور رجال اللہ سے بھی تعلق، اس سے مراد اور اس کا مصداق سب سے پہلے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ہے جنہوں نے کتاب اللہ سے بھی اپنا تعلق برقرار رکھا اور رجال اللہ سے بھی، انہوں نے شخصیت مقدسہ کو بھی تھاما اور قانون کو بھی، کسی ایک سے انقطاع اختیار نہیں کیا، اپنی عقل، اپنے رواج، اپنی آبائی تقلید یا جاہلانہ تعصب کو اختیار کرتے ہوئے کسی ایک سے بھی احتراز نہیں کیا، دونوں کو اختیار کیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا اور اس انعام کا یوں ذکر فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا انعام کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے جبکہ اس سے پہلے یہ لوگ یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

اور ان مومنین کا مصداق جن میں رسول کو مبعوث فرمایا، حضرات صحابہ کرامؓ ہیں تو رسول کو مبعوث فرمانا، یہ تو رجال اللہ کا ذکر ہے، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، اس سے مراد کتاب اللہ یعنی قانون کی تعلیم ہے، اور ان کو دونوں سے واسطہ ہے، اور قرآن نے ان دونوں چیزوں سے انحراف کو کھلی گمراہی بھی بتلایا ہے، وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے یعنی جب تک رسول نہیں تھے یعنی رجال اللہ نہیں تھے، جب تک کتاب اللہ نہیں تھی اور قانون نہیں تھا، یہ لوگ بھی کھلی گمراہی میں تھے، تو دونوں سے انقطاع کو قرآن نے کھلی گمراہی قرار دیا ہے۔ اور دونوں کو تھام کر یہ حضرات ہدایت یافتہ قرار پائے۔

اگر ہم پچھلی اقوام کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو باقی تین قسم کے لوگ کھلی آنکھوں ہمیں نظر آتے ہیں۔

**دوسرا طبقہ:**

وہ لوگ جنہوں نے دونوں سے انقطاع کیا، اس کی سب سے پہلی مثال حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی

قوم ہے، اب قرآن پاک کی آیات پر غور کیجیے گا۔ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے رجال اللہ کو بھی ٹھکرایا اور کتاب اللہ کو بھی ٹھکرایا، وہ اس کا سب سے پہلا مصداق ہیں، چنانچہ شخصیت مقدسہ، رجال اللہ کا انکار تو یوں کیا کہ کہنے لگے کہ: مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا (ھود: ۲۷) ہم آپ کو نہیں سمجھتے مگر اپنی طرح کا ایک انسان۔ تو یہ کہہ کر شخصیت مقدسہ کو ٹھکرایا، دوسری جگہ یوں کہنے لگے: وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ (ھود: ۲۷) ہمیں آپ لوگوں کی ہمارے اوپر کوئی فضیلت کوئی قابلیت نظر نہیں آرہی، لہٰذا ہم آپ لوگوں کو اپنے سے زیادہ کوئی فضیلت والا، کوئی کامل نہیں سمجھتے، تم ہماری طرح کے انسان ہو، تیسری جگہ یوں کہنے لگے: وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ (ھود: ۲۷) اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں صرف وہ لوگ آپ کے پیچھے لگے ہیں جو ہم میں سب سے زیادہ بے حیثیت ہیں اور وہ بھی سطحی طور پر رائے قائم کر کے۔

تو گویا انہوں نے انبیاء علیہم السلام جو رجال اللہ کا سب سے پہلا مصداق تھے، اس شخصیت کا انکار کر دیا۔

اور کتاب اللہ اور قانون کا انکار ان الفاظ میں کیا، قوم نوح کہنے لگی: بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ (ھود: ۲۷) ہم تو تمہارے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو یعنی جو باتیں بتارہے ہو وہ جھوٹ ہے، تو کتاب اللہ کا انکار کر دیا، نیز کتاب اللہ کا انکار اپنے عمل سے بھی کرتے تھے، قرآن نے ذکر فرمایا وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے، کانوں میں انگلیاں ڈالنا، اللہ کی کتاب کو نہ سننا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کتاب سے اعراض کرتے ہیں، قانون نہیں چاہتے ہیں۔ اور منہ پر نقاب ڈالتے تھے، یہ ان کی عادت تھی، تو یہ پہلی قوم ہے جس نے رجال اللہ کا بھی انکار کیا اور کتاب اللہ کا بھی انکار کیا۔ اس کے بعد آگے چلتے ہیں تو قرآن کریم نے دوسری مثال قوم عاد کی بیان فرمائی، قوم عاد کے افراد بھی ایسے تھے جنہوں نے ہدایت کے دونوں عنصروں سے احتراز کیا، چنانچہ شخصیت اور رجال اللہ کا انکار تو یوں کہہ کر کی: إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ (ھود: ۵۴) کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کو ہمارے بعض معبودوں نے تمہارے کسی جرم میں، کسی برائی میں مبتلا کر دیا ہے، تو اس طرح انہوں نے شخصیت کا انکار کیا، کتاب اللہ کا انکار یوں کیا۔ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ (ھود: ۵۳) ہم آپ کی باتوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ نیز قرآن کریم نے اس قوم کے بعد اگلی قوم کا ذکر فرمایا قوم ثمود کا، اس کا مزاج بھی یہ تھا کہ اس نے شخصیتِ مقدسہ کا بھی انکار کیا اور کتاب اللہ اور قانون کا بھی انکار کیا، چنانچہ کتاب اللہ کا انکار کرنے کے لیے جو الفاظ استعمال کیے قرآن نے ان کی بات کو نقل کیا: وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ (ھود: ۶۲) کہ جس بات کی طرف آپ ہمیں دعوت دے رہے ہو ہم اس

میں شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں تو یہ کہہ کرانہوں نے کتاب اللہ کوٹھکرادیا، اور ذات مقدسہ ورجال اللہ کاانکاریوں کیا، کہنے لگے: قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا (هود:٦٢) اے صالح آج سے پہلے آپ سے امیدیں تھیں آپ کس راستے پر چل پڑے ہو۔

❁ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ (هود:٦٢)

ترجمہ: جن بتوں کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں کیاتم ہمیں ان کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہوجس بات کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہواس کے بارے میں توہمیں ایسا شک ہے جس نے ہمیں اضطراب میں ڈال رکھا ہے۔

چنانچہ یہ کہہ کرانہوں نے حضرت صالح کی شخصیت مقدسہ کا انکارکیا۔

چوتھی مثال قرآن کریم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی بیان فرمائی، اس قوم کے افراد نے بھی اسی طرح کیا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قَالُوا مَن فَعَلَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ (الأنبياء:٥٩)

ترجمہ: کہنے لگے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے، وہ کوئی بڑا ہی ظالم ہے۔

قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ (الأنبياء: ٥٥) کیا تم ہم سے سچ مچ کی بات کررہے ہو یا دل لگی کررہے ہو۔

اس طرح انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر، آپ کے وقار اور متانت پر انگلی اٹھائی اور آپ کی شخصیت کا انکارکیااورآپ کوجھوٹا کہا۔

پانچویں مثال قوم شعیب کی بیان کی گئی ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کوبھی اللہ تعالیٰ نے اسی ”رجال اللہ“ کاایک فرد بنایاتھا، ہدایت کے لیے پیغمبربھی آئے اوران کی کتاب قانون بھی موجودتھی، چنانچہ انہوں نے رجال اللہ کوتوانکاریوں کیا کہ کہنے لگے: وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا (هود:٩١) ہم آپ کو بہت کمزورخیال کرتے ہیں آپ طاقتورنہیں ہیں۔ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ (هود:٩١)

اورپھردھمکی پراترآئے: لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا (الأعراف:٨٨) توان تمام باتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے شخصیت مقدسہ اوررجال اللہ کوٹھکرایااور جب قانون کی باری آئی تو یہ کہہ کرٹھکرادیا کہ: يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ (هود:٩١) ہم آپ کی باتیں سمجھتے ہی نہیں، کس قسم کی باتیں کرتے ہو، اس طرح انہوں نے ہدایت کے دوسرے عنصر کا بھی انکارکردیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد باری آتی ہے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں بھی وہ افراد موجود تھے جو ہدایت کے ان دونوں عنصروں سے انقطاع کرنے والے اور بیزاری کا اظہار کرنے والے تھے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو یوں کہا: إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ (الأعراف:۱۰۹) یہ تو جادوگر ہے اور کبھی یوں کہتے (فرعون نے یوں کہا تھا): وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ (القصص:۳۸) کہ میں تو اس کو جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں شخصیت مقدسہ کا انکار کردیا اور آپ کی کتاب کا انکار یوں کیا: إِنَّ هَٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ (الأعراف:۱۲۳) یہ جو کچھ تم بیان کررہے ہو یہ تو تمہاری چالیں ہیں جو تم شہر میں اختیار کئے ہوئے ہو۔

اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے انکار کے جو اسباب ذکر فرمائے ہیں اگر اس پر غور کریں تو قارون، ہامان، فرعون یہ جاہ پسندی، اقتدار پسندی اور تعلّی کے طالب اور اپنے آپ کو بڑا بنانا چاہتے تھے، استکبار اور تکبر کی بیماری میں مبتلاء تھے چنانچہ اس وجہ سے انہوں نے رجال اللہ کو بھی ٹھکرایا اور کتاب اللہ کو بھی ٹھکرایا، اور فرعون، ہامان، قارون کے علاوہ جو عام لوگ تھے ان کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی ہدایت سے محروم ہونے کے اسباب یہ تھے کہ ان میں جاہلانہ تعصّب موجود تھا، ان میں شخصیت پرستی کا مرض تھا، چنانچہ وہ یوں کہنے لگے: وَمَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ (القصص:۳۶) ان کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے آباء واجداد کی اندھی تقلید میں مبتلاء تھے اور تعصب میں آگئے تھے، اس لئے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی کتاب کا انکار کردیا۔

پھر آخر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتابِ رسالت طلوع ہوا اور اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلنا شروع ہوا تو اس قسم کے لوگ آئے جو دونوں عناصر کا انکار کرنے والے تھے رجال اللہ کا بھی اور کتاب اللہ کا بھی، چنانچہ مشرکین نے اپنے سے پہلے والے کافروں کے طریقہ پر چلتے ہوئے رجال اللہ کا بھی انکار کیا اور کتاب اللہ کا بھی انکار کیا، شخصیت مقدسہ کو بھی ٹھکرایا اور قانون الٰہی کو بھی ٹھکرایا۔ شخصیت مقدسہ اور رجال اللہ کے بارے میں تو ان کا عمل یہ تھا کہ کبھی آپ کو شاعر کہا، کبھی کاہن کہا، کبھی ساحر کہا، کبھی کذاب کہا، کبھی اَشِر کہا، کبھی مجنون کہا، یہ ساری باتیں اس بات کو واضح کررہی ہیں کہ انہوں نے رجال اللہ کو ٹھکرایا اور قانون اور کتاب اللہ کو یہ کہہ کر ٹھکرایا: إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (الانعام:۲۵) قرآن کے بارے میں یہ کہنے لگے کہ پہلوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں تو مشرکین کا طبقہ وہ طبقہ تھا جنہوں نے دونوں قسم کے عناصر کو ٹھکرادیا، چنانچہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ ”رجال اللہ“ سے احتراز اور انقطاع کیا بلکہ تکالیف پہنچانے کے درپئے ہوگئے، رجال

اللہ کو ستایا اور تکالیف پہنچائیں، (یادر ہے کہ یہاں رجال اللہ ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہو رہا ہے)، اور اس ستانے کی مثالیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور صحابہؓ کی حیات کتابوں میں ہیں کہ انہوں نے رجال اللہ کو کس کس طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور ستایا، اور کتاب اللہ کے مقابلے کیلئے بھی تیار ہو گئے، انکار کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ سے دور کرنے کی کوشش بھی کی، چنانچہ قران کریم نے ذکر کیا کہ جیسے قران نازل ہوتا، تلاوت ہوتی تو شور دشغب کرتے، یہ کس لئے کرتے تھے؟ تا کہ لوگ کتاب اللہ سے دور ہوں، اپنے بچوں کو روکتے تھے کہ کہیں ان کے کان میں قران کی بات نہ پڑھ جائے اور اثر نہ کر جائے، تو یہ مشرکین اس مزاج کے حامل تھے کہ انہوں نے رجال اللہ کو بھی ٹھکرایا اور کتاب اللہ کو بھی ٹھکرایا، منافقین بھی ان میں شامل تھے، اگر چہ زبان سے وہ اقرار کرتے تھے، لیکن دل سے وہ بھی دونوں کے منکر تھے، یعنی کتاب اللہ کے بھی اور رجال اللہ کے بھی، اور زبان سے اس اقرار کرنا بھی دنیاوی مفاد کو حاصل کرنے کیلئے تھا، یہ بھی اسی طبقہ میں شامل ہیں، اللہ نے ان دونوں کا انجام یوں ذکر فرمایا: وَعَدَ اللهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (التوبة:۶۸)

ترجمہ: اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور تمام کافروں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کو راس آئے گی اللہ تعالیٰ نے ان پر پھٹکار ڈال دی ہے اور ان کے لیے اٹل عذاب ہے۔ سورۃ توبہ میں ان دونوں طبقوں کا انجام ذکر فرمایا۔

الغرض! کتاب اللہ اور رجال اللہ جو ہدایت کے دو عنصر ہیں، ان سے تعلق رکھنے کے اعتبار سے چار قسم کے لوگ وجود میں آئے، چار قسم کے طبقے: دونوں کو تھامنے والے، دونوں کو چھوڑنے والے، کسی ایک کو لیکر دوسرے کو چھوڑنے والے۔

# تلاشِ حق

## (حق و باطل فرقوں کی پہچان قرآن وسنت کی روشنی میں)

## (دوسرا حصہ)

### تیسرا طبقہ:

اب تک دو قسم کے طبقات کا ذکر ہو گیا، اب آتے ہیں تیسری قسم کی طرف کہ وہ لوگ جنہوں نے ہدایت کے ایک عنصر کو لیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا، ان میں سے سب سے پہلا نمبر قوم "یہود" کا ہے، قوم یہود نے "کتاب اللہ" کو تو تھاما لیکن رجال اللہ سے انقطاع اختیار کیا اور ان سے احتراز کیا، چنانچہ قوم یہود کی تاریخ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو، اس ملّت کو علمی امت بتایا، پیغمبر بھی آئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مقدس کتاب "توراۃ" کی صورت میں عطا فرمائی اور توراۃ میں فقہی اور علمی مسائل بیان فرمائے، اور علم کی خاصیت یہ ہے کہ یہ تعلّی (بلندی) چاہتا ہے، اگر اس کی اصلاح کرنے کیلئے رِجالُ اللہ نہ ہوں تو عموماً یہ علم والا شخص غرور اور تکبر میں مبتلاء ہو جاتا ہے، چنانچہ ہوا یہ کہ جب ان کا علمی غرور اور نخوت بڑھی تو انہوں نے رجالُ اللہ سے انقطاع اختیار کیا اور ان کا نظریہ یہ بن گیا کہ ہمارے لئے بس کتاب اللہ ہی کافی ہے ہمیں کسی "رجال اللہ" سے نہ کتاب سیکھنے کی ضرورت ہے اور نہ سمجھنے کی ضرورت، گویا "حَسبنَا کتابُ اللہ" یہ ان کا نعرہ بن گیا اور کتاب اللہ میں اتنے منہمک ہوئے کہ رجال اللہ کا انہوں نے انکار کیا اور رجال اللہ کی اتباع اور پیروی کو ذہنی غلامی سے تعبیر کیا، اقتداء اور پیروی کو انہوں نے "شخصیت پرستی" کا نام دے دیا، حالانکہ جب یہ لوگ رجال اللہ سے کٹے، اور اس کو شخصیت پرستی سمجھنے لگے تو اس سے بدتر چیز "خود پرستی" میں مبتلاء ہو گئے، خود پرستی تو شخصیت پرستی سے کہیں زیادہ بری چیز ہے، اس محرومی کا ثمرہ آپ دیکھئے، قرآن پاک پر نظر ڈالئے، جب یہ قوم خالی کتاب اللہ سے جڑی اور رجال اللہ سے کٹی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جن جن چیزوں سے محروم کیا، جن جن آفات میں مبتلاء کیا، قرآن کریم میں اس کی تفصیل ذکر فرمائی گئی ہے۔

### قوم یہود کا زوال درجہ بدرجہ:

① سب سے پہلی مصیبت یہ نازل ہوئی کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے سَمع وطَاعت (سن کر عمل کرنے کا جذبہ) والی کیفیت کو چھین لیا، چنانچہ یہ یوں کہنے لگے: "سَمِعنَا وعَصَینَا"

(۲) اور جب اس چیز میں مزید مبتلا ہوئے، علمی غرور اور تکبر اور بڑھتا گیا تو یہ کیفیت ہوگئی کہ جو حکم ان کی خواہش نفس کے خلاف آتا اس کو ٹھکرا دیتے تھے، جو مرضی کے موافق ہوتا اس کو لے لیتے، چنانچہ قرآن میں فرمایا:

﴿ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡوَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ (البقرة: ۸۷)

ترجمہ: کہ جب بھی رسول کوئی ایسا حکم لے کر آئے جس کو تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے تو تم نے تکبر کیا اور اس کا انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے نفس کے خلاف جو حکم تھا اس کو ٹھکرا دیا، چنانچہ یہ ان پر نازل ہونے والا دوسرا وبال تھا۔

(۳) رجال اللہ اور شخصیت مقدسہ سے انقطاع کا تیسرا وبال یہ ہوا کہ وہ شخصیت مقدسہ جن سے ان میں اعتدال کی کیفیت پیدا ہوتی کٹ گئے، تو ان کی فہم الٹ گئی، وہ صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح سمجھنے لگے، حق کو باطل اور باطل کو حق کہنے لگے، کیونکہ ان کے پاس صرف الفاظ باقی رہ گئے تھے، کتاب اللہ کے نور سے، اس کے معانی اور حقیقت سے محروم کر دیے گئے، اور انسان جب معنی اور حقیقت سے محروم ہوجائے اور صرف لفظ باقی رہ جائیں تو پھر حق و باطل کا امتیاز ختم ہوجاتا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ﴾ (الأعراف: ۱۴۶)

میں اپنی آیات کو ان لوگوں سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرنے والے ہوں، اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں، اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس کو راستہ بنالیں۔

ان کی فہم اس قدر الٹ گئی کہ ہدایت کے راستے کو اپنانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور جہاں کہیں ان کو ٹیڑھا راستہ نظر آتا اس کو اپنا راستہ بنا لیتے، تو حق کا باطل نظر آنا اور باطل کا حق نظر آنا، یہ فہموں اور عقلوں پر نازل ہونے والا وہ عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے قوم یہود پر تب نازل کیا جب کہ انہوں نے رجال اللہ سے انقطاع کیا اور علمی امت ہونے کی بنا پر وہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہوگئے، کیونکہ ان کی علمیت، قابلیت، مطالعہ، تحقیق

(Research) اپنی ذات کے لیے نہیں تھی، بلکہ دوسروں کے لیے تھی، قرآن نے ایک اور مقام پر فرمایا:
مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا (الجمعة:۵) ان کے علماء کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جو اپنی پشت پر کتابیں لادے ہوئے ہے، جس گدھے نے اپنی پشت پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لادی ہوئی ہوں، اس سے اس کی ذات کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، وہ تو گدھا ہے دوسروں کے لیے اٹھا کر لے جاتا ہے، تو ان کا مطالعہ، انکی تحقیق، ان کا نالج، ان کی ریسرچ وہ دوسروں کے لیے تھی، اپنی ذات کے لیے نہیں، غرور تکبر اور نخوت میں وہ اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ حق و باطل میں امتیاز کی صلاحیت ختم ہوگئی۔

④ اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بالآخر وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے لگے، قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غٰفِلِينَ﴾ (الأعراف:۱۳۶)

کہ آیات کی تکذیب کرنے لگے اور ان سے غافل ہوگئے۔

دیکھیے بزعم خود وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم کتاب اللہ کو تھامے ہوئے ہیں، لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ اسی کتاب اللہ کو ہی وہ ٹھکرانے لگے، کتاب اللہ کا نعرہ لگانے والا ہی سب سے پہلے کتاب اللہ کو ٹھکرانے والا بن گیا۔

⑤ اور پھر یہ مہلک ثمرہ برآمد ہوا کہ وہ اللہ کی کتاب میں تحریف اور تبدیلی کے جرم کا ارتکاب کرنے، چنانچہ اللہ نے ارشاد فرمایا: يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (المائدة:۱۳) کہ وہ کتاب اللہ میں تحریف کرنے لگے، پانچ مصیبتیں اب تک ذکر کی گئی ہیں۔

⑥ چھٹی چیز قوم یہود پر یہ آئی کہ جب وہ رجال اللہ سے کٹ گئے تو نہ صرف یہ کہ انہوں نے رجال اللہ سے احتراز کیا بلکہ رجالُ اللہ سے بغض و عداوت کے نتیجہ میں قتل تک نوبت آپہنچی انہوں نے رجال اللہ کو قتل کیا: فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (البقرة:۸۷) سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا کہ بعض رِجالُ اللہ کی تو انہوں نے تکذیب کی اور بعض رجال اللہ کو انہوں نے قتل کردیا۔

⑦ علمی نخوت اور غرور جو کتاب اللہ سے جڑ کر اور رجال اللہ سے انقطاع کی وجہ سے ان میں پیدا ہوا تھا اس کی اصلاح نہ ہوئی تو اس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ اللہ نے ان کے دلوں سے نرمی رقت اور لینیت جو خاص ایمان کی خصوصیات تھیں، ان کو نکال لیا، وہ نرمی اور رقت القلب جس کی وجہ سے آدمی خاکساری ظاہر کرتا ہے،

اس کی بجائے ان میں قساوت قلبی پیدا ہوگئی قرآن نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ (البقرۃ:۷۴)

ترجمہ: پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے اور ایسے ہوئے جیسے پتھر بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی زیادہ،

چنانچہ جب دلوں کی یہ حالت ہوگئی اور دل اس حد تک پہنچ گئے کہ اب ان پر ہدایت کی کوئی بات اثر نہیں کرے گی تو ذلت اور گمراہیوں کی کھائیوں میں جا گرے، اللہ نے فرمایا: وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (البقرۃ:۶۱) اب ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب کے مورد بن گئے۔

قوم یہود پر یہ سارا وبال اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے کتاب اللہ کو تھاما اور رجال اللہ سے نہ صرف یہ کہ انقطاع کیا بلکہ ان کے مقابلے پر آ گئے، ان کو تکلیفیں پہنچائیں، ان کو ستایا، ان کو قتل کیا، ان کی تکفیر کی۔ تین طبقوں کے بارے میں الحمدللہ اب تک گفتگو ہوگئی چکی۔

## چوتھا طبقہ:

جنہوں نے رجال اللہ کو تھاما اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا، اس کا مصداق نصاریٰ اور عیسائی ہیں، نصاریٰ کو اللہ نے علمی امت کی بجائے عملی امت بنایا، ان کو کتاب بھی عطا فرمائی انجیل کی صورت میں اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں شخصیت مقدسہ بھی عطا فرمائی، دونوں چیزیں ان کے پاس تھیں، اور کتاب میں جو احکام عطا فرمائے تھے ان میں زیادہ تر اصلاح باطن، تزکیہ نفس، اخلاق کی باتیں تھیں، فقہی جزئیات سے ہٹ کر زیادہ تر اصلاح کی باتیں، تصوف کی باتیں، طریقت کی باتیں تھیں، تو ظاہری تربیت اور علاج کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت میں شخصیت مقدسہ عطاء فرمائی، لیکن ہوا یہ کہ آہستہ آہستہ یہ قوم شخصیت کے حوالے سے اعتدال سے ہٹ گئی اور اس میں یہ لوگ اتنا غلو اختیار کرنے لگے کہ شخصیت پرستی میں مبتلا ہو گئے، انہوں نے کتاب اللہ کو تو چھوڑ دیا اور شخصیت کو اتنا تھاما کہ اس شخصیت کے بارے میں تذلل کے آخری کنارے پر پہنچ گئے، جب آدمی شخصیت کو اتنا تھامے گا، اتنی محبت وعقیدت اس سے قائم ہوگی کہ جس میں

تذلل (عاجزی) کی آخری حدوں کو چھونے لگے تو اس غلو میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے کتاب اللہ کی ضرورت ہے اور یہ اس کو چھوڑ چکے تھے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کتاب اللہ سے کٹ کر شخصیت پرست ہو کر رہ گئے، ان کا یہ نظریہ ہو گیا کہ کتاب اللہ تو "کتابِ ساکت" ہے اور رجالُ اللہ "کتاب ناطق" ہے تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ بولنے والی کتاب کی بجائے گونگی بہری کتاب سے رہنمائی حاصل کریں، چنانچہ انہوں نے "شخصیت مقدسہ" کو اتنا تھاما کہ اب ان کی اقتداء کے لئے اس شخصیت کی ہر قسم کی عادات، حرکات وسکنات ہی مقتداء بن گئیں۔ کتاب، قانون اور شریعت کو چھوڑ دیا، شخصیت کے بعض افعال ذاتی بھی ہوتے ہیں، اس کے بعض افعال معذوری، مجبوری کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن شخصیت پرستی کرنے والا جب غلوّ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ ان ساری چیزوں کو ان کے مرتبے سے ہٹا کر اس کے ہر عمل وفعل کو مقتداء بنالیتا ہے، چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ آہستہ آہستہ یہ پورا دینِ نصرانیت رواجی دین بن گیا، اور اس کے اندر طرح طرح کی بدعات شامل ہو گئیں، اصل دین باقی نہ رہا۔ تو شخصیّت کی غلوّ کی حد تک اتباع میں جب انہوں نے کتاب اللہ کو چھوڑا تو بدعات اور خرافات پیدا ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک میں بیان فرمایا:

سورۃ حدید میں ہے: وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۝ (الحدید: ۲۷)

ترجمہ: وہ رہبانیت جو انہوں نے اختیار کی تھی وہ ہم نے ان پر نازل نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے اپنے زعم میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ایک راستہ بنالیا تھا، لیکن اس کی حدود کی انہوں نے رعایت نہ رکھی، (شخصیت پرستی میں جب انسان مبتلا ہوتا ہے تو حدود کی رعایت اس سے نہیں ہو سکتی) جو صحیح طور پر ایمان لانے والے تھے ان کو ہم نے اجر دیا اور اکثر لوگ فسق میں مبتلا ہو گئے۔

کتاب اللہ سے بیگانگی دوسرے لفظوں میں شریعت سے دوری اور "رجال اللہ" سے حد سے بڑھ کر عقیدت ہوئی تو بدعات سے بڑھ کر اب شرک میں مبتلا ہوئے، پہلے غلوّ، اس کے بعد بدعت بنی، قرآن نے رہبانیت کو بدعت کہا، چنانچہ فرمایا: "ابتدعوھا"، اب جب بدعت اور خرافات پیدا ہو گئیں، اس سے آگے چل کر شرک کی بنیاد پڑ گئی، چنانچہ انہوں نے جب "کتاب اللہ" کو چھوڑا اور "رجالُ اللہ" کو سب کچھ سمجھ لیا، تو انہوں نے یہ سمجھا کہ رجال اللہ جس کا حکم کردیں، وہ ہی امر آخر ہے اور جس سے منع کردیں وہی درحقیقت حرام ہے، یوں انہوں نے حلال وحرام کا اختیار رجال اللہ کو دے دیا اور ان کو حاکمِ مطلق سمجھنے لگے، ان کے اشاروں کو اللہ کے فرمان کی

طرح حیثیت دینے لگے، ان کی ہر بات کو حکمِ خداوندی سمجھنے لگے جس کے نتیجے میں وہ شرک فی الحکم میں مبتلا ہوگئے، اور "شرک فی الحکم" میں مبتلا ہونے کو قرآن نے یوں ذکر فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ (التوبة:۳۱)

ترجمہ: (شخصیت پرستی کا نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ) انہوں نے اپنے احبار کو (یعنی علماء کو) اور اپنے پیروں کو (رھبان سے مراد پیر ہیں) اللہ کو چھوڑ کر رب بنالیا اور مسیح بن مریم کو بھی یہ مرتبہ دے دیا حالانکہ ان کو تو حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں۔

تو بات دراصل یہ ہوئی کہ انہوں نے شخصیت مقدسہ ہی کو حلال وحرام کا معیار بنالیا، ان کو اختیار دیا کہ جس چیز کو چاہیں یہ حلال کریں۔ آج بھی بہت سے لوگ ہیں کہ جو بات پیر نے کہہ دی بس وہی ہے چاہے کوئی مفتی، کوئی عالم مسئلہ بتلائے، فتوی دے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے بس جو پیر صاحب فرمادے وہ حرف آخر ہے۔ الحمد للہ ہمارے علماو بزرگ اس سے بچے ہوئے ہیں، آپ بدعتیوں میں دیکھیے یہی ہورہا ہے جس کی تفصیل آگے ذکر کی جائے گی۔

غرض جب نصاریٰ "شرک فی الحکم" میں مبتلا ہوئے اور غلو بڑھتا گیا اور اللہ کے احکام اور کتاب اللہ کو نظر انداز کرنے لگے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شرک فی الذات کا بھی ارتکاب کرنے لگے اور شخصیتِ مقدسہ کو خدائی میں شریک کرنے لگے، چنانچہ قرآن نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ (المائدة:۷۳)

ترجمہ: وہ کافر یوں کہنے لگے کہ اللہ تعالی تین میں سے ایک ہیں (ان میں حضرت مسیح بھی ہیں)۔

اور پھر اس سے بڑھ کر عینِ خدا کہنے لگے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ (المائدة:۷۲)

ترجمہ: کہنے لگے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہیں۔

جب خالق اور مسیح ان کے نزدیک ایک بن گئے تو پھر انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام میں بھی الوہیت کی جتنی صفات اور خواص تھے سارے تسلیم کر لیے کہ زندہ بھی یہ کرتے ہیں، موت بھی دے سکتے ہیں، مغفرت بھی کر سکتے ہیں، اللہ تعالی کی ساری صفات ان میں مان لیں۔

## خلاصۂ بیان

خلاصہ بحث یہ نکلا کہ ابھی ہم نے اقوام عالَم پر نظر ڈالی تو ہمیں یہ نظر آیا کہ ایک قوم جو استکبار اور جحود میں آگے بڑھی تو وہ انبیاء اور شخصیات کے قتل تک جا پہنچی، اللہ تعالی کے غضب اور غصّہ کا مورد بنی، اور ایک قوم وہ تھی جو کتاب اللہ سے کٹ کر شخصیت سے اتنی جڑی کہ تذلّل، نیاز مندی اور عقیدت میں اتنا غلو کیا کہ شرک، کفر، بدعات اور انتہا درجہ گمراہی میں مبتلا ہوئے، پہلی قوم "یہود" اور دوسری قوم "نصاری" ہے۔

# تلاشِ حق

## (حق اور باطل فرقوں کی پہچان قرآن وسنت کی روشنی میں)

## (تیسرا حصہ)

### امتِ اسلامیہ میں مندرجہ بالا فرقوں کا ظہور:

اقوامِ عالم پر نظر ڈالنے کے بعد اب ہم اس امت اسلامیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ وہ تمام گمراہیاں، سب افراط وتفریط اس امت میں بھی ظاہر ہوا، اور وہ ساری چیزیں یقیناً اس میں ظاہر ہونی تھیں، یعنی تینوں گمراہ طبقے اس امت میں یقیناً ظاہر ہونے تھے اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشن گوئی فرمائی تھی۔ چنانچہ لسان نبوت نے یہ اطلاع دی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ الشِّبْرَ بِالشِّبْرِ وَالذِّرَاعَ بِالذِّرَاعِ وَالْبَاعَ بِالْبَاعِ حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ دَخَلَ جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوهُ. (مسند أحمد: ١٦/ ٤٨٣)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تم ضرور بضرور اتباع کروگے پہلوں کی جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے برابر، ایک ذراع دوسرے ذراع کے برابر اور ایک باع یعنی دو ہاتھ دو ہاتھوں کے برابر تم بھی ان کے برابر چلو گے یہاں تک کہ اگر ان میں کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا تم میں بھی ایسے لوگ آئیں گے جو گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے۔

اور دوسری روایت میں رسول ﷺ نے یہود ونصاری کے ساتھ اس تشبیہ کو اور بڑی بُری صورت اور بڑی کراہیت کے ساتھ بیان فرمایا: عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ليأتين على أمتي ما أتى على بني إسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان في أمتي من يصنع ذلك. (سنن الترمذی۔)

ترجمہ: فرمایا میری امت پر بھی ایسے احوال آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے تھے اور اس طرح برابر سرابر آئیں گے جس طرح جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے حتی کہ اگر ان میں سے کوئی شخص علانیہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے والا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا فعل کرنے والا شخص ظاہر ہوگا۔

## پہلا فرقہ:

### کتاب اللہ سے بھی بیزار اور رجال اللہ سے بھی بیزار:

گزشتہ اقوامِ عالم کی طرح تینوں مزاج کے حامل لوگ اس امت اسلامیہ میں بھی پائے جاتے ہیں، چنانچہ سب سے پہلا طبقہ اور پہلا طرز فکر کہ "رجال اللہ اور کتاب اللہ میں سے کسی کی ہمیں ضرورت نہیں"، اس طرزِ فکر کے لوگ بھی اس امت میں موجود ہیں، جنہوں نے کتاب اللہ کو بھی ٹھکرایا اور رجال اللہ کو بھی ٹھکرایا، نہ وہ کتاب اللہ پر مطمئن نہ رجال اللہ پر مطمئن، نہ کتاب اللہ کے قائل، نہ قانون کے قائل، نہ شخصیت مقدسہ کے عقیدت منداور نیاز مند، دونوں کے بارے میں وہ غیر مطمئن اور شکوک وشبہات کا اظہار کرنے والے ہیں، یوں تو وہ خود جو بھی کہتے ہیں دبے لفظوں اور حکیمانہ انداز میں کہتے ہیں، اور اپنا نام انہوں نے مسلمان رکھا ہوا ہے، لیکن مزاج وہی پیش کرتے ہیں جو سابقہ امتوں کا تھا، چنانچہ وہ اپنے لفظوں میں کتاب اللہ اور قانون کو اس طرح ٹھکراتے ہیں کہ "اب پرانے اسلام کی ضرورت نہیں رہی۔ اب تعبیرات بدلنے کی ضرورت ہے، ترمیم کی ضرورت ہے، اس زمانہ میں پتھر کا قانون کارآمد نہیں، اب روشنیوں کا جدید دور ہے اب اور تعبیرات کی اور نئے مسائل کی ضرورت ہے، ہمیں زمانہ کے دوش بدوش چلنا ہے، ترقی کرنا ہے"، کبھی کہتے ہیں کہ فقہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، یہ تو پرانی فقہ ہے آج کل نئی فقہ کی ضرورت ہے، جدید دور سے ہم آہنگ نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

یہ کس چیز کا انکار ہو رہا ہے؟ قانون کا اور کتاب اللہ کا، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ آج کے اس روشن خیال دور میں

پتھر کے دور کی باتیں نہ کرو، چنانچہ ان کی دعوت کا زور اس بات پر ہے کہ قدیم اسلام کو اب ماڈرن اسلام بنایا جائے، اس کو جدید لباس میں پیش کیا جائے یوں انہوں نے کتاب کو ٹھکرایا۔ کبھی کھل کر شراب، جوا، سود، حجاب اور جہاد وغیرہ مسلّمہ اور واضح قوانین کا کھل کر انکار کرتے ہیں، کبھی کہتے ہیں پرانے زمانے میں اس کا مدار عادت وعرف پر تھا اب حالات بدل چکے ہیں لہذا ان احکامات میں ترمیم کی ضرورت ہے، صحیح تشریح کی ضرورت ہے۔

اور بعض مسلمان تو ایسے ہیں جو اپنے آپ کو کھل کر "لبرل" کہتے ہیں، بڑی بڑی جماعتیں سیاسی اور اقتصادی مفادات کے لیے اپنے آپ کو قانونِ اسلام سے علی الاعلان کاٹتی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم تو بائیں بازو کی جماعت ہیں ہمارا دائیں بازو سے یعنی اسلام اور مسلمانیت سے کوئی رشتہ نہیں صاف کتاب اللہ، قانون کا انکار کرتے ہیں، اور قانون وشریعت مقدسہ سے انکار کے اسباب یا تو سیاسی، اقتصادی اور معاشی مفادات، ہیں۔ "**حب الدنیا وکراھیۃ الموت**" یا کفار سے ان کی مجالست سے جو مرعوبیت کا ذہن بنا اس نے کتاب اللہ سے ان کا اعتماد ختم کردیا، چنانچہ اتنا بڑا طبقہ اپنے آپ صرف نام کا مسلمان کہتا ہے، ان کے دل ودماغ میں یہ چیز پیوست ہوگئی ہے کہ یہ کتاب اللہ اس دنیا میں نافذ نہیں ہوسکتی ہے، نہ اسلام کا معاشی نظام، نہ عائلی نظام، کوئی چیز بھی نافذ نہیں ہوسکتی، وہ "کتاب اللہ" کو محض ایک کتابِ تلاوت سمجھتے ہیں، یا مکانوں یا دکانوں کے افتتاح کے وقت باعثِ برکت سمجھتے ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں، گویا انہوں نے دبے لفظوں میں اس کتاب اللہ اور قانون الٰہی کو ٹھکرادیا اور ان کی یہ کیفیت پیدا ہوگئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ:

**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « بَادِرُوا بِالأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا ».**

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال کرنے میں جلدی کرو ان فتنوں سے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے، آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا اور شام کافر ہونے کی حالت میں کرے گا یا شام کے وقت مومن ہوگا اور صبح کافر ہونے کی حالت میں کرے گا، اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے سامان کے بدلے بیچ دے گا۔

اگر ان لوگوں کے سامنے کتاب کا ذکر آئے تو یہ رویہ آتا ہے۔

اور اگر ان کے سامنے رجال اللہ کا ذکر آئے انبیاء کرام، صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین تو یوں کہتے ہیں "نحن رجال وھم رجال" ہم بھی آدمی وہ بھی آدمی، گویا وہ یوں کہتے ہیں کہ علماء، فقہاء اور اہل اللہ کو کسی قسم کی فوقیت ہم پر نہیں اور کسی قسم کی فوقیت تسلیم کرنے کو تیار نہیں، بلکہ یہاں تک پہنچے کہ وہ ان رجال اللہ کو اپنی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اور حائل سمجھتے ہیں اور وہ نہ صرف یہ کہ ان سے کٹے ہوئے بلکہ ایسا کینہ وبغض رکھتے ہیں کہ ان کو رکاوٹ سمجھنے لگے، چنانچہ آجکل علماء کو، مدارس کو، فقہاء کو، اہل اللہ کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے اور رجال اللہ کو پسماندگی کا ذمّہ دار ٹھہراتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون، اس وقت جتنی ذلت، پسماندگی اور دوسری قوموں سے پستی ہے اس کا ذمہ دار رجال اللہ کو ٹھہراتے ہیں، اور ان کی حالت وہی ہے جو قوم شعیب کی تھی، قوم شعیب کے لوگوں نے کہا تھا:

﴿ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ؀ (الأعراف:۸۸)

ترجمہ: ہم ضرور بالضرور آپ کو اے شعیب! اور آپ کے ساتھیوں کو شہر سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے دین میں لوٹ جاؤ۔

اگر باریک بینی سے دیکھو تو یہ لوگ بھی اسی طرح "رجال اللہ" کو ختم کرنا چاہتے ہیں، دینی مدارس کو مساجد کو دینی مراکز کو جہاں اللہ کے خاص بندے پیدا ہوتے ہیں ان کو ختم کرنا چاہتے ہیں، یا اپنے شہروں سے نکالنا چاہتے ہیں، تو کتاب وسنت کے اس مجموعے کے بارے میں بظاہر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں کیونکہ کھل کر تو کافر نہیں ہیں، مسلمانوں کا نام ہے، مسلمانوں کے رجسٹر میں نام لکھا ہوا ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر "لایبقی من الاسلام الا اسمه" کا مصداق ہیں، وہ اس کتاب وسنت کے قانون کو اس روشن خیال دور کے لیے کافی نہیں سمجھتے، نہ کتاب اللہ کو قابل عمل سمجھتے ہیں اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ کو قابل عمل سمجھتے ہیں۔ یوں کہتے ہیں کہ لوگ چاند پر چلے گئے اور مولوی اب بھی وہی پرانی دقیانوسی باتیں کررہا ہے اور یوں طعنے دیتے ہیں کہ ان کو اب وقت کو تقاضوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے، گویا دبے لفظوں میں کتاب اللہ میں اور قانون الہی میں تحریف کی دعوت دے رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نہ تو وہ کتاب اللہ پر مطمئن نہ رجال اللہ پر مطمئن، نہ قانون پر مطمئن، نہ شخصیت مقدسہ پر مطمئن، اسی لیے کتاب وسنت کو تھامنے والوں کو جو ایک ہاتھ میں کتاب اللہ

کو تھامے ہوئے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں رجال اللہ کو لیے ہوئے ان کو دقیانوس، بنیاد پرست، قدامت پسند، شدت پسند اور اس قسم کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں یہ تو وہ طبقہ تھے جو دونوں کا انکار کرتا ہے۔

## دوسرا طبقہ: رجال اللہ سے بیزار

ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہوا اس امّت مسلمہ میں جو بالکل یہودی نظریات اور طرزِ فکر کا حامل ہے آپ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ تم یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلو گے۔ لازم تھا کہ ایک طبقہ ایسا بھی ہو جس کی سوچ، جس کا طرزِ فکر اس طرح کا ہو جیسا کہ یہود کا تھا، چنانچہ وہ طبقہ بظاہر ایسا پیدا ہوا جنہوں نے بزعم خود اپنے خیال میں کتاب اللہ کو تھاما اور علمیّت کا انداز اختیار کیا اپنے زعم میں دلیل سے گفتگو کی، رجال اللہ کو تکالیف اور آزار پہنچانے لگے، ان میں سے سب سے پہلے جو لوگ ظاہر ہوئے وہ "خوارج" تھے، یہ یہود کے نقش قدم پر تھے، انہوں نے بڑا دلکش نعرہ لگایا: "ان الحکم الا للہ" اور یہ نعرہ لگا کر انہوں نے تمام رجال اللہ سے ترک اور گریز کیا، بلکہ اپنی عقل سقیم (یعنی بیمار عقل) اور فہم باطل سے جو کتاب اللہ کو سمجھا اسی کو حق سمجھنے لگے، اور اس زمانہ میں جو رجال اللہ موجود تھے ان سے کتاب وسنت سیکھنے کی بجائے ان کی تکفیر کرنے لگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دے دیا جنہیں رسول اللہ ﷺ نے "علم کا دروازہ" فرمایا، اور ان کو "اقضٰھم علی" فرمایا، یہ ان کی تکفیر اور تحقیر کرتے رہے، اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اذیتیں بھی دیں اور ان کو تکالیف بھی پہنچائیں، ان کے مقابلے میں بھی آئے، ان کی تکفیر بھی کی، تو یہ علمی فتنہ خوارج کی شکل میں پھیلا، یہ یہودی نظریات کا حامل پہلا فرقہ تھا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا، کہ جب عقل پرستی عام ہوگئی اور "کتاب اللہ" کے الفاظ کو دیکھ کر وہ اسی کو حق سمجھنے لگے، ان معانی اور حقیقت کے بغیر جو انہیں معلم اور استاد سمجھاتا، کیونکہ وہ شخصیّت مقدّسہ سے تو دور ہو گئے، انہوں نے لفظوں سے جو سمجھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے پہلے ان کے عقائد و نظریات غلط ہو گئے اور اس بیج سے جو آگے پودے اور جڑی بوٹیاں پیدا ہوئی وہ خاردار تھیں اور اس میں بہت سارے فتنے پیدا ہوئے اور ان فتنہ پردازوں نے وحی کو اپنی عقل کے تابع کر دیا، انہوں نے عقائد کے لیے بھی نقل صحیح سے مدد لینے کی ضرورت نہیں سمجھی، بلکہ عقل سقیم کو ہی معیار بنایا، اور مشتبہات میں عقلی گھوڑے دوڑانے لگے کیونکہ انہوں نے سب کچھ اپنی عقل کو سمجھ لیا تھا نہ وہ خود عقل سلیم رکھتے تھے اور نہ انہوں نے کسی صاحب عقل سلیم سے پوچھنے کی زحمت گوارا کی اور نہ ہی

"فاسئلوا اهلَ الذكر" کا مصداق بنے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ آگے اتنے فرقے ابھرے جو انہی کے مزاج کے اندر رنگے ہوئے تھے، ان میں ایک فرقہ قدریہ رونما ہوا انہوں نے اللہ کی تخلیق کو اللہ کی قدرت کو مخلوق میں بانٹ دیا۔ کہنے لگے کہ یہ مخلوق یہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں۔ ایک فرقہ جبریہ ظاہر ہوا جنہوں نے بندوں کو اینٹ اور پتھر کی طرح مجبور سمجھا، جیسے اینٹ اور پتھر مجبور ہیں کچھ نہیں کر سکتے ہیں بندے بھی کچھ نہیں کر سکتے گویا اللہ نے جو ان کو اختیار دیا جس پر نقلی دلیل کے ساتھ ساتھ، عقلی دلیل بلکہ حسّی مشاہدات بھی اس پر دلالت کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نقل، عقل، اور حس کا سب کا انکار کر دیا اور کہا کہ انسان صرف مجبور محض ہے۔

اور اسی بیچ سے ایک فرقہ ظاہر ہوا جس کا نام مجسّمہ ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا جب خدا تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا تو مخلوق والی ساری صفات بھی اس میں مان لیں، اور اللہ کے جسم کے قائل ہو گئے۔ معاذ اللہ!

ایک اور فرقہ معطلّہ کے نام سے ظاہر ہوا جس نے صفاتِ خدا کا سرے سے ہی انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو صفاتِ کمال سے خالی سمجھا، کہ اللہ تعالیٰ کسی صفات سے متصف نہیں ہے (نعوذ باللہ) اور بزعم خود اسی کو توحید سمجھنے لگے کہ یہ ہی توحید ہے یعنی ذات کو صفات سے الگ کرنے کو توحید سمجھنے لگے، یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انہوں نے "کتاب اللہ" کو ہاتھ میں تھاما اور "کتاب اللہ" کو سمجھنے کے لیے "عقل" کو معیار بنایا اور "رجال اللہ" اور معلم و استاذ کی صحبت کو ترک کیا۔

ایک فرقہ لاادریہ کے نام سے ظاہر ہوا وہ کہنے لگے کہ پوری کائنات کا کوئی حسی وجود نہیں یہ محض ایک خیال اور وہم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک جب حق پہنچاننے کا معیار عقل ہے تو جتنی عقلیں تھیں اتنے فرقے وجود میں آتے گئے، اتنی جماعتیں بنتی گئی اور ساری عقلیں چونکہ بیمار تھیں لہٰذا اس کے نتیجے میں غلط عقائد و نظریات کی بھر مار ہو گئی، اگر یہ "کتاب اللہ" کو "رجال اللہ" سے سمجھتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ کتاب اللہ کے معانی اور اس کی حقیقت تک پہنچ جاتے لیکن انہوں نے اپنی بیمار عقل کے ذریعے کتاب اللہ کو سمجھنے کی کوشش کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہود کے نظریات کے حامل فرقوں نے قرآن پاک میں تحریف کا آغاز کر دیا، جس طرح یہود يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (المائدۃ:۱۳) کرتے تھے، اسی طرح یہ طبقہ قرآن پاک کے لفظوں میں تو اگرچہ تبدیلی نہیں کر سکا کیونکہ اللہ نے اس کو محفوظ بنایا لیکن تحریف معنوی کا ارتکاب کرنے لگے اللہ نے فرمایا۔ چنانچہ

ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا (فصلت:۴۰) ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ہماری آیات میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے۔

اور بعض وہ لوگ ظاہر ہوئے جنہوں نے اس طرح تحریف کی کہ اللہ کے اسماء اور صفات کے مرادی معنی چھوڑ دیے اپنی عقل سے گڑھے ہوئے معانی انہوں نے مراد لے لیے، اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا: وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ (الأعراف:۱۸۰) ترجمہ: اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

## انکارحدیث کاسبب:

جب ان کے نزدیک عقل حق وباطل کو سمجھنے کے لیے سب سے زیادہ مدار ٹھہری تو اب اگر کہیں حدیث صحیح ان کے نظریہ میں رکاوٹ بنتی نظر آئی تو انہوں نے حدیث کا انکار کردیا، یوں انکارِ حدیث کا بیج پڑ گیا، اور فتنہ انکار حدیث وجود میں آیا۔ خلاصہ اس فتنہ کا یہ تھا کہ گویا ان کے نزدیک قول پیغمبر کی وہ حیثیت نہیں جو ان کے اپنے سمجھے ہوئے نظریہ کی ہے، اور اس فتنہ نے یہ بھی کیا کہ اگر کہیں فقہ ان کے نظریات میں آڑے آئی تو اس کا بھی انکار کردیا۔

ان تمام فتنوں کے بیج پڑنے کی وجہ وہی یہودیانہ مزاج ہے، کہ وہ علمی غرور اور عقلی تکبر میں مبتلا تھے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے مقدس شخصیات اور رجال اللہ سے اعراض کیا بلکہ ان کے مقابلہ پر آ گئے، اور اسی چیز کو وہ علم سمجھنے لگے، قرآن نے ان کے اس خیالی علم کی قلعی یوں کھولی جس کو وہ علم سمجھتے تھے:

﴿ فَأَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝٢٩ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝٣٠

(النجم: ۲۹-۳۰)

ترجمہ: پس آپ اس سے اعراض کیجئے جو ہمارے ذکر سے منہ پھیرے اور ان کا مقصد صرف دنیاوی زندگی ہے، ان کے علم کا منتہی یہی ہے (جو انہوں نے سمجھا) اور اللہ بہتر جانتے ہیں کہ ہدایت یافتہ کون ہے اور ہدایت سے دور کون ہے۔

الحمدللہ! دو قسم کے طبقوں کے بارے میں گفتگو ہو چکی جو کتاب اللہ اور رجال اللہ دونوں کا رد کرنے والے تھے اور شخصیت مقدسہ کا رد کرنے والے اور اپنے خیال باطل میں کتاب اللہ کو تھامنے والے۔

## تیسرا طبقہ: کتاب اللہ سے بیزار

تیسری قسم کا طبقہ بھی اس امت میں ظاہر ہوا جو نصرانی مزاج کا حامل طبقہ ہے، جنہوں نے کتاب اللہ سے اعراض کیا اور رجال اللہ سے اتنی گہری عقیدت وابستہ کی کہ حدود سے تجاوز کر گئے چنانچہ کتاب اللہ یعنی قرآن کریم کو کتاب ساکت سمجھنے لگے اور رجال اللہ کو کتاب ناطق کہنے لگے، اور رجال اللہ کے ہر قول وفعل کو کتاب اللہ پر ترجیح دینے لگے، (جب کتاب اللہ کہا جائے گا مراد قانون ہے جس میں قرآن پاک بھی داخل، حدیث بھی داخل اور فقہ بھی داخل ہے)، انہوں نے گویا شخصیت ہی کو مراد اور محور بنالیا، شخصیت کا ہر قول وفعل ان کے ہاں حرفِ آخر اور شریعت قرار پایا۔

اس گمراہی کی جو ابتداء ہوئی اس کا سب سے پہلا مصداق روافض ہیں۔ روافض کا مذہب ہی شخصیت پرستی اور خاندان نوازی ہے، ان کے نزدیک "کتاب اللہ" کی کوئی حیثیت نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے زعمِ باطل میں چند صحابہ کرام کو حق پر سمجھا، باقی صحابہ کرام پر لعن وطعن، تبرا کو جائز سمجھا اور اس کو عبادت بنالیا، اور جن چند صحابہ کو انہوں نے حق پر سمجھا، ان کو کبھی انہوں نے پنجتن پاک کا درجہ دیا، اور کبھی ان کو معصومیت والے مقام پر پہنچایا، اور ان میں نصاریٰ کی طرح "شرک فی الحکم" والا درجہ یوں ظاہر ہوا کہ انہوں نے شریعت میں امامت کا منصب نکال لیا، اور اپنے اماموں کو حلال وحرام میں اور حق وباطل میں وہی درجہ دیا جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بھی نہیں دیا تھا، کیونکہ انبیاء علیہم السلام بھی حلال وحرام کو بیان کرنے والے ہیں، بنانے والے نہیں ہیں، انہوں نے بنانے کا اختیار بھی اپنے ائمہ کو دے دیا، چنانچہ اس منصب امامت پر اعتقاد کی وجہ سے یہ نصاریٰ کی طرح "شرک فی الحکم" کے مرتکب ہوئے اور اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ (التوبۃ:۳۱) کا مصداق بن گئے۔

بلکہ اس سے بڑھ کر اسی مزاج پر چلتے ہوئے (شبراً بشبرٍ) جس طرح اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کا عقیدہ اختیار کیا اِنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حلول کا عقیدہ اختیار کرلیا اور حضرت علی کو خدا کا درجہ دے دیا، الوہیتِ علی کا نعرہ لگایا، جب الوہیت علی کے قائل ہوئے خالق اور مخلوق میں فرق مٹادیا، تو خالق کی صفات بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ماننے لگے، انہی سے مدد مانگنے لگے، انہی کو اپنا مشکل کشا کہنے لگے، چنانچہ یہ لوگ اسی نقش قدم پر نصاریٰ کے مزاج پر چلتے ہوئے شرک کا ارتکاب کرنے لگے۔

۞ ۞ ۞

اور بعض لوگ اس امت میں انہی کے نقش قدم پر ظاہر ہوئے جنہوں نے محبت اولیاء کا نعرہ لگایا اور محبت اولیاء کے نام سے انہوں نے شرک اور بدعات کو اختیار کیا، رجال اللہ سے محبت اور عقیدت کو انہوں نے عبادت تک پہنچا دیا، زندگی میں جو اولیاء اللہ تھے ان کو سجدہ تعظیمی کرنے لگے اور وفات پا جانے والے اولیاء اللہ کی قبور پر سجدہ اور طواف شروع کر دیے، مزارات پر اعتکاف شروع کر دیے، انہی اولیاء اللہ سے استغاثہ کرنے لگے، یا غوث اعظم دستگیر کے نعرے لگائے، معین الدین چشتی لگا دے پار کشتی، اور اولیاء اللہ کے نام کے وظیفے کرنے لگے، یا عبدَ القادر شیئاً للہ، گیارہ مرتبہ، سو مرتبہ کی تسبیحات ایجاد کیں، اور اولیاء اللہ کے نام پر منتیں ماننے لگے، انہی کے نام کی نذر و نیاز دینے لگے، ان کے نام پر قربانیاں اور ان کے نام پر جانور چھوڑنے لگے، الغرض حدودِ شریعت کو پامال کرتے ہوئے محبت اور عقیدت میں اتنے آگے بڑھے کہ یہ ان تمام شرکیات میں مبتلا ہو گئے، اور اپنی بندگی اور عقیدت ظاہر کرنے کے لیے اپنی اولادوں کے نام بھی ان کی طرح رکھنے لگے، عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ نام رکھے جانے لگے، جس طرح زمانہ جاہلیت کے لوگ عبداللات، عبدالعزیٰ، عبدالمنات رکھتے تھے، انہوں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ عقیدت کا اظہار بھی اسی طرح کیا۔

ان کی یہ کیفیت یہاں تک پہنچی کہ جب ان کے سامنے "کتاب اللہ" بیان کی جاتی ہے، شریعت کے احکام بیان کیے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ مولویوں کا دین ہے، مولویوں کا دین اور ہے پیروں کا دین اور ہے، شریعت اور ہے تصوف و طریقت اور چیز ہے ان کی وہ حالت ہو گئی جو کفار کی تھی کہ جب ان کے سامنے ربِ حقیقی اور توحید کا ذکر کیا جاتا ہے، تو ان کے چہروں پر سیاہی چھا جاتی ہے، چہرے سکڑ جاتے ہیں، اور جب ان کے سامنے شرک کا ذکر آئے، ان محلاتِ شرک، آستانوں، مزاروں کا ذکر آئے تو ان کے چہرے فرطِ مسرّت سے کھل جاتے ہیں، چنانچہ قرآن نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا:

﴿ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾ (الزمر: ۴۵)

ترجمہ: اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل گھٹ جاتے ہیں اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ یہ طبقہ بھی موجود ہے جنہوں نے کتاب اللہ سے انقطاع اختیار کیا اور رجال اللہ سے اپنے آپ کو اس

حد تک پہنچایا۔

## خلاصہ کلام:

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک فرقہ شبہات کا شکار ہوا جو علمی انداز میں رونما ہوا، دوسرا شہوات کا شکار ہوا جو عملی انداز میں رونما ہوا، ایک فرقہ کتاب اللہ سے جڑا اور رجال اللہ سے کٹ گیا اور دوسرا فرقہ رجال اللہ سے جڑا اور کتاب اللہ سے کٹ گیا، اور شریعت اور طریقت میں فرق کرنے لگا، تو ایک فرقہ یہودیوں کے نقش قدم پر چلا اور علمیت کے انداز میں پھیلا، اپنے زعم میں دلائل کے انداز میں پھیلا، اور دوسرا عقیدت کے رنگ میں بہکا، اور نصرانیوں کے مزاج پہ چلا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا حکیمانہ ارشاد: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بڑی خوبصورت بات ارشاد فرمائی اور یاد رکھنے کے قابل ہے اس بات کو علامہ ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں نقل فرمایا:

**من فسد من علمائنا ففيه شبه من اليهود ومن فسد من عبادنا ففيه شبه من النصاري** (اقتضاء الصراط: ۱/۵)

ترجمہ: ہمارے مولویوں میں اگر کوئی بگڑا تو اس میں مشابہت یہود کی پائی جاتی ہے اور اگر صوفیوں میں کوئی بگڑا تو اس میں مشابہت نصاری کی پائی جاتی ہے۔

ہدایت کے جو دو عنصر قرآن کریم نے بیان فرمائے، کتاب اللہ اور رجال اللہ ان دونوں عنصروں سے یا کسی ایک سے کٹ جانا یہ گمراہی کا سبب ہے۔

امام ابن تیمیہ نے سلف کا یہ مقولہ بھی نقل فرمایا جس کو میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ ایک اس عالم سے ڈرو جس کو اس کی خواہش نفس نے فتنے میں مبتلا کر دیا دوسرے اس عبادت گزار صوفی سے ڈرو جس کو اس کی دنیا نے اندھا کر دیا ہے۔

دونوں عناصر کو جمع رکھنے کا حدیث میں حکم فرمایا گیا ہے: **عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب الناس في حجة الوداع فقال يا أيها الناس أني قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبدا كتاب الله وسنة نبيه** (سنن البيهقي الكبرى: ۱۰/۱۱۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں

لوگوں سے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جن کو اگر تم نے مضبوطی سے تھام لیا تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

جس نے دو باتوں کو تھاما وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا، ایک کتاب اللہ کو دوسری سنت رسول اللہ ﷺ کو، اور سنت میں اشارہ کیا گیا ہے نمونہ عمل کی طرف یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف اس سے مراد "شخصیت مقدسہ" ہے۔

اب ہم اقوام عالم اور اس امت کی تاریخ پر انصاف سے نظر ڈالیں اور ہر قسم کے تعصّبات سے ہٹ کر حق کی تلاش میں اگر ہم دیکھیں تو ہمیں یہ صاف نظر آئے گا کہ اس امت کا ہدایت یافتہ طبقہ جو دونوں یعنی کتاب اللہ اور رجال اللہ کو تھامے ہوئے ہے وہ "اہل السنۃ والجماعۃ" ہے، اور "اہل السنۃ والجماعۃ" کا مزاج کہ انہوں نے تمام رجال اللہ کو تھاما یعنی انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین، بزرگان دین، اولیاء اللہ کو مانا اوران کی اقتداء اور پیروی کو نجات کا راستہ سمجھا، لیکن ان میں سے کسی کی عبادت نہیں کی اور انہوں نے یہ سمجھا کہ شخصیات مقدسہ کی محبت درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے:

فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ، فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ (مشكاة المصابيح: ۳/ ۲۰۹) اور دوسری طرف انہوں نے کتاب اللہ کو اپنے راستہ کے قانون اور نظریہ کے طور پر اپنایا جس کو مولانا رومؒ نے یوں فرمایا۔

برکف جامِ شریعت برکفے سندانِ عشق

برہوسنا کہ نداند جام وسنداں باختن

برکف جام شریعت سے کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے، اور برکفِ سندانِ عشق یہ عشق ومحبت کا راستہ یعنی رجال اللہ کا راستہ ہے۔

ترجمہ: ہر ناقص آدمی اور نفس کی خواہشات کا بندہ نہیں جانتا کہ اس ہتھوڑے کو شریعت کے نازک پیالے کے ساتھ کس طرح ٹکرانا ہے بلکہ جامع اور محقق آدمی جانتا ہے کہ شریعت اور طریقت کی حدود کا کس طرح خیال کرنا ہے۔

## حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا خوبصورت ارشاد:

اس لیے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ایک ارشاد بڑا خوبصورت اور ہدایت کے لیے مشعل راہ ہے، فرماتے ہیں کہ ہم رجال اللہ اور کتاب اللہ دونوں کو تھامتے ہیں، رجال اللہ کو ہم کتاب اللہ سے پہچانیں گے اور کتاب اللہ ہم رجال اللہ سے سیکھیں گے، یعنی ہم رجال اللہ کو کتاب اللہ کے اوصاف سے پہچانیں گے اور کتاب اللہ، رجال اللہ سے سیکھیں گے تو جس کی یہ کیفیت ہو وہ شروع والی بحث میں آنے والی آیت وَاَنَّ هٰذَا

صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ (الأنعام:۱۵۳) کے تقاضے پر عمل پیرا ہو سکے گا۔

خلاصہ یہ کہ آخری دور میں اس امت میں ہدایت کا راستہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے، اب ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے کون؟ اس کا مصداق کون ہے؟ اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث سامنے رکھنی چاہیے:

**عن أنس ابن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : (إن بني إسرائيل افترقت على إحدى وسبعين فرقة . وإن أمتي ستفترق على ثنتين وسبعين فرقة . كلها في النار إلا واحدة . وهي الجماعة ) في الزوائد إسناده صحيح . رجاله ثقات**

(سنن ابن ماجه: ۲/ ۱۳۲۲)

# تلاشِ حق

## (حق و باطل فرقوں کی پہچان قرآن وسنت کی روشنی میں)

## (چوتھا حصہ)

آج کے اس سبق میں اس حدیث پاک کے بارے میں گفتگو کی جائے گی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاماتِ قیامت کے باب میں ارشاد فرمایا، اس حدیث کو حدیثِ افتراق بھی کہا جاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ان بني اسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملّة وتفترق امتي على ثلاث وسبعين ملّة كلهم في النار الا ملّة واحدة قالوا من هي يا رسول الله !قال ما انا عليه واصحابي**

ترجمہ: بیشک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ایک کے سوا سب آگ میں جائیں گے، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ راستہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (یعنی اس پر چلنے والے لوگ جنتی ہیں)

### حدیث پر محقّقانہ کلام:

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل فرمایا ہے اور ”شارح سفر السعادۃ“

نے مزید گیارہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نام ذکر کیا، گویا یہ روایت پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اگرچہ بعض سندوں پر کلام ہے، لیکن مجموعی اعتبار سے یہ حدیث حجت ہے اور قابلِ استدلال ہے، امام سخاویؒ نے "المقاصد الحسنۃ" میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے، شیخ محمد طاہرؒ نے بھی "تذکرۃ الموضوعات" میں اس کو ذکر کیا ہے اور کوئی کلام نہیں کیا، امام شاطبیؒ نے اپنی کتاب "الاعتصام" میں کئی جگہ اس کی صحت کا حکم لگایا، یہ تفصیل اس لیے ذکر کی گئی کہ اس کی صحت پر بعض حضرات خصوصاً علامہ ابن حزمؒ نے کلام کیا ہے۔

نیز واضح رہے کہ اس حدیث میں جو مضمون بیان فرمایا گیا، اس قسم کا مضمون دوسری احادیث میں بھی ہے اور قرآن پاک میں بھی اس حوالے سے اشارات ملتے ہیں اور اس کی صحت کے بارے میں لفظی ومعنوی قرائن موجود ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ (اس کے لیے ترجمان السنۃ مؤلفہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی پہلی جلد کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے)

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بنی اسرائیل کے اندر بہتر (۷۲) فرقوں کی، اور اپنی امت میں تہتر (۷۳) فرقوں کے پیدا ہونے کی خبر دی۔

## ایک لایعنی محنت:

اب یہ بحث کرنا کہ فرقے سارے کے سارے ختم ہوجائیں، یہ لاحاصل ہے، یہ پانی میں مدھانی چلانے کے مترادف ہے کہ اس سے کبھی مکھن نکلنے کی امید نہیں ہے، فرقے کبھی ختم نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ ان کی پیشن گوئی خود رسول اللہ ﷺ نے کی ہے، اس لیے میڈیا پر آنے والی، اخباروں میں آنی والی بحثیں کہ فرقے بالکلیہ ختم ہوجائیں، یہ کوششیں کبھی بار آور نہیں ہوسکتیں۔

البتہ کرنے کا کام یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ان میں سے حق فرقے کی علامات اور نشانیاں واضح کی جائیں، تاکہ باطل فرقوں کا ووٹ بینک کم سے کم ہوجائے، ان کی تعداد کم سے کم کی جائے تاکہ لوگ ان باطل فرقوں کو، ان کے نظریات کو چھوڑ کر حق کی طرف آجائیں، اختلافات کو سرے سے ختم نہیں کیا جاسکتا، البتہ اختلاف کو کم کیا جاسکتا ہے۔

## اتفاق کے حصول کا صحیح راستہ:

اختلاف کم کرنے کی جو کوششیں اس وقت دنیا میں رائج ہیں وہ اکثر غیر معقول کوششیں ہیں، آج کل

اختلاف کو ختم کرنے کے لیے حق والے کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ حق کو چھوڑ کو باطل کو اختیار کرے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اختلاف کو ختم کرنے کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ باطل کو مجبور کیا جائے کہ وہ باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرے، آپ نے ایک مقام پر فرمایا: اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ظلم کیا، اس کے مال، جان یا عزت پر ہاتھ ڈالا اور اس مظلوم نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، اب مدّعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان اختلاف ہے، ایک ظالم ہے اور ایک مظلوم ہے، اب ان کے اختلاف کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ مظلوم کو مجبور کیا جائے کہ تم ظالم کا ساتھ دو، یہ طریقہ اور طرزِ فکر دنیا کے ہر قانون میں اور ہر عقل مند کے نزدیک غیر معقول حرکت ہے، یہاں ان کے اختلاف کو مٹانے کا صحیح راستہ یہ ہے کہ ظالم کو مجبور کیا جائے کہ وہ مظلوم کا حق ادا کرے، یہی راستہ معقول ہے، جس کو دنیا کی عقلیں تسلیم کرتی ہیں، اس طرح نظریاتی اور فکری اختلافات میں، عقیدہ کے اختلافات میں، باطل کو دلائل اور تبلیغ کے ذریعے مجبور کیا جائے کہ وہ حق عقیدہ پر اور صحیح نظریات پر مطمئن ہو جائے اور وہ حق کی طرف رجوع کرلے۔

## اہل السنۃ والجماعۃ کی تحقیق:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں ایک فرقے کو ناجی فرمایا اور باقی بہتر (۷۲) فرقوں کو ناری فرمایا، نجات پانے والا ایک فرقہ ہوگا اور باقی فرقے دوزخ میں جائیں گے، اور نجات پانے والے فرقے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَا اَنَا عَلَيۡهِ وَاَصۡحَابِی" یہاں اس حدیث میں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ "مَا اَنَا عَلَيۡهِ وَاَصۡحَابِی" سے کیا مراد ہے۔

مَا اَنَا عَلَيۡهِ سے مراد وہ "دستور اور قانون" ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود عمل پیرا تھے اور "اصحابی" سے مراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اور ان کا طریقہ عمل ہے۔ حضرات اسلاف نے اسی حدیث کے پہلے جز سے "اہل السنۃ" کا لفظ ماخوذ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو سنت کہا جاتا ہے، "واصحابی" سے مراد الجماعۃ ہے، گویا اس حدیث سے "اہل السنۃ والجماعۃ" کا لقب ماخوذ ہوا۔

## "اہل السنۃ والجماعۃ" کا لقب کب مشہور ہوا؟

یہ لقب "اہل السنۃ والجماعۃ" آج کے زمانہ کا نوزائیدہ یا نومولود لقب نہیں ہے بلکہ خیر القرون سے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے، اور حدیث کے قرائن اور شواہد بتلاتے ہیں کہ صحابہؓ کے زمانہ

میں یہ لقب معروف تھا۔

امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "البدور السافرة" میں يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ (آل عمران:۱۰۶) کے حوالے سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تفسیر نقل فرمائی: قَالَ تَبيَضُّ وُجُوهُ أَهلِ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ وَتَسوَدُّ وُجُوهُ أَهلِ البِدَعِ وَالضَّلَالِ یعنی قیامت کے دن جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ "اہل السنۃ والجماعۃ" ہوں گے اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ اہل البدع والضلال ہوں گے، گویا آپؓ کی اس تفسیر نے واضح کیا کہ حدیث میں جس فرقہ ناجیہ کی پیشن گوئی فرمائی گئی ان کے چہرے قیامت کے دن روشن ہوں گے اور جن چہروں کو دوزخی قرار دیا گیا بہتر (۷۲) فرقے یہ ہی ہوں گے جن کے چہروں پر سیاہی چھائی ہوئی گی۔

## آیتِ مذکورہ کے اہم نکات:

اس تفسیر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

① "اہل السنۃ والجماعۃ" کے لقب کی مستحق جماعت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں موجود تھی، اسی لیے آپ اسکی تفسیر فرمارہے ہیں۔

② یہ لقب خیر القرون کے زمانہ میں بھی معروف تھا، اس وقت سے استعمال ہورہا ہے، اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب "اہل السنۃ والجماعۃ" کا لفظ استعمال فرمایا، اس کی تشریح نہیں فرمائی، اس لیے کہ مخاطب اس کو سمجھتا تھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔

③ اس تفسیر میں تقابلی انداز سے معلوم ہوا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی مخالف جتنی جماعتیں ہوں گی وہ اہل البدع والضلال ہوں گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ "اہل السنۃ والجماعۃ" وہ جماعت ہے جس جماعت کا محور اور لوگو (Logo) اور پہچان رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، اور دوسری جماعتوں کا لوگو (Logo) اور پہچان نئی نئی ایجادات، اور بعد کے زمانے کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

اہم نوٹ: یہاں ایک بڑی باریک بات یہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ "ما انا علیہ واصحابی" کی جو تشریح "اہل السنۃ والجماعۃ" سے کی گئی ہے، اس میں جو واؤ عاطفہ استعمال کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نجات کے لیے دونوں باتیں ہونا ضروری ہے، خالی سنت کافی نہیں، بلکہ وہ "سنت" ضروری ہے جس کے ساتھ جماعت کی تائید بھی شامل ہو، محض

اہل السنۃ یا اہل الحدیث ہونا کافی نہیں بلکہ سنت کا وہ ہی مفہوم معتبر ہوگا جس کو الجماعت نے بیان فرمایا یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، دوسرے لفظوں میں ان کے اقوال، ان کے فتاویٰ بھی حجت ہیں اور آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کی تشریح کے لیے سب سے پہلے شارح کی حیثیت رکھتے ہیں۔

## لقب "اہل السنۃ والجماعۃ" سے لطیف اشارہ:

"اہل السنۃ والجماعۃ" کے لفظ میں اگر ہم غور کریں، یا "ما انا علیہ واصحابی" کو لیں تو ہدایت کے دو عناصر "کتاب اللہ اور رجال اللہ" کی بحث تازہ ہوجاتی ہے، "ما" سے اشارہ ہوا ہے دستور کی طرف، قانون کی طرف اور شریعت کی طرف اور "انا علَیہِ وَاَصحَابِی" سے اشارہ ہوا شخصیاتِ مقدسہ کی طرف، گویا اس زمانہ میں بھی مختلف فرقوں میں نجات والا فرقہ، وہ ہوگا جو کتاب اللہ سے اور رجال اللہ سے بیک وقت وابستہ ہو، کسی ایک سے جڑنے والا اور دوسرے سے کٹ جانے والا "فرقہ ناجیہ" اور "اہل السنۃ والجماعۃ" یا "ما انا علیہ واصحابی" کے راستے پر چلنے والا نہیں ہے۔

## "الجماعۃ" کی حقیقت:

الجماعۃ کا لفظ گذشتہ حدیث سے ماخوذ کیا گیا ہے اور بعض روایات میں اس لفظ کو صراحۃ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ مسند احمد اور سنن ابی داوٗد میں حضرت معاویہؓ کی روایت ہے، مشکوۃ شریف کے الفاظ یہ ہیں: "عَنْ أَبِي عَامِرٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ لُحَيٍّ قَالَ حَجَجْنَا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَامَ حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الظُّهْرِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوا فِي دِينِهِمْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً يَعْنِي الْأَهْوَاءَ كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ." (مسند أحمد: ۲۸/۱۳۴)

ترجمہ: ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ ہم نے معاویہ بن ابوسفیانؓ کے ساتھ حج کیا، پس جب ہم مکہ آئے تو حضرت معاویہؓ ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب کے دونوں طبقے اپنے دین میں بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور بیشک یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، تمام جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ ایک جماعت ہے۔

یہاں محض "الجماعۃ" کا لفظ استعمال فرمایا گیا، لیکن اس میں لفظِ "ما" کا مفہوم یعنی دستور اور کتاب اللہ

کا مفہوم بھی شامل ہے، کیونکہ صحابہ کرامؓ کو جو "الجماعۃ" ہونے کا شرف حاصل ہوا، وہ اسی سنت اور دستور کی پیروی کی وجہ سے ہوا، صحابہؓ کی پہچان اتباع سنت ہے، بعد کی ایجادات نہیں، اس لیے جب "الجماعۃ" کہا گیا تو سنت کا لفظ خود بخود اس کے اندر شامل ہوگیا۔

ایک اور روایت جو تفسیر درِ منثور میں ہے اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل فرمائی:

"عن ابی سعید ان رسول اللہ ﷺ قرا یوما "یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ" قال تبیض وجوہ اھل الجماعات والسنۃ وتسود وجوہ اھل البدع والاھواء" (در منثور: ۲/۶۳)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن یہ آیت تلاوت فرمائی (جس دن بعض چہرے سفید اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے) فرمایا جماعات اور سنت والوں کے چہرے روشن اور اہل بدعت وخواہشات کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

گویا روایت سے بھی اس کی تائید ہوگئی، یہاں جو "الجماعات" جمع کا لفظ فرمایا گیا کہیں یہ شبہ نہ ہو کہ اس سے مختلف جماعات مراد ہیں، بلکہ صحابہ کرامؓ کی جو مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتیں ملکوں میں پھیلیں، ان کو الجماعات سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ مختلف علاقوں میں انہوں نے تعلیم وتدریس کے مراکز بنائے۔

بہر حال! آج کے دور میں مختلف فرقوں میں صحیح راستہ پر چلنے والا اور فرقہ ناجیہ وہ ہوگا جو متصل سند کے ساتھ اور تسلسل کے ساتھ ہدایت کے ان دونوں عناصر کے ساتھ جڑا ہوگا، یعنی سنت کے ساتھ اور الجماعۃ یعنی صحابہؓ کے ساتھ، اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں عام انسانوں کے ایمان اور عقیدے کے معتبر ہونے کے لیے اسی جماعت صحابہؓ خیر القرون کی اسی جماعت کو معیار بنایا، چنانچہ سورۃ بقرۃ میں "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ (البقرۃ: ۱۳) قیامت تک کے لیے دنیا سے ایمان کے معتبر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا ایمان صحابہؓ کے ایمان کی طرح ہو۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳۷﴾ (البقرۃ: ۱۳۷)

ترجمہ: پس اگر وہ اس طرح ایمان لائیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو وہی ضد پر ہیں، پس اللہ ان کو کافی ہو جائے گا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت میں بھی واضح فرمادیا کہ ان لوگوں کا ایمان بھی جب معتبر ہوگا اور وہ ہدایت یافتہ کہلائیں گے جب ان کا ایمان صحابہ جیسا ہوگا۔

اور اس کے بعد فرمایا: ”وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ“ جو صحابہ کرامؓ جیسے ایمان لانے سے اعراض کرے گا ان کے راستہ سے اختلاف کرنے والا وہی ہے جو سیدھے راستہ سے ہٹ جانے والا ہے اور اللہ ان کے لیے کافی ہے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

”اہل السنۃ والجماعۃ“ کے لقب میں لطیف حکمت: یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ فرقہ ناجیہ کے لیے کچھ اور القاب بھی ہوسکتے تھے جیسے اہل القرآن، اہل الحدیث، اہل الفقہ، اہل اسلام، اہل تصوف، لیکن ” اہل السنۃ والجماعۃ“ کا لقب کیوں منتخب فرمایا، اس لیے کہ اگر یہ القاب ہوتے تو ان سے خالی دستور اور قانون کی طرف تو اشارہ ہوتا شخصیات مقدسہ کی طرف اشارہ نہ ہوتا اور رجال اللہ سے نسبت کٹ جاتی اور ان القاب سے یوں محسوس ہوتا کہ شاید اس جماعت کا محور صرف علمیت اور خودرائی، آزادخیالی، اپنا مطالعہ اور اپنی تحقیق (Research) ہے، اور اس کے بالمقابل اگر یہ لقب ہوتا، عاشقانِ رسول، محبانِ صحابہ، اتباع المحدثین، اصحاب الفقہاء، یا والہان اولیاء، عشاق اولیاء، یا اس جیسا کوئی اور لقب ہوتا تو ان الفاظ سے اشارہ شخصیات کی طرف ہوتا، لیکن دستور قانون اور کتاب اللہ کا مفہوم کٹ کر رہ جاتا، کیونکہ ان الفاظ سے خالی شخصیت پرستی سمجھ میں آتی ہے، تو ہمیں جو اسلاف نے لقب دیا اہل السنۃ والجماعۃ، اس میں ہدایت کے دونوں عناصر کے مجموعہ کی طرف اشارہ ہے، اور اس میں اس مزاج کے ساتھ حسین امتزاج ہے جو شروع سے چلا آرہا ہے۔

## خلاصۂ بیان:

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ اعتدال کا راستہ اور انصاف کا راستہ وہ ہے جس میں افراط اور تفریط نہ ہو۔ نہ حدود سے تجاوز کیا گیا ہو اور نہ حدود کے اندر کمی کی گئی ہو،” افراط“ کرنے والے یہود کے مزاج پر چلنے والے اور” تفریط“ کرنے والے نصاریٰ کے مزاج کے حامل لوگ ہیں، اور جب بندہ ان دونوں مزاجوں سے اپنے نفس کو پاک کر کے ہدایت کے دونوں عناصر سے جڑ جاتا ہے تو اس کے اندر وہ اعتدال پیدا ہوجاتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے ہاں پسندیدہ اور مطلوب ہے، اور اس آیت کا مصداق ہوجاتا ہے” لیقوم الناس بالقسط“ (تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قائم رہیں)، کسی ایک سے بھی کٹ جانے سے افراط وتفریط پیدا ہوجاتا ہے،

اعتدال ختم ہوجائے گا اور میانہ روی جو مطلوب ہے وہ ختم ہوجائے گی اور بندہ صراط مستقیم سے جب ہٹے گا تو ان راستوں پر چلے گا جن کو "فتفرق بکم عن سبیلہ" فرمایا۔

## اہم بات:

یہاں ایک بات ذکر کرنا ضروری ہے، دور حاضر میں بھی اس وقت حق کا معیار مختلف جماعتوں اور افکار میں وہ جماعت اور فکر ہوگی جس کے نظریات کا محور صحابہؓ کرام ہوں گے، اگر خالص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کہہ دیا جائے تو کافی ہے اس لیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو امتیاز ہے وہ سنت نبوی کی اتباع ہے، اور خالص سنت کہہ دیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ خود اپنی رائے، اپنے مطالعہ سے سنت کا مفہوم سمجھنے والا ہے۔

## اسلاف بزرگانِ دین کی تعلیم:

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد قیامت تک کے لیے مشعل راہ ہے۔ **و قال ابن مسعود: "من كان منكم متأسيا فليتأس بأصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فإنهم كانوا أبر هذه الأمة قلوبا و أعمقها علما و أقلها تكلفا و أقومها هديا و أحسنها حالا، قوما اختارهم الله لصحبة نبيه صلى الله عليه وسلم و إقامة دينه، فاعرفوا لهم فضلهم، و اتبعوهم في آثارهم، فإنهم كانوا على الهدى المستقيم "** (السلسلة الصحيحة المجلدات الكاملة (۱۴۷/۶))

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جو پیروی کرنا چاہے تو وہ محمد ﷺ کے صحابہؓ کی پیروی کرے، اس لیے کہ وہ اس امت کے سب سے نیک دل، مضبوط علم والے، بے تکلف، بہترین سیرت اور حالت والے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت، اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چن لیا، لہذا ان کی فضیلت کو پہچانو، اور ان کے نشان قدم کی پیروی کرتے رہو اس لیے کہ وہ صراط مستقیم پر تھے۔

تو حضرت سیدنا ابن مسعودؓ نے ان تمام لوگوں کو جو کسی راستہ پر چلنے والے ہوں صحابہ کرامؓ کا راستہ بطور رہنمائی اور مشعل راہ کے بیان فرمایا۔

امام اوزاعیؒ نے اپنے شاگرد بقیۃ بن ولید کو یہ وصیت فرمائی: "حدثنا بقیة، قال: سمعت الأوزاعي، یقول: العلم ما جاء عن أصحاب محمد وما لم یجئ عن واحد منهم فلیس بعلم" جامع بیان العلم وفضله (مؤسسة الریان: ۲/۶۵)

ترجمہ: بقیہؒ بیان کرتے ہیں کہ امام اوزاعیؒ نے فرمایا: علم وہ ہے جو محمد ﷺ کے صحابہ سے منقول ہو اور جو ان کی طرف سے نہ ہو وہ علم نہیں ہے۔

امام ابنِ عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں اس کو نقل فرمایا، اسی طرح سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے: لایزال الناس بخیر ما اتاهم العلم من قبل اکابرهم فاذا اتاهم عن اصاغرهم هلکوا "۔ ترجمہ: ہمیشہ لوگ بھلائی پر رہیں گے جب کہ علم ان کے اکابر کی طرف سے آتا رہے اور جب علم ان کے اصاغر کی طرف سے آئے گا تو ہلاک ہو جائیں گے۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: یہاں اصاغر سے مراد اہل الرائے ہیں جو اپنی رائے اور اپنی تحقیق سے مطالعہ کرنے والے ہوں اور اکابر سے مراد حضرات صحابہ کرامؓ ہیں۔

## حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کا ارشاد:

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے ان کے ناجی (نجات پانے والا) اور ناری (دوزخی) ہونے کا مطلب بیان فرمایا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنے فتاوی میں اس کی جزوی اصلاح کر کے اس کو نقل کیا، کہ فرقہ ناجی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرقہ بغیر کسی ادنیٰ عذاب کے سیدھا جنت میں چلا جائے گا، اور یہ وہ فرقہ ہے جس سے کوئی اعتقادی و عملی بدعت ظاہر نہیں ہوئی، اگر ان سے کوئی اور عملی خرابی ہوگئی تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ معاف فرمادے اور اگر معاف نہ فرمایا تو قبر اور حشر کی سختیوں میں ان کا حساب کر دیا جائے گا۔

اور ناری ہونے والے باقی تمام فرقے اپنے افتراق واختراع کی وجہ سے اولاً جہنم میں جائیں گے پھر عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جائیں گے۔ وہ فرقے جو اسلام کے اندر پیدا ہوئے، بالآخر ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے، مراد یہ ہے کہ ان کا دخول اوّلی جنت میں نہیں ہوگا یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کا "خلود فی النار" یعنی ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جانا ہے کیونکہ "خلود فی النار" بغیر کفر وشرک کے نہیں ہوگا۔

یاد رہے کہ یہ بات ان فرقوں کے بارے میں ہے جن کے عقائد کفر تک نہ پہنچے ہوں، اگر وہ کفر کی حد تک پہنچے ہوں تو اگر چہ وہ اسلام کا نام لیتے ہوں کفر زندقہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے زندیق ہیں مثلاً تحریف قرآن

کے قائل ہوں، حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل ہوں، ان کا حکم سابقہ فرقوں کی طرح نہیں ہوگا کہ عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے بلکہ ان کے لیے "خلود فی النار" ہوگا۔

## خلاصہ بحث:

پچھلے مضمون اور اس گفتگو کا خلاصہ یہ نکلا کہ کامیابی اور کامرانی کے لیے مختلف فرقوں میں مختلف جماعتوں میں ہدایت اور روشنی کا راستہ یہ ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے راستے کو مضبوطی سے پکڑ لیا جائے، اس راستے پر چلنے والا اللہ کی رحمت سے سیدھا جنت میں چلا جائے گا، اور سنت اور صحابہؓ کے راستے سے ہٹنے والے ہی کو اختلاف کرنے والا سمجھا جائے گا۔

آخر میں اکبرالہ آبادی کے عارفانہ ایک شعر پر بات ختم کرتا ہوں:

اللہ کی راہیں سب ہیں کھلی
آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن
ان راہوں پر چلنا چھوڑ دیا

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَه وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَه. اَللّٰھُمَّ اجعَل هٰذَا الجُهْدَ الْمُتَوَاضِعَ خَالِصًا لِوَجهِكَ الْكَرِيْم وَسَبَبًا لِاِلقَاءِ السُّرُور فِي قَلبِ رَسُولِكَ الرَّؤفِ الرَّحِيم. وَوَسِيْلَةً لِشِفَاعَةِ نَبِيِّنَا الْكَرِيْمِ رَبَّنَا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم. آمين.

# عملی مشق

**سوال نمبر ①** مختصر الفاظ میں زبانی بتلایئے۔

① ہدایت کا راستہ کتنے اور کون کون سے عناصر سے مرکب ہے؟

② ہدایت کے ان عناصر کا ثبوت قرآن پاک سے بیان فرمائیں۔

③ ہدایت کے عناصر کی بنیاد پر عقلی طور پر کتنے فرقے متحقق ہو سکتے ہیں؟

④ وہ فرقہ جس نے کتاب اللہ اور رجال اللہ دونوں کو ٹھکرایا ان کی کم از کم تین مثالیں بیان فرمائیں؟

⑤ کتاب اللہ کو لے کر رجال اللہ کو چھوڑنے والی سب سے پہلی قوم کون سی ہے؟

⑥ قوم یہود پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں ان کو مختصراً بیان کیجئے اور گزشتہ سبق کی روشنی میں اس کے بنیادی سبب پر روشنی ڈالیے۔

⑦ رجال اللہ کو لیکر کتاب اللہ کو چھوڑنے والی سب سے پہلی قوم کون سی ہے؟

⑧ ہدایت کے عناصر کے اعتبار سے جو فرقوں کی اقسام ہیں کیا وہ اس امت مسلمہ میں بھی موجود ہیں مختصراً بتلائیں؟

⑨ حدیثِ افتراق زبانی سنا دیجئے؟

⑩ ما انا علیہ واصحابی سے کون سے لوگ مراد ہیں؟

⑪ اہل السنۃ والجماعۃ کا لقب موجودہ دور کا نومولود لقب ہے یا خیر القرون کے زمانہ میں بھی تھا، دلیل سے بتلائیں؟

⑫ فرقوں کے ناجی اور ناری ہونے کا کیا مطلب ہے؟

⑬ اہل السنۃ والجماعۃ کا مطلب ومفہوم بیان کریں؟

⑭ کیا فرقوں کے اختلاف کو بالکل ختم کیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور کیا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟

⑮ موجودہ دور میں اہل السنۃ والجماعۃ کا صحیح مصداق کون لوگ ہیں؟

**سوال نمبر ②** صحیح اور غلط میں ( ✓ ) کے نشان کے ساتھ امتیاز کریں اور غلط ہونے کی صورت میں درست عقیدہ بیان کریں۔

① ہدایت کو اللہ تعالیٰ نے چار عناصر کے ساتھ مرکب فرمایا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

② جو آدمی صرف کتاب اللہ کو تھام لے اور رجال اللہ (شخصیات مقدسہ) کو ٹھکرا دے وہ صحیح راستہ پر ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

③ رجال اللہ سے مراد مزاروں پر پڑے مست ملنگ ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

④ قوم یہود نے جب صرف کتاب اللہ کو تھاما تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات کی بارش برسادی۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

⑤ قومِ نصاریٰ نے صرف رجال اللہ کو تھاما، کتاب اللہ (قانون وشریعت) کو پس پشت ڈال دیا اور وہ پھر بھی اعتدال کے ساتھ دین پر قائم رہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:............................................................

⑥ اگر موجودہ دور میں تمام مکاتب فکر مل بیٹھ کر آپس کے اختلافات ختم کردیں تو دنیا سے اختلاف ختم ہوجائے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑦ امتِ مسلمہ میں قوم نصاریٰ اور قوم یہود کے نقش قدم پر پورا پورا چلنے والے لوگ بھی یقیناً موجود ہیں۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑧ روافض اس امت کا وہ فرقہ ہیں جو کہ قوم یہود کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑨ اس امت کا ہدایت یافتہ طبقہ صرف اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑩ حدیث افتراق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے اور ان میں صرف ایک جنت میں جائے گا۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑪ حدیثِ افتراق سَند کے اعتبار سے قابل استدلال نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:..............................................................................................

⑫ موجودہ دور میں اہل السنۃ والجماعۃ کا صحیح مصداق کوئی ایک فرقہ بھی نہیں ہے۔

☐ صحیح ☐ غلط

صحیح عقیدہ:........................................................................................

## سوال نمبر ③ (✓) کے نشان کے ساتھ صحیح جواب کا امتیاز کریں۔

① ہدایت حاصل کرنے کا راستہ ہے:

☐ رجال اللہ کو ٹھکرا کر قرآن پاک کو مضبوطی سے تھام لیں

☐ رجال اللہ کو ٹھکرا کر حدیث پاک کو اپنا رہبر بنا لیں

☐ کتاب اللہ اور رجال اللہ دونوں کو تھام لیں

☐ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے اپنے پیروں کی مان کر چلیں

② ہدایت کے عناصر کے اعتبار سے عقلی طور پر فرقوں کی تعداد ہے۔

☐ پانچ ☐ چھ ☐ تین ☐ چار

③ یہود پر اللہ کا غضب نازل ہوا اس لیے کہ:

☐ انہوں نے صرف کتاب اللہ کو لیا اور رجال اللہ کو پس پشت ڈال دیا

☐ ان کے پاس مال و دولت کم تھا ☐ وہ دنیاوی ترقی میں بہت پیچھے تھے

☐ دنیاوی علوم میں کمال حاصل نہ تھا

④ ہم اس وقت تک صراط مستقیم پر نہیں آسکتے جب تک کہ:

☐ رجال اللہ اور کتاب اللہ کو نہ تھام لیں ☐ اولیاء اللہ سے ہمارا تعلّق مضبوط نہ ہو جائے

☐ مزاروں، درباروں اور قبروں پر نہ جائیں ☐ جاہل پیروں، فقیروں کو اپنا پیشوا نہ بنا لیں

⑤ ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہیں۔

☐ روافض ☐ خوارج ☐ منکرین حدیث ☐ اہل السنۃ والجماعۃ

⑥ قیامت والے دن چہرے روشن ہوں گے:

☐ بزرگوں کو تعظیمی سجدہ کرنے والوں کے ☐ اہلُ البِدَعِ والضَّلالِ کے

☐ درباروں اور مزاروں پر نیاز دینے والوں کے ☐ اہل السنۃ والجماعۃ کے

⑦ تہتر فرقوں میں سے دوزخ میں جائیں گے:

☐ 65 فرقے ☐ 70 فرقے ☐ 72 فرقے

⑧ "ناجی" ہونے کا مطلب ہے:

☐ بغیر کسی ادنی عذاب کے جنت میں داخل ہوگا ☐ سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا

**سوال نمبر ④** ذیل میں بہت سارے امور دئے گئے ہیں ان میں خوب غور کیجئے، اور ان میں سے صحیح بات کو چن کر متعلقہ خانے میں تحریر کیجئے اور اپنے عقیدہ و ایمان کے صحیح ہونے کا ثبوت دیجئے۔

① شریعت مطہرہ اور شخصیت مقدسہ دونوں کو تھامنا ② قرآن پاک میں لفظی یا معنوی تحریف کرنا

③ حلال و حرام کا اختیار اپنے مقتداؤں کو دینا ④ صرف کتاب اللہ کے کافی ہونے کا نعرہ لگانا

⑤ عقل میں نہ آنے والی احادیث کا انکار کرنا ⑥ اولیاء اور بزرگان دین کا ادب کرنا

⑦ صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرنا اور ان پر عیب لگانا

⑧ شریعت و تصوف کا جامع ہونا ⑨ اولیاء اللہ کے مزارات پر سجدہ کرنا

⑩ آنحضرت ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنا ⑪ میلاد کے جلوس نکالنا، قوالیاں سننا، نعت میں شرکیہ الفاظ کہنا

⑫ تمام صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق تسلیم کرنا ⑬ حضرات فقہاء، ائمہ اربعہ کو طعن و تنقید کا نشانہ بنانا

⑭ دعوت و تبلیغ کا سنت کے موافق کام کرنا ⑮ اولیاء کے مزارات پر میلوں، بھنگڑوں کا اہتمام کرنا

⑯ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنا ⑰ قرآن وسنت کے دستور کو موجودہ دور میں نا قابل عمل سمجھنا

⑱ احادیث کو صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ کی روشنی میں سمجھنا

⑲ حضرت عیسیٰؑ کے نزول اور حضرت مہدی کے ظہور کا انکار کرنا

⑳ موسیقی، بے پردگی، رقص و سرور کو حلال سمجھنا ㉑ اپنے پیر و مرشد کے ہر قول و فعل کو حجت ماننا

㉒ اولیاء اللہ سے اتباعِ سنت کا طریقہ سیکھنا ㉓ بعض صحابہؓ سے محبت اور بعض سے نفرت کا اظہار کرنا

㉔ اہل بیت کرام اور صحابہؓ پر جانثار ہونا ㉕ قرآن وسنت کی تعلیمات کو دقیانوسی سمجھنا

㉖ بزرگانِ دین کی وضع قطع اختیار کرنا ㉗ ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک سمجھنا

(۲۸) دین میں نئی نئی باتیں گھڑنا

(۲۹) حضرت سیدنا عمرؓ سے بڑھ کر حدیث وسنت کو سمجھنے کا دعویٰ کرنا

(۳۰) قرآن وسنت کو مستند علماء سے سمجھنا

(۳۱) آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول سمجھنا

(۳۲) حدیث شریف کی حجیت کا انکار کرنا

(۳۳) آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ حاضر وناظر سمجھنا، عالم الغیب سمجھنا

(۳۴) اپنے ذاتی مطالعہ اور تحقیق کو حرفِ آخر سمجھنا

(۳۵) اولیاء کرام کی صحبت وہمنشینی اختیار کرنا

(۳۶) مسائل علماء کی بجائے جاہلوں سے دریافت کرنا

(۳۷) مستند علماء واہل اللہ سے اپنی اولاد کو دور رکھنا

(۳۸) مدارس اسلامیہ اور مراکزِ دینیہ کو فساد کی جڑ سمجھنا

(۳۹) کونڈے، گیارہویں، اور کھانے پر فاتحہ پڑھنا، قبروں پر چراغ جلانا

(۴۰) علماء کرام سے کینہ وبغض رکھنا اور انہیں برا بھلا کہنا

| اہل السنۃ والجماعۃ (جنتی فرقہ کی علامات) | اہل البدع والضلال (گمراہ اور دوزخی فرقوں کی علامات) |
| --- | --- |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |
| | |

## شیخ المحدثین، استاذالعلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ

مفتی محمد نعیم صاحب زادت معالیہم نے ماشاء اللہ اپنی خداداد صلاحیت کا بہترین استعمال کیا ہے۔ اللهم زد فزد آمین۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مفتی صاحب کی خدمات کو حسنِ قبول سے نوازیں اور ان کی مذکورہ کتابوں کی افادیت میں خوب خوب اضافہ فرمائیں۔ آمین!

## مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

محبت نامہ جو راحت نامہ بھی ہے ملا اور ساتھ آپ کی تالیفِ "تفہیم الفقہ" کی دو جلدیں بھی ملیں، سرسری نظر ایک جلد پر ڈالنے سے اندازہ ہوا کہ ماشاء اللہ آپ نے یہ کام کافی محنت سے کیا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے زیادہ سے زیادہ قارئین کے لئے نافع بنائے اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

## سیدی واستاذی عارف باللہ مولانا مفتی محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

مولانا محمد نعیم صاحب زید مجدہم فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد و متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی و مسترشد خاص شفیق الامت حضرت مولانا حاجی محمد فاروق صاحب وخلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ اعلیٰ علمی اور روحانی نسبتوں کے ماشاء اللہ جامع اور موفق من اللہ ہیں۔ ان کی تصنیف "تفہیم الفقہ" ماشاءاللہ جامع اور نافع کتاب ہے۔ خصوصاً درساً پڑھانے کے لیے نہایت موزوں کتاب ہے۔

## فقیہ الہند حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم

اردو زبان میں بھی فقہ کے موضوع پر جو کام ہوا ہے وہ اہمیت کے اعتبار سے بڑا قیمتی، مقدار کے اعتبار سے وسیع اور نوعیت کے اعتبار سے کثیر الاطراف ہے، اسی سلسلے کی ایک قابل قدر کاوش وہ ہے جو "تفہیم الفقہ" کے نام سے اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس کتاب میں عقائد اور مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے اور جزئیات کی تشقیق اور حسنِ ترتیب نے اس کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ کتاب کے مؤلف حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب پاکستان کی مقبول دینی درس گاہوں میں سے ایک "جامعہ اشرف المدراس" کے شعبہ تخصص کے سابق استاذ ہیں اور متعدد تحقیقی کتابیں ان کے قلم سے آچکی ہیں۔

## حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

تالیف ملاحظہ کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ الحمد للہ ایک عالم دین کو علمی و عوامی دروس کے ذریعہ عوام الناس کی جس طرح خدمت کرنی چاہیے اس کی عمدہ مثال آپ نے پیش فرمائی، اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکت و ترقی نصیب فرمائے اور امت کی دینی رہنمائی کے مزید کاموں کے لئے حق تعالیٰ آپ کو توفیق بخشے۔ تفہیم الفقہ مواد، اسلوب بیان اور موضوعات کی ترتیب کے اعتبار سے بہت مفید کوشش ہے۔

## حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب رحمہ اللہ

اپنے مختلف مشاغل و مصروفیات کی وجہ سے مکہ مکرمہ پہنچ کر اس کتاب کے مطالعہ میں دیر ہوگئی جب اٹھائی تو سچی بات ہے کہ کتاب کی (دونوں جلدوں) کی حسین ترتیب و تنسیق اور تفہیم کے احسن انداز کی وجہ سے کئی گھنٹے تک لگا تار اس کا مطالعہ کرتا رہا اور مؤلف کریم کے لئے دل سے دعا نکلتی رہیں۔ ماشاء اللہ، خیر الکلام ما قل و دل کا صحیح مصداق پایا، اس انداز سے کہ کوئی کمی یا تشنگی بھی محسوس نہ ہو، ہر لحاظ سے مستند اور مدلل ثقہ و معتمد علماء کرام و جمہور اھل السنۃ والجماعۃ کے مبارک مسلک و آراء گرامی کے مطابق کتاب کی دونوں جلدوں کو پایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی نعیم صاحب کو اپنی شایانِ شان اعلیٰ سے اعلیٰ درجات عطا فرمائیں اور اس سلسلہ مبارکہ کو جلد از جلد علی منوالہ تکمیل تک پہنچائیں۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی نظر آئی کہ یہ صرف طلبہ کرام اور علوم دینیہ کے محبین ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے طبقات مختلفہ کے لئے بہت مفید ان شاء اللہ ہوگی۔

## حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی صاحب دامت برکاتہم

فی زمانہ اس کی اشد ضرورت تھی کہ آسان طرز تخاطب و عبارت میں فقہی مسائل کا مجموعہ تیار کیا جائے جس سے تمام طبقات بھرپور استفادہ کر سکیں۔ الحمد للہ مفتی محمد نعیم صاحب نے یہ بیڑا اٹھایا اور حق ادا کر دیا ہے۔

## مفکر اسلام حضرت مولانا ابو عمار زاھد الراشدی صاحب مد ظلہم

آپ نے عقائد و احکام کو سمجھانے کے لئے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ آج کے حالات اور ضروریات کے مطابق بہت مفید ہے اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔

## شیخ طریقت ولی کامل حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب رحمہ اللہ

واقعی یہ ایک مبارک کام ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے ایک ایسے بندے سے لے رہے ہیں جو علمی دنیا سے وابستگی کے ساتھ ساتھ روحانی دنیا سے بھی وابستہ ہیں کتاب کے دونوں حصے ظاہری و باطنی خوبیوں سے مزین ہیں اللہ جل شانہ قبول فرمائیں، آمین۔

مکتبۃ النور کراچی